

عمران سیریز جلد نمبر 28

بaba سگ پرست

- 97 - خوشبو کا حملہ

- 98 - بابا سگ پرست

- 99 - مہکنے محافظ

ابن صفحی

پیشہ رسم

ہفتوں چلاتا ہوں کہ اسی میں کچھ تو می بچت ہو جائے۔ (کپڑے دھونے والے میری قوم سے تعلق نہیں رکھتے) بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ کسی چیز کو ترک کر دینے کا اثر بھی قیتوں پر نہیں پڑتا۔ مثال کے طور پر ان ماہر اقتصادیات نے فرمایا تھا کہ چیزیں اس لئے گراں ہوتی ہیں کہ ہم زیادہ قیمت دینے پر تیار ہو جاتے ہیں یا اشیاء کے محتاط استعمال سے پہلو ہی کرتے ہیں۔ میں نے تو سگریٹ چھوڑ دیا تھا کئی سال پہلے کی بات ہے۔ اُس وقت اس کی ڈبیا تین روپے سامنے پیسے کی آتی تھی۔ اب خدا کے فضل و کرم سے شاکد پانچ یا ساڑھے پانچ کی ہے لہذا میں ہی پھنسدی رہا قیمت تو چھلانگ لگا کر کہیں کی کہیں پیشی اور وہ ماہر اقتصادیات شاکد گوشت کھاتے ہی نہیں بالکل سینک سلانی ہیں۔ یہاں بیڑے لے کر بھینس تک کو مجھ سے مفر نہیں۔ لہذا اپنی "گوشت پسندی" پر حرف گیری ہر گز پسند نہ کروں گا.... گوشت ستا تو خوشحالی۔ گوشت مہماں تو "تو می بچت" خطرے میں۔ بلکہ قصاب کے ادھار چل جانے تک کا خطہ موجود....! ایک بار ایک قصاب نے پوچھا تھا کہ میں خود ہی گوشت کی دوکان کیوں نہیں کر لیتا.... میں نے کہا میاں ازراہ خدا تری دوڑھائی روپے سیر نیچ کر رکھ دوں گا اور دوسرے دن شہر کے سارے گوشت خور مجھے ڈھونڈتے پھریں گے۔ لہذا ایسا "ہولناک" مشورہ مت دو!

اچھا ب اگلی کتاب تک کے لئے اجازت دیجئے!

خدا حافظ اور شب بخیر۔ گوشت خوری پاسندہ باد

ابن صفحہ

۹ نومبر ۱۹۷۶ء

خوبصورہ کا حملہ ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے چاہا تھا کہ بچپن کہانی کی طرح یہ بھی ایک ہی جلد میں سما جائے۔ لیکن ممکن نہ ہوا۔ میرا خیال ہے کہ یہ کہانی خاصاً پھیلاو انتخیار کرے گی۔ ... بہر حال آپ اس کہانی کو پسند کریں گے کیونکہ عرصہ سے عمران کے "اعادہ جوانی" کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس میں وہ آپ کو صدقی صد عمر ان ہی نظر آئے گا۔

چونی کے اضافے کی استدعا باب قبول کو پیشی۔ شکریہ....! میں صرف "منظوری" چاہتا تھا۔ فوری طور پر اضافے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جب دیکھوں گا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ تو آپ کی اجازت سے بڑھاؤں گا۔

ایک صاحب نے بھاکر پوچھا ہے کہ آخر میں گرانی کے سلے میں بکرے کا گوشت کیوں لے بیٹھتا ہوں۔ سبھی کچھ تو گراں ہوتا جا رہا ہے۔ قیتوں میں ٹھہراؤ ہی نہیں۔

بھیکیا کیا بتاؤں مجھے گوشت کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔ سوٹ نہ ملے تو لگنؤں ہی سے کام چل جائے گا۔ لیکن گوشت کا کوئی بدل ہو تو ضرور اطلاع دیجئے گا۔ سگریٹ گراں ہوئے تو ایک ماہر اقتصادیات کے مشورے پر سگریٹ ترک کر دی۔ چائے کی پیالی میں دودھ کے تین قطرے (ڈر اپ سے) پکا لیتا ہوں۔ ایک قمیض

تھی.... ہوائی قلعے عموماً بیڈ روم ہی میں تغیر کئے جاتے ہیں۔ لہذا وہ تھی اور بستر تھا۔ زیادہ تر وقت بیڈ روم میں گزارنے کی بجائے پر یہ نبی دل جسمی ہاتھ آئی تھی۔ اور آج تو پڑوس کی ایک دس گیارہ سال کی ایسی لڑکی بھی مل گئی تھی جو کبھی بھی پلیا کے پاس کھڑی دکھائی دیتی۔ اور اس آدمی کو بھی حیرت اور خوف کے ملے ملے احساسات کے ساتھ دیکھا کرتی تھی۔

”تارا کیا وہ دوسروں کو پھر بھی مارتا ہے؟“ غزالہ نے اس سے پوچھا۔
”میں نے تو کبھی نہیں دیکھا آئی۔ کہتا کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتا۔!“ لڑکی نے جواب دیا۔

”کیا باتیں کرتا ہے...!“
”کچھ نہ پوچھئے۔ بڑی بھی آتی ہے۔!“ وہ بُن پڑی۔
”آخر کہتا کیا ہے...!“

”کہتا ہے بیکم! کتنا کہتا ہوں کہ آج کل دوڑ کرنے چلا کرو۔۔۔ مگر تم مانتی ہی نہیں۔!
”میا...؟“ غزالہ کی آنکھیں بچل گئیں۔

”ہاں آئنی یقین سمجھے۔ وہ اس کتیا سے ایسی ہی باتیں کرتا ہے جیسی لوگ اپنی بیویوں بے کرتے ہیں اور کہتا ہے اس بار کم از کم پانچ بچے ضرور ہوں گے۔۔۔ اگر زبکے ہوئے تو یہ نام رکھوں گا۔۔۔ اور اگر ماڈیں ہوں میں تو فلاں فلاں نام۔!
”اوہ نام بھی۔!“ غزالہ بھتی ہوئی بولی ”بھلا کوئی نام بتاؤ تو۔“

”نام تو یاد نہیں لیکن اتنا بتا سکتی ہوں کہ نام اگر زردوں کے سے ہوتے ہیں۔!
”آخر یہ ہے کون۔۔۔ کیا پڑھا کھا بھی معلوم ہوتا ہے۔!
”ہاں آئنی۔۔۔ بکھی کبھی لکھ میں بھی بات کرتا ہے۔!
”بڑی عجیب بات ہے۔ صورت سے تو پاگل نہیں معلوم ہوتا۔!
”وہ سامنے جو پکوڑے والا ہے تا اس سے مجھلی کے قتلے خرید کر کتیا کو کھلاتا رہتا ہے۔!
”رہتا کھاں ہے۔?
”یہ میں نہیں جانتی۔۔۔ لیکن سارا دن پلیا پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔!
”وہ تو میں بھی دیکھتی ہوں۔!
”اور۔۔۔ آئنی۔۔۔ میں نے کچھ لوگوں کو کہتے سنائے کہ وہ سی۔۔۔ آئی۔۔۔ بُن والا ہے۔!

ہر نوں جیسی آنکھوں والی غزالہ اُس آدمی کو کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بنگلے کے قریب والی پلیا پر بیٹھا اس آوارہ کتیا کو پر تشویش نظرؤں سے دیکھا رہتا تھا جو آج ہی کل میں بچے دیتے والی تھی۔

عجیب آدمی تھا بھی کبھی کتیا سے اس طرح باتیں کرنے لگتا تھا جیسے اس سے جوابات مل رہے ہوں۔ اور وہ اسے اپنے فیصلے سناتا ہے۔ انداز اس شوہر کا ساہو تا جو اپنی بیوی کی کچھ بیٹھیوں سے نک آگیا ہے۔ بسا اوقات باتیں کرتے کرتے پیشانی پر ہاتھ مارتا بھی دیکھا جاتا۔ خاصاً خوش شکل اور جوان العمر آدمی تھا۔ صورت سے پاگل نہیں لگتا تھا۔ البتہ اول درجے کا یہ قوف ضرور معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ ان میں دھشت زدگی کا درود درستک پکا نہیں تھا۔

غزالہ اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے اسے دیکھتی رہتی۔ سڑک کی دوسری جانب زیر تغیر عمارت کا سلسہ دورستک پھیلا ہوا تھا۔۔۔ لہذا چکیداروں اور مزدوروں کے لئے ایک چھوٹا سا بازار قائم ہو گیا تھا۔ جس کی دوکانیں لکڑی کے کیبینوں یا کھجور کی چٹائی کی جھوپڑیوں پر مشتمل تھیں۔ ان میں چائے خانے۔۔۔ بار بر شاپ اور پر دویش ان شور بھی کچھ تھے۔!

لیکن نہ وہ کوئی دوکان دار تھا اور نہ زیر تغیر بستی میں کام کرنے والا کوئی مزدور۔۔۔ پھر کون تھا؟ فضول باتوں میں سر کھانے کے لئے اس کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ ورنہ غزالہ کی جگہ اور کوئی لڑکی ہوتی تو اسے کوئی اہمیت نہ دیتی۔ کیونکہ اس شہر غدار میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ جو راہ چلتے خواہ بڑا تے ہاتھ منکاتے اور آنکھیں چکاتے دیکھے جاتے تھے۔۔۔ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ بی اے کرنے کے بعد قانون کی ذگری بھی لی تھی۔ وکالت شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اور اپنے پیری میں بن جانے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی۔

”اوے نہیں...!“ غزالہ فس کر بولی۔ ”وہر کیا رکھا ہے کہ سی آئی ذی والے آئیں گے۔ شربوں کی بستی ہے۔!“

پھر اسی دن اس نے اپنے خانہ میں کہتے سن۔ ”کوئی پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں۔“

”ابے... جا بس رہنے دے۔!“ دوسرا ملازم بولا۔ ”کھوپڑی سے اترنا ہوا الگتا ہے۔ اسالا کتیا سے قلی ڈائیا لگ بولتا رہتا ہے۔!“

”تو کیا جانے ان معاملات کو اگر یہ لوگ ایسے نہ ہوں تو دنیا والے انہیں دن رات گھرے رہیں۔!“
”ارے سن۔!“ تیسرے نے کہا۔ ”مجھے تو خیر پولیس والا لگتا ہے۔!“ پھر وہ تیوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے تھے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح تارانے آگر بتایا کہ کتیا نے پہنچ دیئے ہیں پورے چھ عدد ہیں۔!
”لیکن آئی اودا بھی تسلی نہیں آیا۔!“ تارانے مایوسی سے کہا۔

اوہر سامنے والی بستی کے بازار میں پکوڑے والا بار بر سے پوچھ رہا تھا۔ ”میں بھائی یہ مرغی کا سوپ کیسے بناتا ہے۔!“ وہ سالے پلی صاحب آرڈر دے گئے ہیں۔!
”مرغی کا سوپ۔!“ میں جام نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ”مرغی کی ٹونیاں کر کے پتلی میں ڈالو۔ اور گلے تک پانی بھر دو۔... نمک بھی ڈالو۔... اور چڑھادوچھ لہے پر جب آدھا پانی رہ جائے تو ایسا رلو۔... سوپ تیار ہو گیا۔!“

”پھریں روپے دے گیا ہے۔!
”یدا یہ آخر ہے کیا چیز۔!“

”اللہ ہی جانے۔... روزانہ آٹھ دس روپے کی مچھلی کھلا دیتا ہے سالی کو۔!
”آتا کہاں سے ہے۔!
”پتا نہیں۔... کہتا ہے۔... آسمان کے نیچے زمین پر رہتا ہوں۔ ساری دنیا میری ہے۔!
”مرغی کا سوپ پلائے گا کتیا کو۔...!
”کہہ رہا تھا کہ اس کتیا کا باپ بہت بڑے افسر کا تھا۔!
”میں جام نے زور دار قیقهہ لگایا اور پکوڑے والے نے کہا۔ ”کتیا کے بھی خزرے ہو گئے ہیں۔!
”لیکن وہ پاگل تو نہیں معلوم ہوتا۔!“ میں جام بولا۔

”بالکل بھی نہیں بھیا۔... وہ تو بڑی گھری باتمیں کرتا ہے۔... کل کہنے لگا کہ یہ جواب پر حضرت نبوی سلطان شہید تھے تا۔... ان سے انگریز اتنا جلتے تھے کہ اپنے کتوں کے نام نپور کھنے لگے۔

تھے۔ اور آج بھی رکھتے ہیں۔ میں اپنی کتیا کے بچوں کے نام ایڈورڈ۔... جارج۔... وکٹوریہ۔...
بالر بھر رکھوں گا۔!“

”واہ بھائی واہ۔... تب تو پاگل نہیں ہے۔ مگر آخر ہے کون؟“

”کہتا ہے بس میں ایک دکھی آدمی ہوں۔!“

”ارے تب تو ان سکھوں کی اماں جان مرغی کا سوپ نہیں پین گی تو کیا سور کی دال کھائیں گی۔!“ دونوں نے قیقبہ لگائے تھے۔

اوہر شام کو غزالہ نے دیکھا کہ وہ اسی پلیا پر بیٹھا کچھ بڑی بار ہے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر کتیا کو پتا نہیں کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔... اس نے سوچا کیوں نہ قریب سے اس کی باتمیں سی جائیں۔ کتیا نے پہنچ بھی دیئے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بہانے وہ پلیا کے قریب رک رکتی تھی۔

بس پھر وہ اپنے بیڈر دوم سے چلی منزل پر آئی تھی۔ اور پلیا کی طرف چل پڑی تھی۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس سے ٹھوڑے ہی فاصلے پر عقب میں جا رکی۔ کسی قدر ترقی ہو کر بظاہر کتیا کے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن کان اجنبی کی طرف لگے ہوئے تھے جو کتیا سے کہہ رہا تھا۔ ”ویکھو تو ڈار لگ آخراں میں حرج ہی کیا ہے تین کی پرورش تم کرو۔ اور تین کو میں سنپھال لوں۔.... تمہارا یہ اختراض درست نہیں کہ میں یہوک نہیں سکتا۔ دراصل سمجھ کا پیغمبر ہے۔ ہم بھی بھوکتے ہیں اور بہت اعلیٰ پیانے پر بھوکتے ہیں۔ فلسفہ بھوکتے ہیں۔ منطق بھوکتے ہیں۔ سیاست بھوکتے ہیں اور تمہاری طرح ایک دوسرے کو کاشت اور بھتھوڑتے بھی یہ اف فو۔... آخر تم سمجھتی کیوں نہیں۔.... میرے زیر تربیت ان میں سے کوئی مائنر س ڈگری لے گا۔... کسی کے حصے میں ڈاکٹریٹ آئے گی اور کوئی کسی مشہد العلاما کا مدد مقابل ہو گا اور لوگ کہیں گے واہ واہ۔... کیوں نہ ہو آخر کس کتیا کے پہنچے ہیں۔!“

”ند جانے کیوں یہ بیک غزالہ کو طیش آگیا۔ تیز لجھے میں بولی۔!“ یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔!
اجنبی چوک پڑا تھا۔ لیکن اس کی طرف مز کر دیکھے بغیر کتیا سے بولا۔ ”تم نے نہ ڈار لگ تم سے کہیں زیادہ اچھا بھوک لیتی ہیں۔ اس مخالفے میں ہم تم سے ایک ڈگری آگے ہیں۔ یعنی خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں ناگل اڑا کر بھوکنا شروع کر دیتے ہیں۔!“

”پھر اٹھا کر ماروں گی سر کے دس ٹکڑے ہو جائیں گے۔!“ غزالہ غرائی۔

”اور سنو۔!“ وہ کتیا سے بولا۔ ”تم صرف کاشتی ہو بھتھوڑتی ہو۔ اور ہم پھر سے لے کر نیم بمن تک کی دھمکی بھی دنے سکتے ہیں۔!“

”پلپلی صاحب! آپ بچھے اسے مرغی کا سوپ پلوار ہے ہیں!“ غزال نے حیرت سے کہا۔
”کیا کروں... ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے...“ اب آپ بتائیے
اور جو کچھ کھلایا پلاجاتا ہو ڈیلپوری کے بعد...!“

”بکومت...!“ کہہ کر وہ تیزی سے مڑی تھی۔ اور اپنے بیگنے کی طرف جل پڑی تھی۔

”ارے ہاں!“ ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر زور سے بولا۔ ”آپ سونھ کے لذوں ہی بنواد بیجے۔ لاگت
کے پیسے میں دے دوں گا۔ ارے باپ رے... شربت بزووی کی بوٹل تو رہ ہی گی!“

”لاگت ٹکھر پلوادو میٹا!“ بائیں جانب سے بھاری بھر کم اور گو ٹھیل آواز آئی۔ شائد اسی
آواز نے غزالہ کے بڑھتے ہونے قدم بھی روک دیئے تھے... وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں
مڑی۔ ڈھمپ کے قریب علاقت کا ”دوا“ حمزہ کھڑا نظر آیا تھا۔ اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اس
نے حمزہ کو کہتے سن۔ ”ابے یہ مس صاحب سے کیوں جھک کر رہا تھا۔“

نفرت کی شدید لہر غزالہ کی رگ دپے میں دوڑ گئی... چھپی ہوئی گھنیری موچھوں والا دہ
دیو زادے زہر ہی لگتا تھا۔ اسکی زبان سے اپناز کرن کر اس کے پیر کا پینے لگے۔ خوفزدگی اور نفرت کے
تلے جلد تاثر نے طبیعت میں اخطر اپیدا کر دیا اور وہ کپاٹن کے چانک کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

اوھ حمزہ ڈھمپ کے سر ہو رہا تھا... ”کون ہے تو... یہاں تیر اکیا کام!“

”میں اور میری داؤف اس پلیا کے نیچے رہتے ہیں...!“ ڈھمپ نے عاجزی سے کہا۔

”نہیں بیٹا نہیں ہے بہت مال نال ہے تیرے پاس.... سری کو مرغی کا سوپ پلواتا ہے!“

”پلیز... جنٹل میں... آپ میری الہیہ کی توہین کر رہے ہیں!“

”بیٹا کچی بات!“ حمزہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ورشمار مار کر بھس بھر دوں گا...!“

”تم مجھ سے بچی بات پوچھنے والے کون ہو۔ چلتے پھرتے نظر آؤ!“ ڈھمپ نے سر جھک کر کہا۔

”اچھا بے...!“ حمزہ نے آنکھیں نکالیں۔

”استاد... استاد...!“ سڑک کی دوسری جانب سے احتجاجی انداز کی آوازیں آئیں اور حمزہ
مڑ کر دیکھنے لگا۔ پکوڑے والا اور مبن جام ان کی طرف دوڑتے آرہے تھے۔

”ارے جانے دو استاد پلپلی صاحب ہیں!“ پکوڑے والا قریب پہنچ کر ہانپتا ہو بولا۔

”تو جانتا ہے اسے!“ حمزہ نے آنکھیں نکالیں۔

”ہاں استاد اپنے پلپلی صاحب ہیں!“

”بلاؤں نو کروں کو!“
”جی نہیں!“ وہ اس بار غزالہ کی طرف مڑ کر بولا۔ ”انہیں تکلیف نہ دیجئے بلکہ مجھے دیں
لے چلے چہاں وہ تشریف فرمائوں!“

غزالہ گزیرا کر دوسرا طرف دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی۔ ”تمباکل تو نہیں معلوم ہوتے!“

”کیا مجھے پاگل معلوم ہونا چاہئے!“

”میں کیا جانوں!“

”آپ کی شان نزول سمجھ میں نہیں آئی!“

”بڑے بڑے الفاظ بول کر مجھے مر عوب کرنے کی کوشش نہ کرو!“

”آخر آپ نے کس کوشش کے سلسلے میں زحمت فرمائی ہے؟“

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آریا تھا کہ کیا کہے پھر سنجھل کر بولی۔ ”میں لکتیا کے نیچے دیکھنے آئی تھی!“

”آپ بد اخلاق بھی معلوم ہوتی ہیں۔ مزدھمپ کو کتیا کہہ رہی ہیں!“

”مزدھمپ...!“ اس نے زہریلی سی نہیں کے ساتھ دہرایا۔

”اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے! میں مژنوب ڈھمپ ہوں!“

”مژر بھی...!“ وہ پھر ہنس پڑی۔

اتھے میں پکوڑے والے کی آواز سنائی دی۔ ”پلپلی صاحب! یہ مرغی کا سوپ تیار ہو گیا!“ وہ

ایک بڑا سامنی کا پیالہ سرک پار کر رہا تھا۔

”بہت خوب... پلپلی صاحب!“ غزالہ مھنگلے ازانے کے سے انداز میں بولی۔

”عرفت ہے...!“ ڈھمپ نے سنجیدگی سے کہا۔

پکوڑے والا قریب پہنچ گیا تھا اور حیرت سے غزالہ کو دیکھ جا رہا تھا۔ ڈھمپ نے ہاتھ ہلا کر

کہا۔ ”کھڑے کیوں ہو... پیالہ میں صاحب کے آگے رکھ دو!“

”جی...!“ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شائد وہ سمجھا تھا کہ میں صاحب سے

مراد غزالہ ہے۔ غزالہ اس کے اس انداز پر بڑی طرح جھپٹنی تھی۔ لیکن ڈھمپ نے جلدی سے

لکتی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”میں صاحب کو نہیں پہچاتے!“

وہ عجیب سی نہیں کے ساتھ پیالہ لئے ہوئے خشک نالے میں اتر اور اسے پلیا کے نیچے رکھ کر

وہاں رکے بغیر سرک پار کر گیا۔

کیتیا نے چڑپہ چڑپہ سوپ پینا شروع کر دیا تھا۔

"کہاں رہتا ہے!"

"پکڑے والا اس سوال پر بلیں جھانکنے لگا۔ حمزہ نے سوالیہ نظر دیں جوام کی طرف دیکھا اور وہ صرف سر جھک کر رہا گیا۔

"تیری دس بارہ روپے کی بکری ہو جاتی ہے۔ اس سے... اس لئے طرف داری کر رہا ہے۔" حمزہ نے پکڑے والے کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"مت بولو جائی۔ تم مت بولو!" ڈھپ نے ڈھیلے ڈھالے لبج میں پکڑے والے سے کہا۔

"چلا جائے سالے یہاں سے...!" حمزہ ڈھپ کی طرف مزکر دہاڑا۔

"چلے گے؟" ڈھپ نے طنزیہ انداز میں سر کو جنمیں دی۔ اور ان دونوں سے بولا۔ "اب تم جاؤ۔ استاد میری پانی کریں گے...!"

"ابے کیوں شامت آئی ہے چلا جائیں۔" حمزہ پھر دہاڑا۔

سرک پار والی بستی کے پکھے اور لوگ بھی وہاں بیٹھنے لگتے۔ جن میں سے تین عدد پچھے بھی تھے۔ استاد ہی کی طرح ان کے تیور بھی ابھی نہیں تھے۔

ڈھپ ان کی پروادہ کے بغیر پھر کتیاکی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اسے چکار کر بولا۔ "تم کسی قسم کی فکرنا کرنا ذرا لٹکا... یہ لوگ تمہیں مرغی کا سوپ پینے نہیں دیکھ سکتے...!"

حمزہ بالکل ہی آپ سے باہر ہو گیا۔ خود بڑھا ڈھپ کی طرف لیکن اس کا ایک بڑھ آگے آگر بولا۔ "میں ٹھیک کرنے دیتا ہوں استاد...!"

غزال اب اپنے بیڈروم کی گھری کے قریب گھری ہانپر رہتی تھی۔ اس نے ایک بد معاشر کو ڈھپ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کی دانست میں تو ڈھپ اس سے بے خبر ہی تھا۔ کیونکہ اس کی پشت سڑک کی طرف تھی۔ لیکن جیسے ہی اس نے اس کی گردان پر باتھ زالا تھا خود اسی اس کے اوپر سے گذرتا ہوا اسے میں جاپڑا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ حمزہ کے بقیہ دونوں گرگے بھی اس پر جھپٹ پڑے۔ غزال اضطراری طور پر دوڑتی ہوئی اس کرے میں پیچی تھی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ میں فون ڈاٹر کڑی اٹھا کر جلدی جلدی حلکے کے تھانے کے نمبر تلاش کرنے لگی۔ اور حمزہ کے دونوں پٹھے ڈھپ پر ٹوٹ پڑے لیکن وہ بڑی صفائی سے ان کے درمیان سے نکل کر پھر ان کی طرف پلتا۔ اور ایک کی کپٹی پر بھر پر باتھ پڑا تھا۔ وہ تو پھر اٹھتی ہی نہیں سکا تھا۔

حمزہ نے حیرت سے پلکیں جھپکا میں۔ اور ڈھپ جھک کر اسے آداب بجا لاتا ہوا بولا۔!

"اب تمہارا جی چاہے تو تم بھی آجائو۔"

"مارڈالوں گا سالے!" حمزہ دہارتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ بھاری بھر کم تو تھا ہی۔ تماشائی کیجھے کہ اب بے چارے پلکی صاحب کی چنی بن جائے گی۔ اور ہر وہ جو نالے میں جاگرے تھے ایک دوسرا پر گرتے پڑتے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمزہ نے ڈھپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا لیکن کامیاب نہ ہوا کیونکہ وہ جھکائی دتے کر باگیں جانب ہٹ گیا تھا۔

غزال نے پولیس اسٹشن کو فون کر کے پھر خواب گاہ کی طرف دوڑ لگائی۔ اور اب اس نے جو کچھ دیکھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ عجیب تماشہ تھا سڑک پر لوگ دائرے بنائے گھرے تھے اور ڈھپ ان تینوں غندوں کو جھکایاں دے رہا تھا۔ وہ اسے پکڑنے کے لئے اسی دائرے میں ناچتے پھر رہے تھے۔ اور عالم یہ تھا کہ کبھی اس کی لات حمزہ کی کر پر پڑتی اور کبھی اس کے کسی پتھے کے سر پر باتھ پڑ جاتا تھا۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ بچے تالیاں بجارتے تھے۔ اچانک حمزہ نے چاقو نکال لیا۔ لیکن ابھی اسے کھول بھی نہیں پایا تھا کہ ڈھپ نے کسی باہر فری اشائلر زیسلر کے سے انداز میں اچھل کر دنوں لا تین اس کے سینے پر رسید کر دیں۔ وہ کسی تباور درخت کی طرح ڈھیز ہو گیا تھا اور اس کے گرنے کی آواز دوار دور تک سن گئی تھی۔ غزال نے سختی سے دانت بھیجن لئے۔ اور اس کے بعد تو حمزہ کے پھوٹوں کی شامت ہی آگئی تھی۔ متنی دیر میں حمزہ دوبارہ اٹھتا وہ دنوں بھی لمبے لمبے لیٹ گئے۔ اس کے بعد ڈھپ نے بالکل تارزن کے سے انداز کا نفرہ لگایا اور زیر تعمیر بستی کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

پولیس تو اس وقت پیچی تھی جب میدان صاف ہو گیا تھا۔ غزال کے خاندان نے پولیس ان پکڑ کو پوری روادوشنائی کی۔ غندوں کا کہیں پتا نہیں تھا پولیس کو وہ اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں مل سکے تھے۔ ان پکڑ کو نوبل ڈھپ "یا پلکی صاحب" کے سلسلے میں خاصی تشویش ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شہر کا ایک اور ڈھکا چھپا بد معاشر دریافت کر لیا تھا۔ لیکن زیر تعمیر بستی کا کوئی فرد بھی اسے پلکی صاحب کا بتے نہ تھا۔ رات کے کھانے کی میز پر اسی دانست کا تذکرہ چھڑ گیا۔ خاندان کی ماہر داستان گوئے سے انداز میں "پلکی صاحب" کی کہانی سنائے تھا۔

"ارے.... بی بی.... شائد آپ نے وہ منظر تو دیکھا ہی نہیں جب استاد اس کی لات کھا کر چاروں خانے چت گرا تھا۔ ایسی آواز ہوئی تھی کہ میں تو سمجھتا تھا وہ کھو پڑی ہی تھی گئی.... اور اس کے تینوں پٹھے تو کچھ خون میں نہا گئے تھے۔ آدھے گھنٹے تک ہوش نہیں آیا تھا انہیں...."

تھی کہ وہ احمد اس قسم کا آدمی تھا۔ تو سوچتے سوچتے لیٹی اور اونچھنے لگی۔ پھر وہ اچانک چوکے پڑی تھی۔ غنوادی ہی کے عالم میں اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں فائز ہوا ہو۔۔۔۔۔ پھر اس نے کتیا کی کربناک سی چینیں سنی تھیں۔ دوڑ کر کھڑکی کے قریب آئی۔ کتیا کی آوازیں مضمضی ہوتی جا رہی تھیں۔ سڑک پر کئی آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ تاروں کی چھاؤں میں ان کے دھندے ہوئے صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ نالے میں کوئی نارنج کی روشنی ڈال رہا تھا۔ پھر وہ سب قریب ہی کھڑی ہوئی جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ حرکت میں آگئی تھی۔

فائز کی آواز ہی کی بنابر شام کو آس پاس کے کچھ لوگ گھروں سے نکل پڑے تھے۔ اور اب ان کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتیا بھی خاموش ہو گئی تھی۔ اور ادیر بعد پہلے ہی جیسا سنا تھا طاری ہو گیا تھا۔ کتیا کے پلوں کی ”چیاؤ چیاؤ“ بھی نہم گئی تھی۔ آخر وہ فائز کیسا تھا۔ وہ لوگ کون تھے جو نالے میں کچھ دیکھ رہے تھے۔ اور پھر جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسے پولیس والے یاد آئے کہیں وہی نہ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر تک کھڑی سوچتی رہی اور بستر پر آلئی تھی۔۔۔۔۔ فائز کی آواز۔۔۔۔۔ یقیناً وہ فائز ہی کی آواز تھی۔۔۔۔۔ اور کتیا کی کربناک آوازیں۔۔۔۔۔ کیا وہ فائز کیا گیا تھا۔ کیا اس غنڈے نے ڈھمپ کا غصہ بے چاری کتپا پر اتار دیا۔

دوسری صبح اطلاع میں تھی کہ کتیا کو جج بکری نے گولی مار دی اور اس کے پچے غائب ہیں۔ اخنسماں نے ناشتے کی میز پر یہ خبر سنائی تھی۔

”لیکی خیال ہے۔۔۔ اسی غنڈے کی حرکت ہو سکتی ہے۔۔۔ اس کے باپ نے پوچھا۔

”خدا جانے۔۔۔ جناب عالی۔۔۔ لیکن میں اسے اتنا احمد نہیں سمجھتا۔۔۔!“

”تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہی کیا نام تھا اس کا۔۔۔!“

”پلی صاحب۔۔۔!“

”وہی۔۔۔ وہی ہو سکتا ہے وہ خود ہی کسی چکر میں رہا ہو۔ کتیا جیتے جی تو پچھے نہ لے جانے دیتی!“

”ہاں جناب۔۔۔ میں نے بھی بھی سوچا تھا۔۔۔!“

”ناممکن۔۔۔!“ غزالہ بولی۔ ”وہ بھی اتنا احمد نہیں ہو سکتا۔۔۔!“

اس کے باپ نے اسے گھوڑ کر دیکھا اور بولا۔ ”اور تم سے یہ کیا حماقت سرزد ہوئی تھی۔ تم نے پولیس کو کیوں فون کیا تھا۔!“

”ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔!“

اور پھر پلی صاحب کو پتا نہیں آسان کھا گیا یا میں نگل گئی۔!

”اگر پھر کبھی دکھائی دے تو اسے میرے پاس ضرور لانا۔!“ غزالہ کے باپ نے کہا۔ اچھا صاحب۔۔۔! لیکن جناب عالی۔۔۔ وہ صورت سے ایک بہت بھولا بھالا اور سیدھا سادھا آدمی لگتا ہے۔!

”میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔!“

”اور فلسفیوں جیسی باتیں کرتا ہے۔!“ غزالہ بولی۔

”تم کیا جانتا۔!“

”میں کتیا کے پچے دیکھنے گئی تھی۔ مجھ سے الجھا۔!“

”تم کیوں گئی تھیں؟“

”بس یونہی پچے دیکھنے۔!“

”تمہیں مختار رہنا چاہئے۔۔۔!“

”واہ ڈیڑی۔۔۔ اب میں دکالت شروع کر دوں گی۔۔۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میرا سابقہ مسجد

کے ملاوں سے پڑے گا۔ دیکھوں اور بد معاشوں کا تو چوی دامن کا ساتھ ہے۔!“

”فضول مناہث میں پڑنے سے کیا فائدہ۔!“

”آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں اس سے۔!“

”میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس نے اس بدمعاش کے چھکے چھڑا دیئے۔ اگر برسر کارنہ ہو تو اسے ملازمت کا آفر دوں گا۔!“

”اوہ۔۔۔ آپ! بھلا آپ کسی بدمعاش کو کیوں ملازمت دینا چاہتے ہیں۔!“

”اس لئے کہ میرا سابقہ بھی بدمعاشوں سے پڑتا رہتا ہے۔!“

”میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔!“

”بیو تو فی کی باتیں مت کر دو۔۔۔ مجھے عرصہ سے ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جو نادہنده

قرض داروں سے وصول یابی کر سکے۔ یہ کسی شریف آدمی کے بس کاروگ تو نہیں۔!“

غزالہ سر کو خفیہ سی جہش دے کر رہ گئی۔ اس کا باپ ایک بہت بوا تاجر تھا کھانے سے

فارغ ہو کر وہ اپنے بیٹھ روم میں میں پیچھی اور غیر ارادی طور پر کھڑکی کے قریب آکھڑی ہوئی۔ پلیا

پرستانا اور تار کی مسلط تھی۔ اور کتیا کے پچھے مسلسل چیاؤں چیاؤں کیتے جا رہے تھے۔ اوہ کھڑکی

کے پاس سے ہٹ آئی اور بستر پر بیٹھ کر ڈھمپ کے بارے میں سوچنے لگی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی

”ویکو غزالہ آدمی کو ہر قدم سوچ کجھ کر اخانتا چاہئے!“
”اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔ میں نے لفڑی امن کا خطرہ محسوس کیا اور پولیس کو
مطلع کر دیا!“

”بات تینیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پولیس والے ہفتون آتے رہیں گے اور پوچھ چکھ تو ہوتی رہے گی!“
”میں نہیں گھر آتی آخر مجھ پر یکلش تو کرنی ہی ہے۔ ہر وقت پولیس والوں سے بھی سماقت
رہے گا!“

”تم قائل نہیں ہو سکتیں...!“

”قابل ہو جانے والے وکالت کرہی نہیں سکتے....!“

”یہ لاء کی ڈگری شائد بورے خاندان کے لئے وہاں بن جائے گی!“

”کیوں ڈیڑی... مجھے خواہ خواہ بدول کر رہے ہیں ایسا ہی تھا تو منع کر دیتے۔ میں اردو میں
ایم اے کر لیتی۔!“

”وہ بھی مصیبت ہی ہوتی۔ بات بات پر شعر سناتیں۔!“

”ہوں تو ایم کام کرنا چاہئے تھا۔!“ وہ برا سامنہ بنا کر بولی۔

”اس سے بہتر اور پچھے نہ ہوتا!“

”وہ ناشتہ اوہ راچھوڑ کر اٹھ گئی۔ سید ھی بیڈ رومن میں آئی تھی کھڑکی سے باہر نظر پڑتے ہی
ٹھہٹک گئی۔!“

”وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھا سے پلیا پر اکڑوں بیٹھا نظر آیا تھا۔

غزالہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ فوراً خیال آیا کہیں اس کا باپ پولیس کو فون نہ کر دے
باپ نہ کسی بازار والوں میں سے ہی کوئی ایسا کر سکتا تھا۔ کیونکہ پولیس وہاں بھی خاصی دیر تک پوچھ
چکھ کرتی رہی تھی۔ باپ کی موجودگی میں وہ خود اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس نے بازار کی
طرف نظر دوڑا۔ لوگ دور ہی سے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کسی نے بھی سڑک پار کر کے اس
تک پہنچنے کی بہت نہیں کی تھی۔ وہ سوچتی رہی اور پھر بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ باپ کو اس کی
موجودگی کی اطلاع دے دینی چاہئے۔ بقیہ باتمی بعد کی ہیں۔ اگر انہوں نے پولیس کو اطلاع دیئے
کی کوشش کی تو وہ انہیں اس سے بازار کھنے کی کوشش کرے گی۔!

”وہ بھی ناشتہ کی میز پر ہی تھا۔ غزالہ نے اسے ڈھمپ کی موجودگی کی اطلاع دی۔

”بجیب آدمی معلوم ہوتا ہے۔ آج تو اسے اوہ کارخ بھی نہیں کرنا چاہئے تھا۔!“ اس نے

کہا۔ پھر خانماں سے بولا۔ ”اے فور امیرے پاس لاو۔ میں لان پر آ رہا ہوں۔!“
خانماں چلا گیا۔

”کیا آپ اے پولیس کے ہو اے کردیں گے۔!“ غزالہ نے پوچھا۔
”اس سے ملنے کے بعد ہی سوجوں گا کہ کیا کرنا چاہئے۔!“ باپ نے کہا اور اٹھ گیا۔
”میں بھی چلوں...!“ غزالہ جلدی سے بولی۔
”تم...!“ ورک کر اسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”نمیں...! تم نہیں آؤ گی۔!“



وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھا سے پلیا پر اب بھی اسی طرح اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ چھرے پر غم
کے بادل چھائے ہوئے تھے جیسے کچھ ”بیگم“ ہی داغ مفارقت دے گئی ہو۔
”اوہ... جتاب...!“ کسی نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور وہ چوک ڈڑا۔
”آج آپ کو ادھر نہیں آنا چاہئے تھا۔!“ خانماں نے کہا۔

”کیوں نہیں آنا چاہئے تھا۔!
”پولیس کو آپ کی تلاش ہے۔!
”پولیس کو شریف آدمیوں ہی کی تلاش رہتی ہے۔! اس قائل کا کیا ہو گا جس نے مجھ پر یہ
سم ڈھایا ہے۔ پچھے بھی لے گیا مردود۔!
”آپ کو ہمارے صاحب بلارہے ہیں...!
”کون صاحب۔!
”جیلانی صاحب... بہت بڑے سیٹھے ہیں۔!
”مجھے کیوں بلارہے ہیں...?
”آپ سے ملتا چاہتے ہیں۔ آپ نے کل جو بہادری دکھائی تھی اس سے بہت خوش ہیں۔!
”لیکن مجھ پر غنوں کے پہاڑوں پڑے ہیں۔!
”آپ اٹھ بھی چلے صاحب۔ اگر بازار والوں نے تھانے اطلاع پہنچادی تو آپ مشکل میں
پڑیں گے۔ بیٹھلے پس محفوظ رہیں گے۔!
”محفوظ نہیں رہنا چاہتا۔ کیوں کہ محفوظ رہنے میں بھوکوں مرن پڑے گا۔ جیل میں کم از کم

روٹیاں تو ملیں گی۔!
””

”بھائی.... یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ جلدی سے اٹھ چلے!“
وہ کراہتا ہوا پلیسے اڑا تھا۔ اور خانہ مال کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جیلانی سیٹھ سے لان ہی میں
نم بھیڑ ہوئی۔

وہ اسے تقیدی نظر دوں سے دیکھتا تھا پھر بولا تھا۔ ”پولیس تمہاری تلاش میں ہے!“
”یہ اطلاع آپ کا آدمی پہلے ہی دے چکا ہے!“ ڈھمپ نے کہا۔
”پہلے کبھی جیل گئے ہو!“

”جی نہیں.... لیکن اب جانا چاہتا ہوں۔!“
”کیا اسے اتنی دل چھوٹی کیوں لے رہے تھے!“
”کیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں!“

”سید ہی طرح بات کرو!“ جیلانی تیور بدلت کر بولا۔
”کیا ٹھیڑھ نظر آئی ہے اس بات میں!“
”ناشتر کرچکے ہو!“ جیلانی نے موضوع بدلت دیا۔

”جی نہیں!“
جیلانی نے خانہ مال سے کہا۔ ”برآمدے میں ناشتر لگادو!“

اس کے چلے جانے کے بعد ڈھمپ سے پوچھا تھا۔ ”یہاں کس جگہ رستے ہو!“
”جہاں پر بھی رہنے کو جگہ مل جاتی ہے!“

”کیا مطلب!“
”سماں ایک جام کی دوکان میں رکھا ہوا ہے!“

”یعنی کوئی گھریار نہیں ہے!“

”ہے کیوں نہیں... یہاں نہیں ہے۔ میں فرید آباد سے آیا ہوں۔ یہاں کی ایک کمپنی کا
اشتہار ملازمت کے لئے دیکھا تھا۔ عرضی روانہ کی۔ اخڑو یو میں بلا یا اور ان فٹ کر دیا۔ بس اب
دھنکے کھاتا پھر رہا ہوں!“

”واپس کیوں نہیں چلے گئے!“

”اگر وہ کتیانے مل جاتی تو ضرور چلا جاتا!“

”کیا بات ہوئی!“

”بس کیا بتاؤ!... حماقت ہی کہہ لججھے! لیکن مجبوری ہے!“ وہ ماہ سانہ انداز میں سر ہلا کر

رہ گیا۔ جیلانی اسے جواب طلب نظر دوں سے دیکھتا رہا وہ کھکار کر بولا ”چپن ہی سے حاملہ کتیا ہیں
میری کمزوری رہی ہیں۔ اگر کہیں کوئی نظر آجائے تو اس وقت تک اس کی سیوا کر تارہتا ہوں جب
تک وہ فارغ نہیں ہو جاتی۔ لیکن اُس بے چاری کو کسی نے مارڈا اور کیوں؟ بچے بھی غائب ہیں!“

”تو تم پاگل نہیں ہو۔?“
”تمال ہے... کیا آپ مجھے اب تک پاگل سمجھتے رہے ہیں!“
”سب کا یہی خیال ہے۔ کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔!“

”لبی اسے سینکڑ ڈیریں....!“
”نہیں....!“ جیلانی کے لججھے میں حیرت تھی۔

”کاغذات سماں کے ساتھ ہیں۔ کہنے تو دوز کر لیتا آؤں!“
”شناختی کارڈ ہے!“

”جی ہاں.... وہ تو ہر وقت ساتھ رہتا ہے.... یہ دیکھھ!“ اس نے کوٹ کی اندر ورنی جیب
سے شناختی کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔
وہ اسے دیکھتا پہل پھر سر ہلا کر بولا۔ ”ٹھیک ہے... لیکن یہ لڑائی بھڑائی کا فن تم نے کہاں
سے سیکھا!“

”ارے.... وہ کچھ نہیں!“ ڈھمپ شرمزا کر بولا۔ ”اگر کوئی سر ہی ہو جائے تو ہاتھ کی صفائی
دکھانی ہی پڑتی ہے....!“

”اور اس میں بھی ماہر ہی معلوم ہوتے ہو!....!
”جی بس.... کرم ہے پروردگار کا!“

”لیکن یہ ڈھمپ.... نوبل تو ٹھیک ہے لیکن ڈھمپ میں نے آج تک نہیں سننا!“
”آپ نے تو ٹھمپ بھی نہ سنا ہو گا!“

”جیلانی سیٹھ نے سر کو منی جمنش دی۔
”نانہاں والے کٹلپ ہیں.... دراصل یہ دونوں قبیلے افریقیوں ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد
افریقہ سے ایران آئے تھے۔ وہاں آتش پرست ہو گئے.... اور ان کی اولاد نے عیسائی ہو کر ادھر
کارخ کیا۔ ایرانی خون کی آیزرس نے مجھے کسی قدر گفقام بنا دیا ہے.... ورنہ دادا جان تو کوئے
کی کانوں کے شہنشاہ معلوم ہوتے تھے!“

”خوش مراجح بھی ہو!“

"بیہاں کی آب و ہوا کا اثر ہے درستہ آباد اجداد تو ایران میں دھواں چھوڑتے ہوئے چلتے تھے!"

استنسنے میں ناشتہ بھی آگیا چھوٹی میرڈھمپ کے سامنے لگا دی گئی۔ ڈھمپ بڑے تکف سے کھاتا پیتا رہا۔ جیلانی سیٹھے اسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ آخر بولا "تمہارے بارے میں صحیح اندازہ لگاتا مشکل ہے کہ تم کیا چیز ہو!"

"ناچیز۔" ڈھمپ نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"حاضر جواب بھی ہو....!"

"اور کام چور بھی نہیں ہوں....!"

"وہ غندے جن کی تم نے پیائی کی تھی۔ پولیس کو اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں ملے۔ سننی پھیلا رکھی تھی کم سیکتوں نے سارے علاقے میں.... لوگوں کو مر عوب کر کے بڑی بڑی رقبات اشیختھ تھے۔ اشناذاب شرمندگی کے مارے بیہاں کی کومنڈنڈ کھائیں۔"

ڈھمپ نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش دی.... اور چائے پینے لگا۔

"لیکن....!" جیلانی نے کہا۔ "پولیس تمہاری تلاش میں بھی ہے۔"

"آج تک جیل جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی سمجھی۔ اتفاقاً یہ تجربہ بھی کیا رہا ہے گا!"

"کیریٹر تباہ ہو جائے گا۔"

"کوئی کیریٹر نہیں ہے تباہ کیا ہو جائے گا!"

"پھر بھی مستقبل۔"

"غربیوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ مستقبل تو آپ سیکھوں کے پھوپھوں کا ہوتا ہے۔"

"بہت دل جلے معلوم ہوتے ہو....!"

"ارے بی۔ اے سینڈ ڈیرین اگر دھکے کھاتا پھرے تو کیا خوش نظر آئے گا جناب عالی۔"

"کس نے بلا یا تھا انٹرویو میں۔"

"اسیں لس اسیں والوں نے.... لکر بھرتی کر رہے تھے۔"

"اگر اس سے بھی اچھی ملازمت مل جائے تو....!"

"خدا کا شکر او کروں گا۔"

"در اصل مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو بھیڑ کی ٹھکل میں بھیڑ رہا ہو۔ اور میں تم میں یہ صفت بدرجہ اتم پا رہا ہوں۔"

ڈھمپ ہاتھ روک کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ چند لمحے بغور دیکھتا رہا۔۔۔ پھر بولا۔ "آخر آپ کو ایسے آدمی کی ضرورت کیوں ہے....!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حمزہ نے اپنا غصہ اس کی تیاری پر ادا رہا گا!"

"میرا خیال ہے کہ حمزہ اسی حفاظت نہیں کر سکتا۔"

"وہ کہی تھے۔ ایک جیپ پر آئے تھے۔ کتنا کو مار کر پہنچا لے گئے۔"

"اگر غیر متعلق لوگ تھے تو انہوں نے ایسا کیوں کیا۔!"

سیٹھ جیلانی پکھنہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں الحسن کے آثار تھے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جواب کے لئے الفاظ اسہ مل رہے ہوں۔

"میں تمہیں پولیس کے الجھنے سے چاہکتا ہوں۔" آخر وہ اصل موضوع سے بنتا ہوا بولا۔

"پولیس.... کیا کر سکے گی۔ اگر حمزہ اور اس کے گرے گے سامنے نہ آئے۔"

"کچھ نہیں تو مٹھی ہی گرم کرے گی۔"

"بیہاں کیا رکھا ہے ایک سوٹ نیس اور ایک بستر کے علاوہ....!"

"تو پھر وہ تم پر کوئی الزام لگا کر بند کر دیں گے۔"

"روٹیاں تو کھلا کیں گے۔"

"آخر تم اتنے بیوس کیوں ہو۔ آدمی ہمیشہ ہی تو ناکام نہیں رہتا۔"

"دیکھئے جناب۔ کہنے تو یہ بقیہ آدمی پیالی چائے نہ بیکوں۔"

"کیوں.... کیوں بھی۔"

"پہلے یہ بتائیے کہ آپ کو بھیڑ نظر آئے والے بھیڑ یے کی کیوں ضرورت ہے۔"

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"کوئی بات سمجھے بغیر میں قدم ہی نہیں اٹھاتا۔"

"اگر ایسے ہی عقل مند ہو تو اس کی تیاری کے لئے اتنا کچھ کیسے کر گزرے۔"

"اپنی جیب ہلکی کی تھی کسی کی کاٹی تو نہیں تھی۔"

"پھر بھی یہ خط۔"

"میں نہیں جانتا کہ یہ کس قسم کا کومپلکس ہے۔ میں نے بتایا کہ بچپن ہی سے یہ عالم ہے۔

"والدین کے ہاتھوں بہت پت چکا ہوں اس سلسلے میں۔"

"اپنی بات ہے پہلے تم ناشتہ کر لو پھر بتاؤں گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے کوئی غیر

قانونی یا غیر انسانی کام کرانا چاہوں گا تو یہ غلط ہے۔!

”چائے کا کپ خالی کر کے اس نے بلند آہنگ ڈکار لی تھی۔ اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے کھائے پئیے ہوئے سارے ذاتی ایک ایک کر کے پھر احساس کی سطح پر اپنے آئے ہوں۔ ہونقوں کی مانند جیلانی کو دیکھے جا رہا تھا۔

”اگر وہ کتیا اس پلیا کے نیچے نہ ہوتی اور تم نے میں بیٹھ کر اس پرول چھپی ندی ہوتی۔ اور اسی علاقے میں تمہارا جھگڑا ان غندوں سے نہ ہوا ہوتا تو وہ کتیا اس طرح بھی نہ ماری جاتی۔!“

”یہ پلیا تی اہم ہے۔!“ ڈھمپ نے انداز میں سوال کیا۔

”یہ پلیا لئے اہم ہے کہ میری قیام گاہ سے ملتی ہے۔!“

”ارے تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ اہمیت آپکی ہے۔ خواہ مخواہ پلیا میا کتیا کتیا کے جا رہے ہیں۔!“

”یہی سمجھ لو....! قصہ دراصل یہ ہے کہ اگر تم ان خطرنک غندوں کی اس طرح پناہ نہ

کرتے تو کتیا ہر گز نہ ماری جاتی۔!“

”چلنے یہ نہیں ہوئی....اب غندے اہم ہو گے۔!“

”ان سے بھی زیادہ اہم تم خود ہو۔!“ جیلانی نے کہا۔

”جناب عالی۔! اجازت ہو تو اب میں پاگل ہی ہو جاؤں۔ کیونکہ اہمیت کی یہ الٹ پھیر میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!“

”جنہوں نے کتیا کومارا ہے وہ مجھے باور کرنا چاہتے ہیں کہ اسی طرح وہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔!“

”بھلا آپ کی اور میری کیار شستہ داری کردہ آپ کو یہ باور کرنا چاہتے ہیں۔!“

”اوہ نہ یوں سمجھو کر وہ تمہیں میرا آدمی سمجھے تھے۔ محض اس بنا پر کہ تم نے غندوں کی پلائی کر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے انہیں مر عوب کرنے کے لئے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔!“

”اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی ہے بات.... یعنی کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے آپ کا جھگڑا جل رہا ہے لیکن وہا بھی نہ آپ پر قابو نہیں پاسکے۔ ویسے مختلف طریقوں سے آپ کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔!“

”بالکل درست سمجھے ہو تم۔!“ جیلانی خوش ہو کر بولا۔

”اور اب آپ سچے مجھے اپنا آدمی بنانا چاہتے ہیں۔!“

”یہی بات ہے۔!“

ڈھمپ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ ”لیکن میں ایسے کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جو افس سے لے کر بڑی نیک میری سمجھ میں نہ آگیا ہو۔!“

”فی الحال جتنا سمجھ میں آگیا ہے اتنا ہی کافی ہے....! جب تم خود کو اس کا انہل ثابت کر دو گے تو پورا معاملہ ذہن نشین کر دیا جائے گا۔ اور تمہاری ملازمت کا یہ دور آزمائش ہو گا۔!“

”خوب.... خوب....! تو آپ مجھے ٹرائیل میس پر رکھ رہے ہیں۔!“

”یہی سمجھ لو۔!“

”اب ذرا مجھے میرے فرائض سے بھی آگاہ فرمائیے۔!“

”ان لوگوں کی جیز ہوستیوں سے مجھے محفوظ رکھنا۔!“

”کیا وہ آپ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔!“

”غیر۔ فی الحال سمجھ پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میرے انجام کا انہصار خود میرے اپنے روئے پر ہو گا۔!“

”اف فو....! آپ پھر اس ڈور کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔! شائد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی کوئی بات مان لی تو وہ آپ کو بخش دیں گے۔ ورنہ ڈرگ۔!“

”ڈھمپ نے ”ڈرگ“ کے ساتھ اپنی گزدن پر انگلی پھیری تھی۔ جیلانی سیٹھ نے تھوک نگل کر سر کو ابتدی جبشن دی۔

”کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔!“

”میں نہیں جانتا۔!“

”لیکن اس کا علم تو ہو گا ہی کہ ان کی پشت پر کون ہے۔!“

”ظاہر ہے۔ ورنہ میں یہ کیسے جانتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔!“

”تب تو میں آپ کو ایک آسان ترین تدبیر بتاتا ہوں۔!“

”ضرور بتاؤ۔!“

”پولیس کو آگاہ کر دیجئے کہ وہ شخص آپ کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔!“

”بڑی اچھی تدبیر بتائی۔!“ جیلانی سیٹھ زہر خند کے ساتھ بولا۔ گویا میں اتنی دیر نہیں لئے جھک مارتا رہا ہوں کہ تم یہ آسان تدبیر بتا کر خست ہو جاؤ۔!“

”میں نے کہا شائد آپ کونہ سو بھی ہو۔!“

”پھر یہ وقتو کی باتیں شروع کر دیں۔ حالانکہ ابھی ابھی بتراٹا کے لمحے میں بول رہے تھے!“
”بتراٹا کو یونانی میں بوکر میں کہتے ہوں گے جیسے بتراٹا کو سوکر میں کہتے ہیں!“
”میں نہیں جانتا!“ جیلانی سیٹھنے پیزاری سے کہا۔

”خیر... خیر... تو میں یہ سمجھوں کہ وہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے جسے آپ پولیس کے علم
میں نہیں لاسکتے!“

جیلانی کچھ نہ بولا۔ ذہنپ نے کہا۔ ”پس ثابت ہوا کہ کوئی غیر قانونی ہی چکر ہے!“
”قطیٰ ثابت نہیں ہوتا...!“ ہو سکتا ہے میں کسی کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کیلئے بغیر
پولیس سے رابطہ قائم نہ کرنا چاہتا ہوں...!“

”یہ بھی معمول بات ہے...!“ ذہنپ سر ہلا کر بولا۔ ”وراصل میں میں اطمینان کرنا چاہتا
ہوں کہ قانون سے تو نکراون ہو گا!“

”مطمئن رہو۔ میں کوئی جرم نہیں کر رہا۔ ایک ایسے شخص سے اپنا تحفظ کر رہا ہوں جس کے
خلاف مجھے ثبوت فراہم کرنے ہیں۔!“
”کیا تشوہب ہو گی!“

”کم سے کم اپنی ذیماں سے آگاہ کرو!“
”ذہنپ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”قیام و طعام آپ کے ذمے ہو تو
سازھے تین سو میں بھی کام چلنے جائے گا۔ نہ تمباکو نوشی کرتا ہوں اور نہ شراب پیتا ہوں۔
سازھے تین سورو پے چیو ٹم کے لئے کافی ہوں گے!“

”تم نے یہ خبر بھی اچھی سنائی ہے کہ شراب نہیں پیتے۔ میری طرف سے پانچ سورو پے
جب خرچ، قیام و طعام میرے ذمے!“

”ہر گز نہیں۔ اگر ڈیڑھ سو زائد ملے تو شراب بھی پینے لگوں گا!“
”عجیب آدمی ہو...!“ جیلانی سیٹھنے پس کر بولا۔

”تو میں آج سے آپ کا بادی کارڈ ہوں۔!“
”تم نے اپنی صحیح حیثیت میں کی ہے۔!“

”تو اٹھا لوں اپناسمان بار بر شاپ سے!“
”ضرور اٹھا لاو...! لیکن میری گاڑی میں جاؤ گے۔ ڈرائیور آتی ہے!“
”لا اسنس بھی ہے جناب عالی! لیکن یہاں اس کا اندر راج ہیں ہے۔ یہ کام آپ کرائی دیں

گے!“
”پتکی بجائے... لیکن آج تمہیں ڈرائیور لے جائے گا!“
”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ حلقو کے تھانے میں روپرٹ ضرور کر دیں کہ مجھے
بجیشیت باذی گارڈر کہا ہے۔ اس طرح میں زیو اور رکھنے کا مجاز بھی ہو جاؤں گا!“
”کبھی چلایا ہے زیو اور...!“

”جلد ہی آپ میری قادر اندازی کے بھی قائل ہو جائیں گے!“
”آخر تم نے یہ سب اتنی سی عمر میں کیسے حاصل کر لیا!“

”پہلی بار میٹرک میں فیل ہونے کے بعد سرگس میں بھرتی ہو گیا تھا۔ دوسال تک فرینگ
حاصل کی ہے۔ دوسال کے بعد باپ کو معلوم ہوا کہ تم کو ماڈپوت بن گیا ہوں....!“
”پھر اتنی پرانی ہوئی کہ دوبارہ میٹرک میں داخلہ لینا پڑا!“
”اب جاؤ اور اپناسمان یہیں لے آؤ... میری گاڑی میں دیکھ کر محضہ اور اس کے گرے تم
سے دوبارہ الحجت کا خیال ترک کر دیں گے!“
”جی بہتر بہتر...!“



جو لیانا فٹر واٹر ایک ایک سے عمران کے بارے میں پوچھتی پھر رہی تھی۔ پندرہ دن سے
غائب تھا۔ کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا۔ اب صرف صدر اور نیو ہی باقی بچے تھے جن
سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے
گیا ہو۔ لیکن کہاں؟

عمران کے معاملے میں اس کا عجیب حال تھا سانے ہوتا تو چاہا کھانے کو دوڑتی اور نظر وہ
سے او جھل ہونے پر عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی۔ یہر حال اس وقت وہ پھر اس کی
ٹلاش میں نکلنے والی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔....! اس نے نہ اسمند بنا کر رسیور اٹھایا تھا۔ دوسرا
طرف سے ایکس نوکی آواز آئی۔

”عمران کے سلسلے میں کیوں پوچھ گچھ کرتی پھر رہی ہو!“
”وہ دراصل.... جتاب اس نے مجھ سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ لیکن وعدے کے مطابق
اواسنگی نہیں کی۔!“ جو لیانے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ اس نے کسی سے قرض لیا ہو۔ خیر یہ تم لوگوں کے اپنے معاملات ہیں!"

"وہ مجھ سے قرض لیتا ہے جتنا بدوسریوں سے معلوم کر سکتے ہیں؟"

"جو لیا... غیر ضروری باشیں نہیں! تمہیں ایک لڑکی کی مگر انی کرنی ہے۔ انٹر نیشنل کے کمرہ گیارہ میں ٹھہری ہوئی ہے۔ طہران سے آئی ہے لیکن ایرانی نہیں ہے: اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر کے مجھے براہ راست باخبر رکھو!"

"بہت بہتر جناب!"

"نیو کرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔ تم لڑکی کی باہر کی مصروفیات پر نظر رکھوگی!"

"بہت بہتر جناب!"

"دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر نہ اسامنہ بیالی۔ تو نیو... انٹر نیشنل کے کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے اور گیارہ میں وہ لڑکی.... جو لیا سوچ رہی تھی۔ لڑکی طہران سے آئی ہے۔ لیکن ایرانی نہیں ہے۔ آخر نیو کب سے دہل مقیم ہے؟ اور ایکسو اس سے بھی باخرا ہے کہ وہ اس دوران میں عمران کے بارے میں پوچھ چکھ کرتی رہی ہے۔"

خیالات میں ابھی ہوئی وہ انٹر نیشنل تک پہنچی تھی۔ کمرہ نمبر گیارہ پہلی منزل پر تھا۔ لفٹ کی بجائے اس نے زینے استعمال کئے۔ لاونچ میں پہنچ کر رک گئی۔ لیکن اندازہ کرنا دشوار تھا۔ وہ دونوں اپنے کمرزوں میں موجود بھی ہیں یا نہیں کچھ دیر لاونچ ہی میں بیٹھی تھی۔ پھر انھوں کر کرہ نمبر بارہ کے سامنے آکرہ ہوئی تھی۔

دروازے پر آہستہ سے دسک دی۔ اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ دروازہ بھی کھلا تھا لیکن دروازہ کھولنے والا نیو نہیں تھا۔ ایک لڑکی تھی۔ سرخ بالوں والی کوئی یورپین یا امریکن لڑکی۔ جو لیا نے بوکھا کر ایک بار پھر دروازے کے غیر پر نظر ڈال۔ وہ بلاشبہ کمرہ نمبر بارہ ہی تھا۔

"کیا یہ کمرہ نمبر بارہ نہیں ہے؟" بالآخر اس نے لڑکی سے سوال کیا جاؤسے جیسے دیکھے جا رہی تھی۔

"کمرہ نمبر بارہ ہے... لیکن تم کون ہو...!"

"شائد مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ معاف کرنا!"

"کوئی بات نہیں... اب آئی ہو تو اندر آ جاؤ... میں یہاں تھا ہوں!"

"اف فوہ... میں معافی پا چاہتی ہوں۔!"

"کیا بہت جلدی میں ہو۔!"

"نہیں کوئی اسکی جلدی بھی نہیں۔!"

"تو پھر آ جاؤ...!"

جو لیا پہنچا ہبھ کے ساتھ اندر پہنچی۔ لڑکی لمحے سے انگریز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن روایہ انگریزوں جیسا نہیں تھا۔ انگریزوں کی فطرت کے مطابق اسے دروازہ بند کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے اسے کر کے میں داخل ہونے کی دعوت دے دی تھی۔ اجنبیوں سے اس حد تک اخلاق بر قاع انگریزوں کی سرشت نہیں ہو سکتی۔

"کیا تم بیٹھو گی نہیں؟" اس نے جو لیا سے کہا اور جو لیا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"کیا تمہیں کسی کی تلاش ہے؟"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ میرا ایک دوست کرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔"

"دو تین دن پہلے ضرور رہا ہو گا۔ تین دن سے تو میں ہی مقیم ہوں اور عجیب اتفاق ہے کہ جس کے لئے آئی تھی وہ یہاں سے جا پکا ہے!"

"افسوس ہوا!"

"یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔ تم پہلی فرد ہو جس سے گفتگو ہو رہی ہے۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"ایران سے... یوکے سے تعلق ہے۔ ایران میں آثار قدیمه پر ریسروچ کر رہی تھی۔ تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"میں جرم بنوئے والی سوکھیں ہوں۔!"

"مگر انگلش انگریزوں کے لمحے میں بولتی ہو۔!"

"میری ماں انگریز تھی۔" جو لیا نے کہا "میرا مام جو لیا فڑواڑ نہیں ہے یہاں ایک فرم میں کام کرتی ہوں۔"

"میں روز امیکیوں ہوں...!"

دونوں نے مصافحہ کیا اور خواہ مخواہ پڑیں۔ پھر روزانے پوچھا۔ "کیا پیو گی؟"

"پورٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتی...!"

روزانے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے پورٹ کے لئے کہا تھا۔ اور جولیا سے بولی
تھی۔! ”اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!“
”کس سلسلے میں....!“

”جس کے پاس آئی تھی وہ بیہاں سے جاچکا ہے اب میرے پاس اتنی ہی رقم ہے کہ دو دن
تک اور قیام کر سکوں۔!“

”یہ تو اچھی خبر نہیں ہے۔!“

”میری خاصی بڑی رقم اس کی تحویل میں ہے۔!“

”کیا تم نے اسے اپنی آمد سے مطلع کر دیا تھا۔!“

”میرا خط پہنچنے سے پہلے ہی وہ بیہاں سے جاچکا ہے۔ خط میں نے بیہاں اس کے لیٹر بکس
میں پڑاویکھا۔!“

”پھر اب کیا کرو گی....!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے اور اسے بیہاں سے ساتھ ہی ایران والیں جانا تھا۔!“

”کیا تمہارے پاس واپسی کا نکٹ نہیں ہے۔!“

”تھی تو حادث سرزد ہوئی تھی کہ واپسی کا نکٹ نہیں لیا تھا۔!“

”واتھی بڑی دشواری میں پڑ گئی ہو۔!“

کسی نے دروازے پر دستک دی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ روم
سروس کا بیر اتھا۔ پورٹ کی بوتل اور دو گلاس لایا تھا۔ ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔
روزانے دونوں گلاسوں میں پورٹ اینڈیلی۔ گلاس ہولے سے ٹکرائے اور ہونٹوں کی طرف
بڑھ گئے۔

”میں اتنی نالدار تو نہیں ہوں کہ تمہاری مدد کر سکوں۔!“ جولیا ہنچنے کہا۔ ”لیکن اگر تم چاہو تو
ہوش چھوڑ کر میرے ساتھ قیام کر سکتی ہو۔!“

”سوال واپسی کا ہے۔!“

”اپنے سفارات خانے سے کیوں رجوع نہیں کرتیں۔!“

”بپض وجہات کی بناء پر میں ایسا نہیں کر سکتی۔!“

”میں کچھ اور سوچوں گی۔!“ جولیا نے کہا۔

روزانے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر گھونٹ کے ساتھ اس کی

تشویش بھی بڑھتی جا رہی ہو۔ جولیا قریباً ایک گھنٹے تک وہاں ٹھہری تھی اور اس دوران میں قطعی
بھول گئی تھی کہ بیہاں آئی کیوں تھی۔ بہر حال اسے مزید تسلیاں دنے کر کرے سے باہر نکلی
تھی۔ زینوں کے قریب نیو نظر آیا۔ اور اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے زینوں پر اڑ گیا پھر وہ
دونوں آگے پیچھے سڑک پر پہنچے تھے۔

”کیا خیال ہے تمہارا۔... تم کیا کرتی پھر رہی ہو۔...!“ نیو نے جولیا سے سوال کیا۔

”یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتی ہوں۔!“

”میا تمہیں اس کے لئے کوئی ہدایت ملی ہے۔!“

”پہلے تم بتاؤ کہ کس کرے میں مقیم ہو۔...!“

”مگر وہ نمبر گیراہ میں۔!“

”لیکن آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ ایکس نو سے اس قسم کی کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”اس نے مجھے ایک ایسی لاکی کی گئی اور مامور کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق کرہ نمبر
گیراہ میں مقیم تھی۔ اور اس کے لیے بھی بتایا تھا کہ تم کرہ نمبر بارہ میں رہتے ہو۔!“

”تمہارے سنتے میں فرق آیا ہو گا۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“ وہ بیزاری نے بولی۔ ”میں نے تو اسے تمہارا کرہ سمجھ کر
دروازے پر دستک دی تھی۔!“

”کیا مجھ سے مل بیٹھنے کا بھی حکم ملا تھا۔!“

”نہیں۔...! پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا۔!“

”عمران صاحب نے پہلے ہی یہ بات ذہن نشین کر دی تھی کہ مجھے اتنا ہی کام کرنے کی
عادت ڈالنی ہو گی جتنے کا حکم ملے۔!“

”ختم بھی کرو۔“ جولیا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ ”میں دراصل تم سے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ
غمراں کہاں ہے۔ قریباً پندرہ دن سے غائب ہے۔!“

”اس کے برخلاف میر امشورہ ہے کہ تم فوری طور پر ایکس نو سے رابطہ قائم کر کے اسے اس
کی غلطی کا احساس دلادو۔ میں نے تم دونوں کی گفتگو سنی تھی۔!“

”اوه.... مگر کہاں سے۔!“

”اپنے کرے سے۔ اس کے کرے میں ایسے آلات چھپا دیے گئے ہیں جن کے ذریعے اندر

دوسرا طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ جو لیا بو تھے سے باہر آئی تھی۔ اور مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ آخر ایکس نو آجکل اتنا شریف کیوں ہو گیا ہے۔ زیادہ الجھنا نہیں۔ لبھے میں تھی بھی نہیں ہوتی۔

کیفے خیابان کے چھوٹے ہے ہال میں نیو کو تلاش کر لینا مشکل نہیں تھا۔ وہ ایک گوشے میں نظر آگیا!

”کیا رہی!“ نیو نے پوچھا۔

”سب ٹھیک ہے!“ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”صرف کافی مٹگلووو...!“ ”بہت بہتر اور کوئی خدمت...!“

”زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں!“ جو لیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”بہت بہتر...!“ نیو نے سعادت مندی سے کہا۔ ”لیکن وہ شخص بڑا بد نصیب ہے!“ ”فضول بالتمیں مت کرو... وہ کہاں ہے!“

”یہ تو نہیں جانتا... لیکن جس واقعے کے بعد غائب ہوئے ہیں اس کا علم ہے۔!“ ”کیسا واقعہ!“

”اسے واقعہ بھی نہ کہنا چاہئے۔ ایک بہت معمولی سی بات تھی... لیکن حیرت انگیز کی بجا سکتی تھی!“

وپھر آیا اور آڈر لے گیا تھا۔ جو لیا ماضی بانہ انداز میں نیو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ نیو ہاتھ ملتا ہوا بول۔ ”آن سردی کچھ زیادہ ہی معلوم ہو رہی ہے!“

جو لیا نے اسے گھورتے ہوئے سر کو جبش دی۔ ... شدت سے غصہ آرہا تھا اس پر۔ جلدی سے بات پوری نہیں کر دیتا۔ خواہ گواہ مکاؤں کے جا رہا ہے...!“

”میں اس وقت ان کے قیست ہی میں تھا۔ سلیمان اور اس کی بیوی آپس میں لڑپڑے تھے کسی بات پر...!“

”دونوں کو جہنم میں جھوکو نظر نگاری کی ضرورت نہیں!“

”ہاں تو مسٹر عمران جوزف کو قلفہ وجودیت کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اس کا کہانیوں اور ڈراموں کے علاوہ اور کہیں وجود نہیں ہے۔ اور ٹال پال سارہ ترسوچتے سوچتے تھک گیا ہے۔“

اس لئے قلفہ کھولت زیادہ موزوں نام رہے گا اس کا...!“

جو لیا دانت پیس کر رہا گی۔ کچھ بولی نہیں۔ نیو کہتا رہا۔ ”پھر اچانک ایک تار آیا تھا۔ میں نہیں

ہونے والی گفتگو میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر ریکارڈ کرتا رہتا ہوں۔ یہ اطلاع قطعی غلط ہے کہ پہلہ وہ کسی کو نہیں جانتی۔ کم از کم دو مختلف آوازیں تو میں نے ریکارڈ کر رکھی ہیں!“

”تب تو واقعی... مجھے... ایکس ٹو سے فوراً بات کرنی چاہئے۔ لیکن تم... اس وقت تک لمبیں ٹھہر دے گے جب تک کہ میں سامنے والے بو تھے نے واپس نہیں آتی!“

”یہاں نہیں ٹھہر دوں گا... اور ہر کیفی خیابان ہے... وہیں آتا!“

”اوکے...!“ کہہ کر جو لیا سڑک پار کر گئی۔ دوسرا طرف ایک پیک کاں بو تھا اس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کے اور جواب ملنے پر بولی۔ ”جو لیا نا سر؟“

”کیا خبر ہے!“

”آپ نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کرہ نمبر گیارہ میں مقیم ہے!“

”اگر میں نے کرہ نمبر گیارہ کہا تھا تو غلط کہا تھا!“

”بہر حال اس غلطی کی بنا پر اس سے مدد بھیڑ ہو گئی....!“

”میں مطلب...!“

جو لیا نے جلدی جلدی پورا واقعہ دہرایا اور دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ نیو سے مل بیٹھنے کی بھی کوشش کر ڈالتا!“

”جی نہیں... آپ نے نہیں کہا تھا!“

”تو پھر...!“

”میں دراصل نیو سے معلوم کرنا چاہتی...!“

”جو لیا... کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر بول۔ ”تم نیو سے عمران کا پہنچ معلوم کرنا چاہتی تھیں!“

جو لیا تھوک نگل کر رہا گئی... ”ہلو“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”میں سر...!“

”اگر وہ لڑکی تمہاری پیشکش منظور کر لے تو اسے اپنے ساتھ رانا پیلس لے آتا!“

”لیکن میرا جھوٹ فوراً ہی اس پر مکشف ہو جائے گا۔ کسی فرم میں کام کرنے والی ابتنے شاندار محل میں نہیں رہ سکتی۔“

”اس کی فکر مرت کرو تمہیں اس کو وجہ لانا ہے...!“

”بہت بہتر جناب!“

”کیا آپ کے قریب میری موجودگی بھی ضروری ہو گئی جناب!“ اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔
 ”نہیں... یہاں ضرورت نہیں ہو گی!“ میں اپنا بلڈ پریشر چیک کرانے آیا ہوں!“
 ”مردوں کو مردوں اور عورتوں کو عورتوں سے بلڈ پریشر چیک کرنا چاہئے!“
 ”پھر یہ تو فونی کی بات کی...!“
 ”یقین بخجئے... اللہ اسی طرح حرم کرتا ہے ورنہ بلڈ پریشر ہائی سے ہائی تر ہو تا رہتا ہے!“
 ”ممت بکواس کرو!“ کہتا ہوا جیلانی سیٹھ گاڑی سے اتر گیا۔ ڈھپ نے یچھے اتر کر اس کے لئے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بر جان چیزوں سے شغل کر رہا تھا۔
 پچھلے دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اتر اتھا۔ اور قریب ہی کے ایک کیفے کی طرف چل پڑا تھا۔ دفعتا کی نے یچھے نے آواز دی۔ ”پلی صاحب!“
 وہ رک کر مڑا اور سوچنے لگا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ قریب پہنچ کر اجنبی نے کہا۔ ”یہ تم کھلے بندوں کہاں پھر رہے ہو!“
 ”بند بندوں تو ناممکن ہے!“
 ”کہنے کا مطلب یہ کہ جزو کے پٹھے تمہیں سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔!“
 ”کیا یہ جگہ سارے شہر میں شامل نہیں ہے! مجھے تو بھی تک کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔ لیکن تم کون ہو...!“
 ”یہ اس وقت ہاں موجود تھا جب تم جزو سے جھگڑا کر رہے تھے۔!“
 ”میں نہیں کر رہا تھا بلکہ آسی نے شروع کیا تھا!“
 ”پچھے بھی ہو! تمہیں دو چار دن احتیاط بر تی چاہئے۔ ویسے سب کی ہمدردیاں تھیں ساتھ میں۔!“
 ”شکر یہ...! اس شہر کے لوگ بہت اچھے ہیں۔!“
 ”تمیاں تم کہیں باہر سے آئے ہو!“
 ”فرید آباد سے!“
 ”تب تو اور زیادہ مختاطر ہو!“
 ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح مختاطر ہوں...!“
 ”خیر چھوڑو... آؤ... ایک ایک کپ چائے کا ہو جائے!“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے کی طرف

جاناتا کہ کیوں آیا تھا۔ تار کے مضمون سے بھی آگاہ ہوں لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر۔“
 ”لیا مضمون تھا!“ جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔
 ”کہیا پچھے دینے والی ہے!“
 ”کیوں بکواس کر رہے ہو!“
 ”بڑی سے بڑی قسم کھاس کہاں ہوں...!“
 ”اچھا تو پھر...!“
 ”عمران صاحب پر بولاہست کا دورہ پڑا تھا۔ تار کے لفافے کو میز پر ڈال کر کسی سے کچھ کہے بغیر فیکٹ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ان کا سراغ نہیں مل سکا۔!
 ”کہیا پچھے دینے والی ہے!“ جولیا آہستہ سے پڑ بڑائی۔ کچھ سوچتی رہی پھر یوں۔ ”اگر تم سمجھی گی سے کہہ رہے ہو تو یقیناً حیرت انگیز اطلاع تھی۔!
 ”اطلاع حیرت انگیز نہیں تھی بلکہ ان کا روایہ حیرت انگیز تھا۔!
 ”تم نے خود دیکھا تھا وہ میسح.....!“
 ”کہہ تو رہا ہوں کہ وہ جلدی میں تار کا لفافہ میز پر ڈال گئے تھے۔!
 ”کہاں سے آیا تھا تار!“
 ”شاہدار اسے... اطلاع دینے والے یا والی کا نام ”زیبا“ درج تھا۔!
 ”زیبا... میں اس نام کی ایک لیڈی ڈائٹر سے واقع ہوں۔ جو شاہدار اسی میں رہتی ہے۔!
 جولیا نے کہا۔ اور پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

لے جاتا ہوا بولا۔ اور نیک اسی وقت ایک عجیب طرح کی خوبصورت ڈھنپ کے ذہن پر حملہ آور ہوئی۔ بڑی مسیر کرن خوبصورتی۔ اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں۔ اور جاتا جگہ تا شبرا ایک دم تاریک ہو گیا۔ نہ صرف شہر تاریک ہو گیا بلکہ اس کا وجود بھی اسی تاریکی میں گھل مل گیا۔ پھر نہ جانے کتنی دیر بعد وہ تاریکی کسی پھرے ہوئے سمندر کی جھاگ اڑاتی ہوئی دیو پیکر لبروں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ لہریں اسے اچھالی تھیں اور وہ بہت اوپنجائی سے پھر پانی کی سطح پر اُگرتا تھا۔ لیکن آنکھیں نہیں کھل گئی تھیں۔ پھر کسی بہت بڑی مچھلی نے اس کی گردان دبوچی۔ تھی اور پانی کی سطح پر سیدھا کھڑا کر دیا تھا۔ دفتہ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ وہ سخت زمین پر کھڑا جوم رہا تھا۔ لیکن نہ وہ سڑک تھی اور نہ وہ ماحول۔ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ صرف پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ان پر پانچ سیاہ پوش بیٹھے نظر آرہے تھے سرتاپا سیاہ پوش۔ پھر وہ پر صرف آنکھوں کی جگہیں کھلی ہوئی تھیں۔

”اف.... فوہ....!“ ڈھنپ سر جھلک کر بولا۔ ”تو یہاں بیک بورڈ نیمیجا ہوا ہے۔!“ ”خاموش رہو....!“ ایک کرسی سے سرداںی آواز آئی۔

ڈھنپ نے سخت سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کمرے میں صرف ایک ہی دروازہ تھا اور کمرہ ایسے کندڑیشند معلوم ہوا تھا۔!

”تم کون ہو۔!“ ہی آواز پھر سنائی دی۔

”ڈھنپ۔!“

”یہ کیا ہوتا ہے۔!“

”میری غلن دیکھ لو۔۔۔ یہی ہوتا ہے۔!“

”تمہارا عہدہ کیا ہے۔!“

”ڈھنپوں کا کوئی عہدہ نہیں ہوتا۔ صرف عوام کے خادم ہوتے ہیں۔!“

”پولیس کے کس شعبے سے تعلق رکھتے ہوں۔!“

”جن شبے میں دل چاہے پھر تک کراؤ۔!“

”سید ہی طرح بات کرو۔۔۔ یہ حمزہ عنزے کا معاملہ نہیں ہے۔!“

”پھر کس شریف آدمی کے نمائندے ہو تم لوگ....!“

”بولے والا دوسرا نے نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔ اور بولا۔!“ اسے سبق دو۔!

وہ نقاب پوش اٹھا۔ ڈھنپ نے اس کے ہاتھ میں چڑے کا ملباس چاپک دیکھا۔

”شراب....!“ چاپک کی آواز کرنے میں گوئی تھی۔۔۔ اور ڈھنپ نے لمبی چھلانگ لگا کر خود کو اس کی زد سے چھایا تھا۔

”کسی تائگے والے کے نمائندے معلوم ہوتے ہو۔!“ ساتھ ہی ریمارک بھی پاس کیا تھا۔!

”ٹھہر....!“ دوسرا نقاب پوش ریو اور نکالتا ہوا بولا۔ ”میں اسے کوئی کرتا ہوں۔۔۔ اگر چاپک کی مار سے بچے گا تو گولی کھائے گا۔!“

”اس کی نہیں ہوتی۔!“ ڈھنپ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ریو اور یا چاپک۔۔۔ ویسے آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!“

”اپنی حقیقت ظاہر کر دو۔۔۔!“

”فرید آبادے ملازمت کی جلاش میں آیا تھا۔ انڑ دیو بھی دیا۔۔۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اتنے میں وہ حاملہ کیتا نظر آگئی۔!“

”کیا بک رہے ہو۔ کیسی حاملہ کتیا۔!“

”کیسی حاملہ کتیا۔۔۔ عجیب سوال ہے۔ حاملہ کا مطلب بتاؤں یا کیتا کا۔ تم کیتا نہیں سمجھتے۔ ارے ایسی کتیا جو بچے دیئے والی ہو۔!“

”یہ کیا بک رہا ہے۔۔۔!“ نقاب پوش نے اپنے برادر والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

”وہ کیا بتائیں گے۔۔۔ تمہاری ہی طرح کے تو ہیں۔ مجھ سے پوچھو۔۔۔!“ ڈھنپ جلدی سے بولا۔!“ تو حمact ہی۔ بارہا شرمندہ بھی ہوا ہوں اپنی اس عادت پر۔ مگر مجبوری ہے۔

شائد کوئی کو مپلس ہے۔ بچپن ہی نے یہ حال ہے کہ اگر کہیں کوئی حاملہ کیتا نظر آجائے تو اس وقت تک اس کی دلکشی بھال کر تارہتا ہوں جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔

اڑھر سے گذر رہا تھا کہ پلیا کے نیچے وہ کیتا نظر آگئی۔۔۔ بس اتنی ہی کہانی ہے میری۔۔۔ ہاں۔۔۔ وہ حمزہ خونوہ لڑ پڑا تھا۔۔۔ ورنہ میں بہت شریف آدمی ہوں۔۔۔ دادا میاں کی طرف سے ڈھنپ اور ناہماں کی طرف سے کلامپ ہوں۔ شائد آپ لوگوں نے میرے نانا ہاڑ ڈھنپ کا نام سا ہو۔

جہنوں نے سڑکوں پر سے کوڑاٹھانے کی میثیں ایجاد کی تھی۔!“

”ہم نے نہیں سنا۔!“

”توب اس اؤ۔۔۔!“

”جلانی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!“

”ان کا باڑی گارڈ ہوں۔ حمزہ سے بھگڑے کے بعد انہوں نے مجھے اس ملازمت کی پیش کش

”چور... یعنی جیلانی سیٹھ...!“

”ایک گھنٹا قسم کا معمولی چور...!“

”پتا نہیں... میں کس چکر میں پڑ گیا ہوں۔ مگر بھائیو! آخر اس بے چاری کتیا کا لیا قصور تھا۔ آپ لوگوں نے اسے کیوں مار دیا۔ اور اس کے پچے کیوں اخواں یے!“

”کیوں کواس کر رہے ہو ہم ایسا کیوں کرنے لگے۔ کیا اس نے کوئی ایسی کہانی بھی سنائی ہے!“

”جی ہاں... ان کی صاحب زادی نے اپنے بیڈر دم کی کھڑکی سے سارا ماجہد دیکھا تھا۔ کئی آدمی ایک جیپ سے اترے تھے۔ کتیا پر گولی چلائی تھی۔ اور اس کے پھوٹ کو اخالتے گئے تھے!“

”اس معاملے کو پر اسراز بنا کر پیش کیا گیا ہے تھا۔ سامنے... ہو سکتا ہے وہ جیلانی ہی کے آدمی رہے ہوں!“

”لیکن دوستو...! میں کوئی ایسا اہم آدمی نہیں ہوں۔ جسے کچھ باور کرانے کے لئے جیلانی سیٹھ کو اس قسم کا ناٹک کھلیا پڑے...!“

”اسی بنا پر تو ہمیں خیال ہوا تھا کہ تم کوئی اہم آدمی ہو۔!“

”سب تو مرد ایسی دیتا چاہیلانی سیٹھ نے!“

”اب کی ارادہ ہے... ملازمت جاری رکھو گے...!“

”اب بھی کچھ کہہ نہیں سکتا!“

”ہمیں اس سے کوئی سر و کار نہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تم پوری وضاحت کے ساتھ ہماری آخری وارنگ اس تک پہنچاؤ!“

و فتحاً حمپ بن پھر وہی خوب شو محسوس کی تھی۔ سر چکر لایا تھا اور وہ ایک بار پھر ذہیر ہو گیا تھا۔ دوسری بار آنکھ کھلی تو سب سے پہلے سردی اور تیز ہوا کا احساس ہوں۔ پھر تاریکی ہی تاریکی... اور بدبو کے بھیکے... اٹھنا چاہیا لیکن سر چھت سے ٹکرایا تھا۔... خدا کی پناہ... کیا وہ کسی

صندوق میں بند ہے...! اس نے سوچا اور تیزی سے سر سہلانے لگا...! تھیک اسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیپس کی روشنی نظر آئی تھی... اور وہ اچھل پڑا تھا۔ ایک بد پھر سر میں چوٹ آئی اور وہ

گھنٹوں کے بل چلتا ہوا اپلیا سے باہر نکل آیا۔ یہ وہی بیلیا تھی جس کے نیچے کتیا نے پنج دینے تھے۔ وہ جیلانی سیٹھ کے بیگلے نک آیا۔ چوکیدار دھماڑا تھا۔ ”کون ہے؟“

”لب بس... زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں!“ وہ حمپ بیزاری سے بولا۔

”کون پلیلی صاحب...!“ چوکیدار نے سخت لبچ میں کہا۔ ”چھانک نہیں کھلے گا صاحب“

کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے!“

”کیا خیال ہے؟ تمہاری عدم موجودگی میں اسے قتل کر دیا گیا ہو گا!“

”خدا کی پناہ...!“ وہ حمپ بو کھلا گیا۔

”تم ڈیوٹی پر تھے... اگر گاڑی میں اس کی لاش ملی اور تم غائب ہوئے تو۔! پولیس پہلے ہی

نے تمہاری طرف سے تشویش میں مبتلا ہے۔!“

”یہ تم لوگوں نے کیا کیا...!“

”اب بھی نہیں ہوا... لیکن بھی ہو گا!“

”بڑی بڑوی کی بات ہے... اوہ... خدا کی پناہ...!“ وہ حمپ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پانچوں نے قبیقے لگائے تھے۔ اور پھر ان میں سے ایک بولا تھا۔ ”جیلانی سے کہہ دینا کہ جس طرح تم حریت الگیز طور پر ہم تک پہنچ گئے ہوا ہی طرح ہم جب بھی چاہیں اسے بھی طلب کر سکتے ہیں۔!“

”تو وہ کاروباری حریف آپ ہی حضرات ہیں۔!“

”بکواس ہے... ہم اس جیسے حیرت آدمی کے حریف اس طرح ہو سکتے ہیں۔!“

”پھر تو میری عقل جران ہے۔!“ وہ حمپ بے بسی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

”لیکن نے تمہیں تفصیل نہیں بتائی...!“

”نہیں... بس اتنا ہی کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔!“

”اس سے کہہ دینا کہ یہ آخری وارنگ تھی... اس کے بعد ایک ایک کر کے اس کے سارے افراد خاندان ختم کر دیئے جائیں گے لیکن اسے زندہ رکھا جائے گا۔!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں سے میری واپسی ممکن ہے؟“ وہ حمپ خوش ہو کر بولا۔

”آخری وارنگ پہنچانے کی حد تک تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے افراد خاندان کے ساتھ تم بھی مارے گئے تو یہ تمہاری اپنی غلطی ہو گی۔!“

”ملازمت بھی ملی تو تکوار کی دھار پر۔!“ وہ حمپ بر اسمانہ بنا کر بولا۔

”تمہاری کیا حقیقت ہے اگر جیلانی پوری فوج بھی رکھ لے تو ہو گا وہی جو ہم چاہیں گے۔!“

”لیکن... آخر تم لوگ مجھے پولیس دالا سمجھتے پر کیوں منصر تھے؟“

”خیال ہوا تھا کہ شاندار اس نے پولیس سے مدد طلب کر لی ہے۔!“

”کیا وہ ایسا نہیں کر سکتے؟“

”ہرگز نہیں۔ کوئی چور پولیس سے مدد طلب کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا۔!“

نے کہا ہے صبح کو آکر اپنا سامان لے جاتا۔!
”کیا بات ہے؟ آخر ہوا کیا؟“

”تم صاحب گوتائے بغیر غائب ہو گئے تھے۔ صاحب تاراض ہیں!“

”اگر جاگ رہے ہیں تو انہیں اطلاع دے دو کہ میں وابس آگیا ہوں... اگر اس وقت ملاقات نہ ہو سکی تو پھر بھی نہ ہو گی!“

دفعتہ کہیں دور سے جیلانی سیٹھ کی آواز آئی۔ ”کون ہے.... کیا بات ہے؟“

”میں ہوں سیٹھ یہ چوکیدار چھانک نہیں کھول رہا۔“ وہ سپ نے ہاں کھل۔

”یہ کیا حرکت تھی؟“ اس بار قریب ہی سے آواز آئی۔

”چھانک کھول دو...!“ جیلانی نے چوکیدار سے کہا۔

”اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈھمپ لا ببری یہی میں بیٹھا اپنی کہانی سنارہا تھا۔ جیلانی سیٹھ کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑتی جا رہی تھی۔ اس کے خاموش ہونے پر تھوک نگل کر بولا۔“ تو تم کینے بہار والے فٹ پاٹھ پر تھے۔“

”جی ہاں! چائے کی طلب ہوئی تھی۔ میں نے کہا جب تک آپ ملہ پر شر چیک کرائیں میں ایک کپ چائے پی اوں...!“

”اورو چین تم پر غشی طاری ہوئی تھی!“

”جی ہاں! میں بیان نہیں کر سکتا کہ کیسی خوبصورتی!“

”کی آدمی بے ہوش ہوئے تھے۔ اور انہیں ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ تمہیں بھی شادم اسی بہانے سے کوئی اٹھا لے گیا ہو گا!“

”جو کچھ بھی ہوا ہو! اب اس کا ذکر فضول ہے! آخری دار نگ میں نے آپ تک پہنچا دی۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں...!“

”اگر اپنے خاندان والوں کی زندگیاں عزیز ہیں تو ان کا مطالبہ مان لیجئے!“

”کون سامطالہ!“

”وہی جس کی وضاحت آپ نے نہیں کی تھی!“

”میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا!“

”آپکی مرضی! لیکن اب مجھے چھٹی دیجئے۔ انقلاب پوشوں سے مجھے ہوں آتا ہے۔ اسی نامیں بھی نہیں دیکھتا جن میں کسی نقاب پوش کاروں بھی شامل ہو۔ وہ پانچوں مجھے خڑتاک لے گئے تھے!“

”بُن ڈر گئے!“

”نہیں سیٹھ! لیکن کسی معاملے کو پوری طرح سمجھے بغیر دغل اندازی بھی نہیں کرتا۔ اور آپ خود سوچئے کہ ان لوگوں نے کتنی آسانی سے مجھے اٹھا لی تھا!“

”لیکن وہ تمہیں کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا سکے!“

”محض اسلئے انہوں نے مجھے وہ قتی طور پر بخشن دیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں!“

”ہاں یوں بھی سوچا جاسکتا ہے!“

”سوچا نہیں جا سکتا بلکہ حقیقت یہ ہے۔ انہوں نے بھی کہہ کر مجھے واپس کیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں!“

”دیکھا جائے گا! میں بھی کسی قدر وزن رکھتا ہوں۔ ورنہ وہ اتنے دنوں سے صرف دھمکیاں ہی نہ دیتے رہتے!“

”آپ کے خاندان والوں کی زندگیوں کا سوال ہے!“

”وہ سپ کہیں انہوں نے تمہیں رشت دے کر اپنا تم نوانہ بنا لیا ہوا!“

”بس سوچ جائیے۔ میں تو چلا۔ اسی وقت اپنا سامان بھی اٹھاؤ گا!“

”ٹھہروا!“ جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم اس طرح نہیں جا سکتے۔ میں واقعی خطرے میں ہوں!“

”سوال تو یہ ہے کہ میں ایسے حالات میں کیا کر سکوں گا۔ خدا کی پناہ! میں تو اسے خوشبو کا حملہ ہی کھوں گا!“

”بہر خال انہوں نے تمہیں اچھی طرح مرعوب کیا ہے!“

”میری کیا اہمیت ہے۔ یہی سوال میں نے ان سے بھی کیا تھا۔ اور وہ تو مجھے پولیس کا آدمی بھی سمجھتے تھے!“

”ان کا خدشہ بے نیاں نہیں تھا۔ ان کے خلاف میں پولیس کی مدد بھی لے سکتا ہوں!“

”تو پھر بھی سمجھتے۔ ورنہ آپ کے افراد خاندان!“

”لب...!“ جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بار بار افراد خاندان کا حوالہ نہ دو!“

”بہت بہتر!“ وہ سپ سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن آپ نے مجھے جس مقصد کے تحت ملازم رکھا ہے اس میں ناکام ہو چکا ہوں!“

”تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا بھی بھی حشر ہوتا!“

”ایسے حالات میں میر اعدام اور وجود دنوں برابر ہیں!“

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔!"

"تو میری ملازمت برقرار رہے گی۔!"

"صد فیصد۔ میں دراصل یہ سمجھتا کہ تم نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔!"

"اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سیٹھ۔.... کبھی ضرورت پڑی تو آپ دکھے ہی لیں گے۔

"ویسے آپ بلڈ پر یشہر چیک کرنا چھوڑ دیجئے۔!"

"لیا مطلب۔!"

"روزانہ ناشتے کے بعد ہنس کے تین جوے لے کر منہ میں ڈالنے اور کچل کر نگل جائیے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بلڈ پر یشہر ہائی نہیں ہوگا۔ معاف حضرات اگر مریضوں کو الجھائے نہ رکھیں تو بڑی بڑی کوٹھیاں کیتے تعمیر کر اسکیں۔!"

"فضل باتیں نہ کرو جا کر سو جاؤ۔!"

"اور ہاں ان لوگوں نے کتایا موت اور اس کے پچون کے غائب ہو جانے والے واقعے سے اپنی لا علیٰ کاظمیہ کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سب آپ ہی نے کرایا تھا کہ حالات پر اسرار بن جائیں۔!"

"مجھے اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔!"

"مجھے سے سوال نہ کیجئے۔ میں نے انکا کہا بتایا تھا۔ اس سلسلے میں میری اپنی کوئی رائے نہیں۔!"

"اگر انہیوں نے تمہیں مجھے سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"ڈھنپ اسے غور سے دیکھتا ہو ابولا۔" کیا نوچنا پڑے گا۔"

"یہی کہ تم کسی کی طرح بچ میرے لئے بہت اہم ہو۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں کیا چیز ہوں۔....!"

"وقت ہی بتائے گا کہ تم کیا چیز ہو۔!"

"اپنی دانست میں تو میں نے ابھی تک ایک ایک ہی خدمت کی ہے۔!"

"کیا۔....!" جیلانی چونکہ کراسے گھورنے لگا۔

"ناتا جان.... مسٹر ہاؤڑ کالمپ کی بیاض خاص کا نسخہ برائے ہائی بلڈ پر یشہر آپ کے گوش گذار کر دیا ہے۔ اور استدعا کی ہے کہ زیادوں سے دور ہئے درندہ محض دیدار ہی سے بلڈ پر یشہر ہائی جھپ لگا سکتا ہے۔....!"

"پھر کواس شروع کر دی۔.... جاؤ سو جاؤ۔....!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں جناب۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خود ہی چاہتی ہو گی کہ

"آپ روزانہ اپنے بلڈ پر یشہر چیک کر لیا کریں۔!"

"چلے جاؤ ورنہ تھپڑ رسید کر دوں گا۔!" جیلانی نے جھپٹی ہوئی ہنگی کے ساتھ کہا۔

"اوکے باس! کہہ کر ڈھنپ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے باہر کوئی موجود ہو۔ جھٹکے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا تھا۔ باہر جو کوئی ہنگی تھا تیری سے باہمیں جاتب والی تاریک راہبادی میں غائب ہو گیا۔

ڈھنپ پورے بلڈ کو پہلے ہی دیکھ کر تھا جانتا تھا کہ اب کس طرح اور کہاں اس سے دوبارہ مدد بھیڑ ہو سکے گی۔ بڑی تیری سے وہ باہمیں جانب مڑا تھا اور ایک کمرے میں گھسنے کر دسری طرف نکل گیا تھا۔ پھر زینوں کے قریب اس نے اسے جائی لیا۔

"خدکی پڑا۔!" وہ اس کا راستہ روکتا ہوا بولا۔ "آپ ہیں۔....!"

غزال کی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"پیاکی ٹوہ میں رہتی ہو۔.... نرمی بات ہے۔....!"

"خاموش رہو۔....!" وہ آہستہ سے سخت لہجے میں بوی۔ "اوپر چلو۔....!"

"جی بہت بہتر۔....!" ڈھنپ نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اس سے پہلے ہی زینوں پر جا چڑھا۔ وہ اسے اپنی خواب گاہ کے برابر والے کمزے میں لے آئی تھی۔

"میں نے ساری باتیں سنی تھیں۔!" اس نے ڈھنپ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ارے باپ رے۔....!"

"تم مجھے ایمان دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

"عزت افرادی کا شکریہ۔!"

"جھوٹ نہیں سننا چاہتی۔!"

"میں نے سیٹھ صاحب کو جو کچھ بھی بتایا ہے اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ شامل نہیں۔!"

"مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تم سے جو کچھ معلوم کرتا چاہتی ہوں اس کے سلسلے میں تم دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"کیا یہی کوئی خیر قانونی کام کر رہے ہیں۔!"

"خدا ہی جانے۔.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ جو کچھ مجھے بتایا ہی میں نے ان

تامعلوم آدمیوں کے سامنے بھی دہرا لاتا۔ آپ بھی سن لجھے انہوں نے اپنے بعض کاروباری حریفوں کی دستبردے بنچنے کے لئے میری خدمات حاصل کی ہیں۔!

”وہ تامعلوم آدمی کیا چاہتے ہیں...!“

”مجھے معلوم ہو جائے تو ان کی چاہت کا خاتمہ چلکی جاتے کر سکتا ہوں۔!“

”کیا انہوں نے اپنے کاروباری حریفوں کی نشان وہی بھی کی ہے۔!“

”بھی نہیں۔!“

”بازی گارڈ تو زندگی کی حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے۔!“

”اے لائف گارڈ کہتے ہوں گے۔ بازی گارڈ تو صرف اپری ٹوٹ پھوٹ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔!“

”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کاروباری حریف زندگی کے خواہاں نہیں ہیں صرف ہاتھ پر تو زدینا چاہتے ہیں۔!“

”میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا مس ضاحیہ! لیکن اب آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔!“

”پوچھو! کیا پوچھتا ہے۔!“

”آپ کو یہ خدا شہ کیوں کر لاحق ہوا کہ آپ کے ذیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔!“

”بہترے بزرگ میں کر رہے ہیں اور اسے نہ انہیں سمجھتے۔!“

”آپ کے ذیڈی کیا کر سکتے ہیں۔!“

”یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن ایک ایسے تاجر کو جانتی ہوں جو بظاہر دیسی گھی کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن اصل بزرگ چس کی اسمگلک ہے۔!“ غزالہ نے کہا۔

”گھی کی تجارت ہونے کی بنا پر چس کی نقل و حرکت آسان ہو جاتی ہے۔! گھی کے لکھڑوں میں دو خانے بنوایتے گے۔ نچلے خانے میں چس اور اوپر گھی بھرا ہوا ہے۔! کشم والے جھک مار کر رہ جائیں گے۔ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے لیکن آپ کے ذیڈی کا بزرگ۔....!“

”ان کے مختلف بزرگ ہیں۔!“

”آخر بزرگ کی آڑ میں وہ کوئی غیر قانونی بزرگ بھی کر سکتے ہیں۔!“

”یہ میں نہیں جانتی۔!“

”آپ کے ذیڈی شریف آدمی ہیں۔ ان کے بارے میں اسی باتیں سہ سوچے۔....!“

”میں ان کیلئے فکر مند ہوں اور تمہاری وجہ سے اس فکر مندی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔!“

”اگر اسی بات ہے تو اسی وقت میں یہ ملازمت ترک کرنے کو تیار ہوں۔!“

”تم غلط سمجھے۔! میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے سازباڑ کرلو۔!“

”اس سازباڑ کی نوعیت کیا ہوگی۔!“

”اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ ذیڈی کوئی غلط کام کر رہے ہیں تو مجھے آگاہ کر دینا۔....!“

”یہ قطعی ناممکن ہے! اس سے میرے کردار میں حرف آئے گا لیکن اگر میں اچاک غائب ہو جاؤں تو میں بمحض لجھے گا۔!“

”کیا مطلب۔!“

”اگر مجھے شہمہ بھی ہو گیا کہ وہ کوئی کام خلاف قانون کر رہے ہیں تو پھر یہاں نہیں نکوں گا۔!“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔....!“

”میں نے آپ کے ذیڈی کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ میں کسی غیر قانونی حرکت میں ملوث ہوا پسند نہیں کروں گا۔!“

”دوسری بات۔....! آخر ذیڈی نے کس بنا پر تمہیں اس قدر قابلِ اعتماد بھج لیا کہ تم اس طرح بیکلے میں گھونٹے پھر رہے ہو۔!“

”اس سلسلے میں خود اپنے ذہن کو مٹوئے۔.... آخر آپ کس بنا پر مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔.... اور یہاں لے آئی ہیں۔....!“

”تھے۔.... تم۔....!“ وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر بنس کر یوں۔! ”تمہاری شکل ہی ایسی ہے۔....!“

”آپ نے ہم دونوں کی پوری گفتگو سنی تھی۔!“ ڈھپ نے اس ریمارک کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

”ہاں۔.... میں نے پوری گفتگو سنی تھی۔!“

”اور میں وکھے رہا ہوں کہ اپنے ذیڈی کی طرح آپ بھی ان پانچوں ثابت پوشیں اور ان کی دھمکیوں کے سے مرعوب نظر نہیں آتیں۔....!“

”میری ہی طرح انہوں نے بھی اس دلخواہ پر یقین نہ کیا ہو گا۔!“

”کیا مطلب۔!“

”اپنی نوکری کی کرنے کے لئے تم نے یہ کہانی گھڑی ہے۔!“

”وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا تھا۔.... اور باہر نکل گیا تھا۔



جو لیا سے ساتھ لے کر ہوٹل سے نکلی تھی۔ اور رانچیلن کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ اور اس کام کے لئے اپنی گازی استعمال کرنے کی بجائے نیکسی کا انتظام کیا تھا لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے روائی سے قبل ایکس ٹو کو اطلاع دی تھی۔ اور ایکس ٹونے اسے بتایا تھا کہ کن راستوں سے گزر کر اسے رانچیل پیلس تک پہنچتا ہے آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ مقصد تو رانا پیلس تک پہنچتا تھا۔ خواہ کوئی راستہ اختیار کیا جاتا۔ اور پھر ایکس ٹو ہی کی ہدایت کے مطابق اپنی گازی افسر میشل کی کپاؤٹھ میں چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اس نے خصوصیت سے تاکید کی تھی کہ نیکسی کمیشن ہی میں چھوڑ دی جائے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ گازی کوئی اور وہاں سے لے جائے گا۔ بہر حال اب وہ نیکسی میں روز امیکو نیل کو بتائے ہوئے راستوں سے رانا پیلس کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس طرح نیکسی کو ایک سنسان راستے سے بھی گزرنے پڑا۔ جو صرف نیول ہیڈ کوارٹر کی گازیوں کے لئے مخصوص تھا۔ نیکسی ڈرائیور نے انہیں آگاہ بھی کیا تھا کہ وہ عام راست نہیں ہے۔ لیکن جو لیا نے اسے باور کرنے کی کوشش کی تھی کہ انہیں رونکا نہیں جائے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کچھ ہی دور چلنے کے بعد ان کا راستہ ایک بھی سی گازی نے روک لیا ہو۔ تھی سڑک پر آڑی کھڑکی کی گئی تھی۔ نیکسی والا بارن پر ہاردن دیتا رہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ملی مکنہ تھی۔ بالآخر اس نے اس کے قریب پہنچ کر نیکسی روک دی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے دیوتا بھی کوچ کر گئے۔ کیونکہ وریو اور کی نالیں ان کی طرف آتھی تھیں۔ تیرا آدمی گازی سے اتر کر نیکسی کے قریب آیا اور ڈرائیور کو تھر آکو نظروں سے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”تم چپ چاپ بیٹھے رہنا نہیں تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔“

جو لیا نے آواز سے پہنچا تھا کہ وہ صدر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ویسے میک اپ اتنا ہی مکمل تھا کہ اس کے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ روز انوف زدہ کی آواز میں بولی۔

”تم دونوں خاموشی سے اتر کر گازی میں بیٹھ جاؤ۔“ ان سے کہا گیا۔

”مل... لیکن کیوں۔!“ جو لیا نے بدحواسی کی ایکٹنگ کی۔

”یہ بعد میں بتادیا جائے گا۔ جلدی کرو....!“

اس نے نیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا ہاپتا رہا۔ اس نے اجمن بند نہیں کیا تھا۔ ”اجمن بند کر دو۔!“ صدر رذپت کر بولا۔ ڈرائیور نے مشنی انداز میں تعیل کی تھی۔ ان دونوں کو نیکسی سے اتر کر دوسرا گازی میں بیٹھا پڑا تھا۔ صدر بھی ان کے قریب ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”وغ ہو جاؤ۔!“ اس نے نیکسی ڈرائیور کی طرف ہاتھ اٹھا کر سخت لمحے میں کہا تھا۔ اور ڈرائیور نے اجمن اشادت کر کے نیکسی اسی طرف موڑ دی تھی جو دھر سے آیا تھا۔ دوسرا گازی بھی سید ہی بھوی اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

”تم لوگ غیر ملکیوں کو بلوٹ کر اچھی مثال نہیں قائم کر دے گے۔!“ جو لیا کپکاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”خاموش بیٹھی رہو۔!“ صدر غریا۔ اس نے بھی اپناریو اور نکال کر گود میں رکھ لیا تھا۔ روز امیکو نیل کی تو گھٹھی بندھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے حلقوں سے تواب آواز ہی نہ نکل سکے گی۔ کبھی کبھی شکایت آمیز نظروں سے جو لیا کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ دفعائے جو لیا نے اس سے کہا۔ ”بے فکر ہو! نیکسی ڈرائیور پولیس کو مطلع ضرور کرے گا۔ اور یہ لوگ ہمارا بال بھی پریکار سکن گے۔!“

اس پر صدر نے قبیله لگایا تھا۔ لیکن اظہارِ خیال نہیں کیا تھا۔ گازی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔

”آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!“ جو لیا ٹھوڑی دیر بعد بولی۔

”پکھ بھی نہیں۔ اگر تم دونوں نے خاموشی سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔!“

”یعنی ہم چپ چاپ تمہارے ساتھ چلتے رہیں۔!“

”بھی مطلب ہے۔!“ صدر بولا۔

”آخر کیوں۔!“

”تم شاکد بہت زیادہ بولنے کی عادی ہو۔!“

”ہم منی کے تو بنے نہیں ہیں۔!“

”بہت زیادہ بہادری نہ دکھاؤ۔!“

”خ... خاموش رہو۔!“ روز اجولیا کے زانو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

جو لیا نے اس کے ہاتھ میں لرزش سی محسوس کی۔

صفدر کو تو اس نے آواز سے پہچانا تھا لیکن وہ دونوں کون تھے؟ وہ سوچتی رہی اتنے میں روزا نے جر من زبان میں کہا۔ ”اب کیا ہوگا..... یہ لوگ بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا مقصد کیا ہے؟“ ”میں بہت شرمند ہوں۔!“ جو لیا ہماری ہوئی آواز میں بولی ”نہ میں تمہیں ہوش میں نکلتی نہ یہ افتاب پڑتی۔!“

”میں تمہیں الزام نہیں دے رہی۔!“ روزا جلدی سے بولی۔ ”کیا یہ لوگ ہمیں فروخت دیں گے۔ میں نے سنا تھا کہ ان اطراف میں اب بھی بردہ فروٹی ہوتی ہے۔!“ ”نہیں..... یہ غلط ہے..... میں کئی سال سے یہاں مقیم ہوں۔ چلی بار اس قسم کے واقعے سے دوچار ہوئی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!“ ”جب تو تم ان سے پوچھو کیا یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔!“ ”تمہاری وجہ سے کیوں؟ تمہیں یہاں والے کیا جائیں۔!“

”تم پوچھو تو..... ہو سکتا ہے اُسی نے کوئی کھلی شروع کیا ہو جس کیلئے میں یہاں آئی تھی۔!“ ”یہ تم دونوں نے کس زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے۔!“ صدر نے انگلش میں کہا۔ ”ہم اس وقت تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گے جب تک تم ہمیں اس حرکت کا تصدق نہیں بتاؤ گے۔!“ جو لیانے بھی انگلش ہی میں جواب دیا تھا۔

”ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ تمہیں ایک جگہ پہنچانا ہے۔!“ ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام تم کسی اور کے لئے تکریز ہے ہو۔!“ ”یہی بات ہے.....!“ صدر سر پلا کر بولا۔

”وہ کون ہے۔!“ ”میں نے کہا تھا کہ خاموش بیٹھو۔!“ صدر نے غصیل آواز میں کہا۔ ”چپ رہو.....!“ روزا نے پھر جو لیا کار انود بیلا۔

گاڑی اب ایک کچے راستے پر چل رہی تھی۔ جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک کپاس کے کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ گاڑی کب شہر کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔

دفعتا جو لیا تذبذب میں پڑ گئی۔ ہو سکتا ہے یہ صدر نہ ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی اسکیم ہوتی تو اسے لعلم رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔! مگر ایکس ٹوکی بدلیات پر غور کرتے ہی پھر سارے شبہات رفع ہو گئے شائد اسی لئے اس نے براستوں کی نشان دہی کر دی تھی کہ سنان سر زک پر اس

کے دوسرے ماحت ب۔ آسانی اپنی کار گزاری دکھائیں۔

گاڑی ایک جگہ رُک گئی اور صدر نے ان سے کہا۔ ”اب کچھ دوز پیل چلتا پڑے گا۔!“

روزانہ مکمل کی حالت اپتر ہوتی جا رہی تھی۔ جو لیانے اسے سہارا دیا۔ قریبی پکڑنے سے گذر کر وہ لکڑی کے تجویں سے بنائے ہوئے ایک جھونپڑے تک پہنچ گئے۔

”مم..... میں..... بہت خاکہ ہوں۔ میری وجہ سے.....!“

”تم بھی تو پڑی ہو مصیبت میں.....! لیکن یہ سب کچھ میرے لئے ہے یا تمہارے لئے میرے پاس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!“

جھونپڑے کے اندر دوخت پڑے ہوئے تھے۔ ایک پرانے دونوں کو بخادایا گیا۔ صدر کے ساتھی دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ اور وہ آگے بڑھ کر بولا تھا۔

”تم میں سے کون ہے جو ایران سے آئی ہے....!“

”لگ..... کیوں؟“ روزا بول پڑی۔

”تو تم ہی ہو....!“

اُس نے خوفزدہ انداز میں سر کو جبکش دی۔ اور صدر اُسے گھوڑا ہاں ہوا بولا۔ ”تم نے ابھی سک رپورٹ کیوں دی..... اور یہ کون ہے؟“

”میری وہ ڈائری کھو گئی جس پر پڑھ لکھا ہوا تھا۔!“ وہ آہستہ سے بولی۔

”پڑھنے تھے میں زبانی یاد ہونا چاہئے۔!“

”مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ مجھے اٹھ نیشنل کے کمرہ نمبر بائیکس میں ملے گا۔ پتے کی حیثیت ثانوی تھی۔!“

”تو پھر وہ کہاں گیا۔!“

”اگر جاتی ہوتی تو یہ حشر کیوں ہوتا.....!“ اس نے جو لیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”ان سے اتفاقات ملاقات ہو گئی تھی۔ اور یہ مجھے اپنے ساتھ لئے جا رہی تھیں۔ ورنہ میرا کیا حشر ہوتا۔!“

”ہو سکتا ہے کہ تم نے اسے پہچانہ ہو۔!“

”وہ تین دن پہلے کمرہ نمبر بائیکس میں مقیم تھا۔ نام بدالے جاسکتے ہیں صورت نہیں بدالی جاسکتی۔ میں نے روم سروس والوں کو اس کی تصویر دکھا کر تصدیق کی تھی۔!“

”اوہ..... تو تصویر ہے تمہارے پاس.....!“

لیکن روز امکیو میل کو وہیں روک لیا گیا تھا۔
باہر نکل کر صدر آہستہ سے بولا ”تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔!
”پکر کیا ہے...!“ جولیا نے پوچھا۔
”پتا نہیں... لس یہ کہا گیا تھا کہ تم دونوں کو اس بہت تک لے جایا جائے پھر اسے وہیں روکا
جائے اور تم واپس کر دی جاؤ!“
ٹیکسی ڈرائیور نے تمہاری گاڑی کے نمبر ضرور نوٹ کرنے ہوں گے... اور پولیس کو اطلاع
دے دی ہو گی!“
”نمبر پلیٹ بدی جائیکی ہے۔ اور کیا تم کچھ انٹر نیشنل واپس جانا چاہتی ہو۔!
”میری گاڑی وہیں ہے۔!
”اگر تم نے ایسکی نوکی ہدایت کے مطابق کنجی اکنیشن ہی میں چھوڑ دی ہو گی تو بہت تک اسے
تمہارے سلکے پر پہنچادیا گیا ہو گا۔!
” عمران کا بھی کہیں پتا ہے۔!
”نہیں میں نہیں جانتا۔!
”لمحہ ہی سے جھوٹ کی بو آرہی ہے۔!
”سوال یہ ہے کہ جب تم نے نیو سے معلوم کر لیا ہے تو مجھے سے کیوں پوچھ رہی ہو۔!
”اوہ... تو اتنی دیر میں اس نے تمہیں مطلع بھی کر دیا!“
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں نے قیاس کہا تھا!“
”تمہیں بھی بتایا ہو گا اس نے۔!
”بات ہی ایسی تھی کہ اس کے پیش میں نہیں بلکہ سکی تھی۔!
”تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق!“
”غائبی میل اگر افک سیچ کے بارے میں میرا خیال معلوم کرنا چاہتی ہو۔!
”ظاہر ہے...!“
”ہو سکتا ہے کوڈور ڈر ہوں....!“
”ہمارے مرد جو کوڈ سے مختلف...! لیکن یہ زیبا...!“
”قیاس آرائیوں سے کیا فائدہ...!“
”میں شاہدار اکی ایک لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہوں۔!“

”کیوں نہیں...!“
”لاا... دیکھوں...!“ اُس نے اُس کی طرف باتھے بڑھاتے ہوئے کہا۔ روزانے ہینڈ بیگ
بے ایک تصویر نکال کر اُسے تمہاری!۔
اس دوران میں جولیا ہیزیت سے کبھی روزا کی طرف دیکھتی رہی تھی اور کبھی صدر کی طرف
آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے دو دوں سمجھ میں نہ آنبوالی کسی زبان میں گفتگو کر رہے ہوں۔
صدر نے تصویر پر اچھتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی۔ اور پھر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا
تھا۔ ”اب پہلے ہم اسے تلاش کریں گے اُس کے بعد ہمیں یہاں آگے بڑھ سکے گی....!“
”اور میرا کیا ہو گا۔!
”تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو گی جب تک ہم اسے نڈھوٹ نکالیں۔ دونوں کا تحفظ
کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔!
وہ کچھ نہ بولی۔ اور صدر نے جولیا سے کہا۔ ”تم جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو...!“
”کیا مطلب...!“
”یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔!
”تم آخر ہو کون...!“ جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔
”بُن بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔!“ صدر نے باتھے اخاکر سخت لمحہ میں کہا۔ ”یہ
ہماری مہماں ہیں ایک غلط فہمی کی بناء پر ہم تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔!
جولیا نے روزا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر پچھاہٹ کے آثار تھے۔ وہ چند لمحے اسے
پر ٹشویش نظر دیں۔ میری ذمہ داری انجی لوگوں پر ہے۔!
”ان لوگوں پر...!“ جولیا طنزیہ لمحہ میں بولی۔ ”جوریو اور دکھا کر اپنی باتیں منواتے ہیں۔!
”کسی غلط فہمی کی بناء پر ایسا ہوا تھا۔!
”مجھے کیا...!“ جولیا شانے سکوڑ کر بولی پھر اس نے صدر سے کہا۔ ”مجھے واپس انٹر نیشنل
پہنچا دو۔!“
”لیکن اگر تم نے کوئی غیر معمولی حرکت کی تو نتیجے کی خود ذمہ دار ہو گی۔!“
”غیر ضروری باتوں سے مجھے کوئی دل چھی نہیں۔!“ جولیا نے خنک لمحہ میں کہا۔
”اچھی بات ہے... تو جلو...!“ اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ضروری نہیں کہ عمران صاحب بھی اسے جانتے ہوں۔!“

”عمران ہی نے ایک بار تعارف کیا تھا۔ کیپن فیاض کی کزن ہے شاکن۔!“

”خواہ خواہ سر کھپڑی ہو۔!“ صدر نے کہا۔ ”ویسے یہ مشورہ دول گا کہ اب اپنی چھان میں کا سلسلہ ختم کرو۔!“

”میں نے تم سے مشورہ نہیں طلب کیا تھا۔“ جولیا نے تلخ لمحہ میں کہا۔ صدر پھر کچھ نہیں بولا تھا اور گاڑی تیز رفتاری کیتے راستے پر کرتی رہی تھی۔



غزالہ نے قفل کے سوراخ سے اس کے کرہے میں جھانا کھا اور متحیر ائمہ انداز میں منہ کھوں کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ کرے کے وسط میں فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا تھا۔ جسم میں ملکی سی بھی جنبش نہیں پائی جاتی تھی۔

تو یوگا کی ورزشیں بھی ہوتی ہیں۔ اس نے سوچا اور پھر دروازے پر دستک دے دیں۔!

وہ ہر بڑا کر سیدھا ہو گیا تھا۔ جلدی سے سلپنگ کاؤن پہنا اور اس کی بیٹھی کستا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ غزالہ دروازے سے دوفٹ کے فالٹے پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ٹھٹھک گیا۔...

”فف.... فرمائیے میں عبادت کر رہا تھا۔!“

”اس طرح کی جاتی ہے عبادت۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”لیکن میں آپ سے ہر گز نہیں پوچھوں گا کہ آپ اندر کیوں جماں رہی تھیں۔!“

”میں نے پوچھا تھا کہ یہ عبادت کیسی ہے۔!“

”جب بھدوں سے کام نہیں چلتا تو سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہوں۔!“

”اور پھر کام چل جاتا ہے؟“ اس نے طنزیہ لمحہ میں سوال کیا۔

”چل بیان چلے۔ لیکن اس طرح میں سطھ میں سے اوپر کی طرف دیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔!“

”اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔!“

”مس صاحبہ یا تو اندر آئیے یا مجھے ہی نکال باہر کیجئے۔!“

”کیا بات ہوئی۔!“

”راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا انگلستان میں سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔!“

”لیکن یہ انگلستان نہیں ہے۔!“

”اس کے باوجود بھی یہ راہداری ہی ہے۔!“

”تم اتنے کر کیک کیوں ہو۔!“

”مجھے الجبرا نہیں آتا ورنہ اس سوال کا جواب ضرور دیتا۔!“

”تم ذیڈی کا تحفظ کس طرح کر سکو گے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“

”سبھی میں تو میری بھی نہیں آتی۔...“ عمران ہو لے ہو لے اپناءں سہلا تا ہوا بولا۔

”وہ تم سے خواہ خواہ مر عرب ہو گئے ہیں۔!“

”ان کا اپنا فضل ہے۔ امیں اس کا کیا جواب دے سکتا ہوں۔!“

”تمہارا ناشتہ بینک کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔!“

”شکریہ! میں خود بھی دس آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔!“

وہ بھنا کر پیر بخخت ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ڈھمب کے ہونوں پر عجیب ہی مسکراہست نہوداڑ ہوئی اور پھر یک لفٹ چڑھنے کے عضلات میں تباہ پیدا ہو گیا۔ یہ لاکی خواہ اس کے سچھے پر گئی تھی۔ پتا نہیں کیا چاہتی تھی۔ ڈھمب نے دروازہ بند کیا اور ڈرینگ کاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر ڈال دیا۔ پوری طرح کپڑے بھی نہیں پہن سکا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

”ایک منٹ۔...!“ وہ بیند آواز میں بولاتا ہے۔ کہنے پہنچنے کا ہوا ہوں۔!

”جلدی کرو۔... کوئی گز بڑ معلوم ہوتی ہے۔...!“ باہر سے غزالہ کی آواز آتی۔ آواز میں خوف کی لرزش بھی شامل تھی۔

”کیسی گز بڑ۔!“

”ذیڈی کی خواب گاہ میں۔... جلدی کرو۔!“

وہ باہر نکلا تھا۔ اور سر پا سوال بنا کھڑا رہا تھا۔ غزالہ اسے گھوڑتی ہوئی بوی۔ ”ارے تم اس طرح کھڑے میری شکل کیا نک رہے ہو۔!“

”پھر کیا کروں۔... مجھے تو کہیں کوئی گز بڑ کھائی نہیں دیتی۔...!“

”ذیڈی ابھی سک بیدار نہیں ہوئے۔...!“ میں نے دستک بھی دی تھی۔

”زیادہ پی گئے ہوں گے رات کو۔...!“

”مت بکواس کرو۔... وہ شراب نہیں پیتے۔...!“

”پھر کیسے سیٹھے ہیں جب شراب بھی نہیں پیتے۔...!“

"ضروری نہیں ہے کہ ہر دولت مند آدمی شرابی بھی ہو!"
"تب تو پھر میں انہیں سینمھ صاحب کی بجائے ملائی گہا کروں گا!"
"تم کھڑے باشی باؤ گے یا پکھ کر دے گے بھی!"
"جو کیسے دے کروں... دیر تک سوئے رہنا گناہ تو نہیں ہے!"
"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا!"

"دوسری طرف کوئی کھڑکی بھی ہے!"
"ہے... عقی پارک کی طرف کھلی ہے!"
"آپ دروازے پر دستک دیجئے... میں ادھر جاتا ہوں!"
"ادھر سے کیا کرو گے... کھڑکی تقریباً تمیں فٹ کی اونچائی پر ہے!"
"اگر کھلی ہوئی تو ادھر سے پھر اُکروں گا!"
"دامغ تو نہیں چل گیا!"

"پھر تائیے کیا کروں... ہو سکتا ہے پھر لگنے تی بے جاگ لکھیں!"
"میں تمہارا اسر کی بڑے پھر سے توڑوں گی!"
"اگر اس سے ان کی نیند پر کوئی اثر پہنچتا تو میں اسے بھی ازراہ و قادری گوارہ کر لیتا!"
"وہ اس کے ساتھ ہی عقی پارک میں چلی آئی۔ کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔
"یہ تو گھلے والی بات ہے!" ذہمپ پر تشوش اندرا میں سر ہلا کر دولا۔
"لک... کیا مطلب...!"

"کھڑکی میں نگریل ہے اور سہ سلانخیں!"
"تت... تم... کہنا کیا چاہتے ہو....!"
"یہی کہ وہ خواب گاہ میں نہیں بھی ہو سکتے!"
"اے تو پکھ کرو! وہ مضطربانہ انداز میں ہوئی۔
"سیڑھی کوئی سیڑھی ہے...؟"
"ہاں ہے...!" وہ ایک جانب دوڑتی ہوئی بولی!
سیڑھی بھی مل گئی اور اتنی اوپنی کہ کھڑکی تک پہنچنا آسان ہو جاتا۔ سب سے پہلے
ذہمپ کھڑکی سے گذر کر خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پھر غزال۔ پیشی تھی۔
سینمھ جیلانی نہیں دکھائی نہ دیا۔... دروازہ اندر سے بولٹ کیا ہوا ملا۔

"اے وہ دیکھو...!" دفعتہ غزالہ تیچ پڑی۔ وہ بستر پر پڑے ہوئے خون کے ایک دھبے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اڈھمپ جہاں تھا وہیں رک گیا۔
"اب کیا ہو گا...!" غزالہ روہا نہیں ہو کر بولی۔
ڈھمپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر خون کے اس دھبے کا جائزہ لینے لگا۔
"م... میں پولیس کو فون کرنے جا رہی ہوں...!" غزالہ پھر بولی۔
ڈھمپ سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اسے بغور دیکھتا ہا پھر بولا "یہ خون کا دھبہ نہیں ہے!"
"ہے کیوں نہیں!"
"ہرگز نہیں۔ خلک ہو جانے پر خون کی رنگت ضرور تبدیل ہے۔ یہ تو ویسا ہی لال لال رکھا ہوا ہے!"
"ہاں! وہ آگے بڑھ کر دھبے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔" اسے سیاہی ماٹل ہو جانا چاہئے تھا۔!
"تو پھر یہ خون نہیں ہے... ہو سکتا ہے چادر پر پہلے ہی سے موجود رہا ہو!"
"ڈیڑی کبھی سہ برداشت کرتے کوئی داندرا جا دو!"
"ہواں تو یہ ہے کہ وہ اپنے بیرونی نے چل کر کہیں گئے ہیں یا مجھے گئے ہیں۔ کھڑکی کی طرف سے لیجا لیا جانا دشوار ہے۔ اپنے بیرونی سے چل کر کہیں جانا تھا تو کھڑکی استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا آپ مجھے ان کی کسی گرل فرینڈ کا نام بتا سکتی ہیں!"
"یہ کیا کہاں شروع کر دی!"
"میرے ایک دوست کی گرل فرینڈ امریکہ میں رہتی ہے۔ اس نے اسے لکھا تھا کہ دل چاہتا ہے کہ میرے پر لگ جائیں اور میں اُڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤ!"
"تم ہوش میں ہو یا نہیں!"
"بالکل ہوش میں ہوں۔ لیکن آپکے ڈیڑی پولیس کو اس معاملے میں نہیں ڈالنا چاہتے!"
"وکن معاملے میں!"
"کیا کچھ لیتے اس سلسلے میں آپ سے گفتگو نہیں ہوئی تھی!"
"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔... تمہارتے جانے کے بعد میں ان کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے عجیب کہانی سنائی!"

”آہ... تو شاند انہوں نے آپ کو اصل معاملہ سے آگاہ کر دیا ہے۔“

”کچھ کرو... خدا کے لئے کچھ سوچوں... نہیں کیا کرنا چاہیے۔“

”میں بہت زیادہ عقل مند نہیں ہوں۔ لہذا سوچنے آپ... اور عمل میں کروں گا...!“

”انہوں نے اسکی کہانی سنائی تھی... کہ... شہروں... کیا تم جاسوسی ناول پڑھتے ہو...!“

”بکھی بکھی...!“ ڈھپ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”ان کا کوئی دوست تھا جس نے ان کے پاس کوئی چیز رکھوائی تھی اور اسی رات کو وہ ایک حادثہ کا شکار ہو کر مز بھی گیا تھا۔ بس پھر کچھ نامعلوم آدمیوں نے ڈیٹی کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ان سے اس چیز کا مطالبہ کرتے رہے تھے۔ اور ڈیٹی کا کہنا تھا کہ ان کے دوست کی موت کی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ وہ انہی نامعلوم لوگوں کی چیزہ دستیوں کا شکار ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اُس نے کوئی چیزان کے سپرد کی تھی۔“

”بھلا اس سے کیا فائدہ ہوا!“

”انہوں نے یہ ساری باتیں پچھلی ہی رات کو بتائی تھیں۔ اس سے پہلے مجھے بکھی شہہہ نک نہیں ہوا تھا کہ ڈیٹی کی زندگی سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہوا!“

”میں نہیں جانتی لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح اپنے دوست کے قاتموں کو یہ نقاب کرنا چاہتے ہیں۔“

” سبحان اللہ... اور اب خود بھی روپوش ہو گئے...!“

”یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ذہروپوش ہو گئے ہیں۔!“

”فی الحال میں صرف اس سرخ نشان کے پارے میں سوچ رہا ہوں۔!“

”اگرچہ یہ خون نہیں تو پھر کیا ہے۔ اور تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو کچھ کرو...!“

”اچھا تو میں صبر کرتا ہوں۔!“

”پھر وہی ضفول باشیں۔ میں ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔!“

”آپ نے ابھی تک کوئی اسی کام کی بات نہیں بتائی جس کی بنا پر میں کچھ کرنے کے قابل ہو سکوں...!“

”میں معلوم کرنا چاہتے ہوں۔!“

”جدید ترین گرل فریڈ کا پتہ...!“

”چیز کہتی ہوں کوئی چیز اٹھا کر ماروں گی تمہارے سر پر...!“

”پتا نہیں کیوں آپ نہ امان جاتی ہیں...!“

”ان کی کوئی گرل فریڈ نہیں ہے...!“

”تب تو وہ اس دنیا کے آدمی ہی نہیں معلوم ہوتے اور آپ بھی کسی کی گرل فریڈ نہ ہوں گی!“

”میں لا کوں بے دستی نہیں کرتی۔!“

”دوستی کرنا آتا ہی نہ ہو گا...!“ ڈھپ نے ماہوی سے کہا۔

”اڑے تم بکواس ہی کئے جاؤ گے...!“

”اچھا تو میں ان صاحبوں کے پاس جا رہا ہوں جن سے وہ روزانہ بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے تھے۔“

”تم پتا نہیں کیا اوٹ پانگ ہاںک رہے ہو۔!“

”لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہیں۔!“

”ہاں جاتی ہوں۔!“

”انہی سے بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے ہیں...!“

”روزانہ...!“

”قریب... قریب...!“

”ہوں....!“ غزالہ کی پیشانی پر سلو میں پڑ گئیں۔!“ تو لیڈی ڈاکٹر زیبا... اچھا تم کسی طرح

اُسی سے معلوم کرو ان کی جدید ترین گرل فریڈ کے بارے میں۔!“

”کسے علم ہو گا۔!“

”کوشش کرو معلوم کرنے کی۔!“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی کچھ جانتی ہیں۔!“

”وہ بہت دنوں سے کوشش کر رہی ہے کہ ڈیٹی دوسرا شادی کر لیں۔!“

”لیکن ڈاکٹر زیبا شاہد شادی شدہ ہیں۔!“

”کسی اور سے کرنا چاہتی ہے۔!“

”تب تو بلڈ پریشر...!“

”یو ٹھیک بھی معبوی ساہبی ہو جاتا ہے...!“

”آپ کی ٹو سیٹ لے جاؤں...!“

”خمردار اسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ مورس نکال لو...!“

”اس پر تو اور زیادہ چند لگوں گا!“
 ”اوہ... تو کیا تمہیں بھی بلڈر پر یشن چک کرنا ہے!“
 ”میں مورس سے اڑ جک ہوں!“
 ”خہرو...!“ دہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتی ہوئی بوی! ”تم یہاں کسی فرم میں کلرکی کے امید دار بن کر آئے تھے!“

”پرانی بات ہوئی۔ لیکن آپ کہنا کیا چاہتی ہیں!“
 ”تمہارے پاس ڈرائیورگ لائسنس کی موجودگی حیرت انگیر ہے...!“
 ”اُرے وہ تو میں نے تیکسی چلا چلا کرنی اے پاس کیا تھا۔ ورنہ کلرکی کیوں تلاش کرتا...
 کار نشینوں کی اولادیں تھرڈ ووئن میں لی اے کر کے کچھ نہیں ہوتی تو پر یونیورسیٹی افسر ہو جاتی ہیں!“
 ”پتا نہیں گیوں تمہاری اتوں پر یعنیں کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ڈیڈی کو
 کیا ہو گیا تھا!“

”ڈیڈی کو تو شروع ہی سے کچھ ہو گیا تھا کہ اس مختزناک چیز کو دبائے بیٹھے رہے جس کے
 سلسلے میں ایک آدمی مارڈا لگا تھا... ذرا یہ تو بتائیے کہ یہ واقعہ ہوا کب تھا اور ان کے دوست کا
 نام کیا تھا!“

”یہ انہوں نے نہیں بتایا!“
 ”اچھی بات ہے... تو میں مورس ہی لئے جا رہا ہوں!“ ڈھمپ نے کہا اور خواب گاہ کا
 دروازہ کھول کر باہر نکل آیا!



لیڈی ڈاکٹر زیبا پائیں باغ میں کیا ریوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ مطب میں عموماً شام کو
 بیٹھتی تھی۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ناشتے کے بعد پا میں باغ میں مالی کا ہاتھ بٹاچتی تھی۔ آج مالی غیر
 حاضر تھا تو خود ہی پانی بھی لگانا پڑا تھا کیا ریوں میں۔ دفتار اس کے قریب ہی کسی نے ڈڈو بیانی باڑھ
 کے پیچھے سے سر ابھارا تھا اور وہ اچھل پڑی تھی۔

”اوہ عمران...! تم نے تو ڈرائیور دیا تھا!“ دیکھنی ہو کر بوی۔
 ”عمران نہیں... ڈھمپ...! انوبل ڈھمپ...! نانہال کی طرف سے کلکپ!“
 ”ڈھمپ کلکپ! ہی لگتے ہو... اس طرح آئے کی کا ضرورت تھی!“

”وہ اپنی خواب گاہ سے غائب ہو گیا ہے!“

”وہ شخص ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا!“ زیبانے کہا۔

”صح سے یہی چکر جل رہا ہے۔ ناشتے تک نصیب نہیں ہوا...!“

”اوہر سے کچن میں آجائو!“ زیبا ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بوی۔

”تمہارے میاں کہاں میں!“

”شکار پر تشریف لے گئے ہیں...!“

”اچھا تو پہلے کچھ کھلوادو!“ عمران نے کہا اور اسی طرف چل پڑا جدھر زیبانے اشارہ کیا تھا۔

زیبانے اُس سے پہلے ہی کچن میں پکنچ کر غقی دروازہ کھوں دیا۔ عمران نے اندر داخل ہو کر
 باور بھی کے بارے میں پوچھا تھا۔

”آج مالی اور باور بھی دونوں ہی نہیں آئے!“

زیبانے کافی پاٹ اپنے پر رکھ دیا تھا اور فرتن سے کھانے کی چیزوں نکالنے لگی تھی عمران نے
 جیلانی سیٹھ کی کہانی شروع کر دی۔ سب کچھ سن لینے کے بعد زیبائی بوی تھی۔ ”میں بھی اس کے کسی
 ایسے دوست سے واقف نہیں ہوں جو یہاں شاہدار ایش کی حادثے کا شکار ہوا ہو!“

”یہ کہانی اس کی بیٹی نے سنائی ہے۔“

”بہر حال... میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ معاملات اس نوعیت کے ہونگے!“

”کہتے کے پہلے غائب ہو گئے اور کتیار ڈالی گئی...!“

”یہی ہوتا رہا ہے...! کوئی نئی بات نہیں!“

”یعنی اگر وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا بھی کتیار ڈالی جاتی!“

”کہہ تو رہی ہوں کہ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ کتیار ڈالی جاتی ہے اور پہلے غائب ہو جاتے
 ہیں!“

”تو پھر یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ وہ جیلانی کے بیٹھے کے قریب والی پلیا کے نیچے ہونے کی بنا پر
 ماری گئی!“

”لیکن جیلانی کسی نہ کسی طرح اس معاملے میں ضرور ملوٹ ہے۔ ایں تمہیں بتا چکی ہوں کہ
 ایک بار میں نے اُسے فون پر کسی کو اطلاع دیتے سا تھا۔ کہ کسی جگہ کتیانے پچھے دیئے ہیں!“

”تو پھر مجھے اس طرح ملازمت کی پیش کش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے!“ عمران نے پر تشویش
 لجھ میں کہا۔ ”مجھے تو یہ کیتا اتفاقاً ہی نظر آگئی تھی۔ جیلانی کی بھل دیکھنے کے لئے اس کے بیٹھے کی

طرف جا لکھا تھا۔ پیلا کے نیچے کتیاد کھائی دی اور میں وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اویسے ایک تجربہ ہوا!“
”کیا تجربہ...!“
”لکیا کم از کم احسان مند تو نظر آتی ہے۔ حاملہ بیوی کو کتنا ہی کیوں نہ کھلا پلا دو سرال والوں
کامنہ ہی سیدھا نہیں ہوتا...!“

”سچ کہتی ہوں!۔ زیبائی ہوئی بولی۔ ”کوئی بوڑھایا ٹھڈو معلوم ہوتے ہو!“
”ارے ہاں نہیں تو...!“

”مزدو غندھے کا کیا معاملہ تھا!“
”بس خواہ خواہ الجھ گیا تھا...!“

”ڈھمپ نے خاصی شہرت پائی ہے... شاہدار ایش! کوئی اور نام نہیں سو جھا تھا تمہیں!“
”زمانہ قدیم سے ڈھمپ چلا آ رہا ہوں۔ ہاں وہ کتنا کہاں ہے جس کے بارے میں تم نے اطلاع
دی تھی!“

”میں نے اسی کے بارے میں اطلاع دی تھی جسے دیکھتے ہی تم پیلا سے چھٹ گئے تھے!“
”لیکن تم نے جیلانی کا تذکرہ کرتے وقت نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے پیٹکے کے قریب ہی کہیں
پائی جاتی ہے!“

”میرے لئے کتنا ہم نہیں تھی میں تو تمہیں جیلانی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی!“
”لیکن وہ مظلوم نکلا!“
”میں ایسا نہیں سمجھتی!“

”تمہیں حالات کا پوری طرح علم نہیں۔ اس لئے ایسا کہہ رہی ہو!“
”کیسے حالات!“

”میرا خیال ہے کہ وہ سچ سچ کسی دشواری میں پڑ گیا ہے۔ اپکھ لوگ اس سے کوئی چیز وصول
کرنا چاہتے ہیں!“

”وہ اس کے کاروباری حریف ہی ہوں گے!“
”کاروبار سے کیا مراد ہے تمہاری!“
”چرس کی اسمگنگ...!“

”چرس کے اسمگلر اس کا نہ والوں کا درود سر ہوں گے...! میں تو صرف کتیا کے پچوں کے
سلسلے میں آیا تھا...! جیلانی میں محض اس لئے دل جھی لئی پڑی ہے کہ تمہارے بیان کے مطابق

اس نے فون پر کسی کو کتیا کے پیچے دیئے کی خوش خبری بنائی تھی!“

”تم کیا سمجھتے ہو کتیا کے پچوں کو...!“
”جیتنے!...!“

”فضول با تین نہ کرو... انہی کی آڑ میں اسمگنگ ہوتی ہے!“
”یعنی کتیا کے پیچے چرس لے جاتے ہیں!“

”یعنی سمجھ لو...!“
”وہ کس طرح...!“

”ان کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اور ایسے بھروسے پر منڈھ دی جاتی ہے جن میں چرس بھری
ہوتی ہے... اور پھر وہ ڈکوریشن پیسر کی حیثیت سے ایکسپورٹ کردیے جاتے ہیں!“
”خیال بر انہیں ہے!“ عمران پچھے سوچتا ہوا بولا۔ ”ویسے تم نے یہ آئندیا کس جاسوسی ناول
سے پار کیا ہے!“

”میں کہتی ہوں اسی لائن پر کام کرو۔ تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا!“
”اچھا... اچھا...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ناشے کا بھی بہت شکریہ بس ایک بات
اور میتاو...!“

”پوچھو...! معلوم ہو گی تو ضرور بتاؤں گی...!“
”آج کل جیلانی کی شادی کس سے کرا رہی ہو!“
”کیا مطلب...! وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”میں نے غزال سے اس کی کسی جدید ترین گرل فریڈ کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس نے
تمہارا پتہ بتا دیا!“
”مت بکار اس کرو...!“

”مطلوب یہ کہ اس نے بتایا کہ تم اس کے باپ کو دوسری شادی کی ترغیب دیتی رہتی ہو!“
”اُس کا داماغ خراب ہو گیا ہے! لیکن مخبرو... جیلانی میرے مطب میں اس لئے آتا ہے
کہ کبھی کبھی اُس کی ملاقات ایک مریضہ سے ہو جاتی ہے وہ اس میں دل جھی لے رہا ہے!“
”یہ ہوئی تباہات... اب اُس کا نام اور پتہ بھی بتاؤ!“

”سعدیہ نام ہے.... اور سول لاکنٹز میں رہتی ہے.... اوپیرا والی لائن میں بگلہ نمبر
گیارہ!“

”شکریہ۔ غزال نے بہر حال صحیح رہنمائی کی تھی!“

”لیں یہ بکواس ہے کہ میں اسے دوسری شادی کی ترغیب دیتی ہوں۔“

”بلد پر پیر کیا حال ہے....!“

”شاذ و نادر معمولی سا بھائی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ روز ہی سر پر سوار رہتا ہے یقین کرو کہ صرف سعدیہ کے لئے آتا ہے۔!“

”سعدیہ کس مرض میں بیٹلا ہے۔!“

”وہم... اسر کے وہم میں بیٹلا ہے۔ حالانکہ صرف بد بخی کا شکار ہو جاتی ہے۔ بھی کبھی!“

”بچھی بات ہے... تو میں چلا۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”مہر و پیر...!“ وہا تھا اٹھا کر بولی۔ اب تیرتے ایک سوال کا بھی جواب دیتے جاؤ۔!

”آسان ہوتا چاہئے۔ اور ار تھہ میک کافی ہو۔!“

”اگر تم چرس میں اندر سلنڈ نہیں ہو تو پھر کس لئے دوڑے آئے تھے۔!“

”کہیوں کے نورانیدہ بچے دیکھنے کا شوق بچپن ہی سے ہے۔ یہ تو شاہدار ایسی تک کی بات ہے۔ اگر مجھے اطلاع طے کہ جنوبی امریکہ میں کسی کیتا کے ہاں خوشی ہونے والی ہے تو سرپت دوڑتا جاؤں گا۔!“

”اچھا تو اب سرپت دوڑتے چلے جاؤ۔ ورنہ صحیح غصہ آجائے گا۔!“

”وہ وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ گازی اس کے بیکے سے قریباد فرلاگ کے فاصلے پر پارک کی تھی۔ زیبائی کے سلسلے میں متاثر رہنا چاہتا تھا۔ راستے پھر جو کار رہا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب نہ تھیں کہ سچارہا... اچھی طرح الہمیان کر کے زیبائی کے بیکے کی کپڑوں والی چلا گئی تھی۔ اور واپسی میں بھوکھیں کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شہم بھی کیا جاسکتا۔ لیکن فرلاگ کا فاصلہ طے کر کے گازی تک پہنچنے ہی پیروں تلے سے زمین نگل گئی۔ کیونکہ پچھلی سید پر غزال ششم دراز نظر آئی تھی۔

”وہ بوکھلانے ہوئے انداز میں سر سہلانے لگا۔ اور غزال اسے گھورتی ہوئی بولی۔“ گازی لاکر کر کے نہیں گئے تھے۔ اگر کوئی ازاں لے جانا تو۔!

”آپ سمیت اگر یہ واقعہ پیش آ جاتا تو واقعی میرے لئے نہ رجاء کا مقام ہوتا۔ لیکن یہ آپ کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ کیا اللہ صاحب ہی کا اغوا کا کافی نہیں ہے۔!“

”اغوا... ہونہہ...!“ وہ نہ پڑی۔

”لک... کیا مطلب...!“

”پہلے تم بتاؤ کہ زیبائے کیا معلوم ہوا۔!“

”کچھ بھی نہیں۔ اس سے بات ہی نہیں ہو سکی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ صرف بیکلے کا چکر کاٹ کر واپس آگیا! کچھ میں آتا کہ اس سے کیا پوچھا جائے اور کس طرح پوچھا جائے۔!“

”کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ڈیکھی کا کھلیل میری کچھ میں آگیا ہے۔!“

”واقعی...!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”چلو... بیٹھو...!“ غزال نے اگلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”باتی ہوں۔!“

”عمران گاڑی میں بیٹھ گیا اور بولا۔ ”اسی جگہ بتائیں گی... یا مجن اشارٹ کروں۔!“

”چلو... چلتے رہو... سوں لا نزدیکی ہے۔!“

”عمران چونک پڑا کیا اس نے کسی طرح اس کے اور زیبائے درمیان ہونے والی گفتگو سنن لی ہے۔ اس نے مژکر غزال کی طرف دیکھا۔

”کیوں... کیلیات ہے۔!“

”کچھ نہیں۔!“ اس نے نعلیں سانس لے کر کہا اور مجن اشارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی۔

”جاننے ہو اب کیا ہو گا؟“ غزال نے سوال کیا۔

”میں کیا جانوں۔!“ عمران مردہ ہی آواز میں بولا۔

”ڈیکھی روٹے بورتے ہوئے واپس آئیں گے۔ اور اطلاع دیں گے کہ وہ پانچوں نقابت پوش کار و باری حریف نہیں بلکہ سرال والے تھے۔ زبردستی شادی کردی انہوں نے... مجھے کھبے سے باندھ دیا تھا۔ اور چاپک لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ کرو شادی اپنی اسٹیو یا یکری ٹیری سے ورنہ مارتے مارتے کھال گر اؤں گے پھر دو تین چکیاں لے کر فرمائیں گے۔ کیا کرتا ہے بی کرنی ہی پڑی شادی ورنہ جان سے ماردیتے۔!“

”لرے باپ رئے۔!“ عمران بھرا ہوئی آواز میں بولا۔

”غلط نہیں کہہ رہی... تم دیکھ لینا... اور پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔!“

”بھی نہیں۔!“

”میں تم سے شادی کر کے غزال ڈھپ ہو جاؤں گی۔!“

”باپ رے باپ...!“ عمران کراہ کر رہ گیا۔

”یہ ہو کر رہے گا۔ تم دیکھ لینا... اس وقت تمہیں اسی لئے سوں لا نزد لے جا رہی ہوں۔!“

”گک... کس لئے...!“

”تمہارا بیس ذرلا چھانیں...!“ ڈھنک کے کپڑوں میں اسارت لگو گے!“

”میرا خیال ہے کہ پہلے اپنے ڈیڈی کو واپس آجائے دیجئے۔ اگر شادی کر کے واپس آئیں تو بھر آپ کو اختیار ہو گا۔ جو دل چاہے سمجھے گا۔ ابھی سے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”میں نے کہہ دیا تاکہ ان کپڑوں میں ہومو لگتے ہو...!“ ڈھنک کا بیس ہوتا چاہئے!“

”میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈیڈی کے بارے میں آپ کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ وہ واقعی بھی صیحت میں جلتا ہو سکتے ہیں!“

”مجھے ان گی کہانی پر یقین نہیں آیا۔ آخر چادر پر اُس سرخ دھبے کا کیا مطلب تھا جبکہ ایک بچہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ خون کا دھبہ نہیں ہے!“

”بلبل ہمیر آئیں کا دھبہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھی خونی رنگ کا ہوتا ہے!“

”تم آخر ان کی اتنی طرف داری کیوں کرو ہے ہو!“

”حق نمک او اکر رہا ہوں۔!“

”سول لاکنڑ چلو...!“ غزال نے سخت لہجے میں کہا۔

”لیکن میں شادی کیسے کر سکتا ہوں۔ جبکہ ابھی تک اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکا۔!“

”میں بہت باری ہوں اس لئے اس کی فکرنا کرو۔!“

”لیکن میں کر چین ہوں....!“

”خدا کی پناہ... یہ تو بھول ہی گئی تھی... لیکن کیا تم مسلمان نہیں ہو سکتے۔!“

”کیا فائدہ جب کہ مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں۔ نہ آپ نماز پڑھتی ہیں اور نہ میں

چرچ جاتا ہوں....!“

”ہاں یہ بات توبہ... میں نام کی مسلمان اور تم نام کے کر چین....!“

”اور یہ شادی واوی تو سب مہمی چکر ہے۔!“

”ہے تو....!“

”لہذا ڈیڈی کی واپسی کا انتظار سمجھے۔ پھر میں آپ کی شادی کسی نالائق مسلمان سے ہی کر داوی گا....!“

”ارے تو کیا میں شادی کے لئے مری جا رہی ہوں۔ وہ تو ڈیڈی کی ضد میں۔ اگر وہ شادی

کر کے واپس آئے تو میں ان کی مرضی کی پابند نہیں ہوں گی۔!“

”ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ اپنے ڈیڈی کو اس قدر چاہتی ہیں کہ ان کی زندگی میں کیا اور کا وجود برداشت نہیں کر سکتیں۔!“

”ہاں... یہ بات تو ہے!“ دفتہ رہنمائی ہو کر بولی۔ پھر باقاعدہ پھوٹ کر رونے لگی۔

”یہ دوسرا ہوئی۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔ پھر بہ آواز بلند کہنے لگا۔ ”ارے یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ کہیں لوگ یہ سمجھیں کہ میں آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف کہیں لے جا رہا ہوں۔!“

”لگ... گا... گا... ہہ... ہہ... گاڑی... کھڑی... ہہنے... ہہنے...“
کرزو...!“ وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

”یہی کہنا پڑے گا۔!“ عمران نے کہا۔ اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کرتا ہوا بولا۔ ”اب گاڑی کے گرد بھیڑ لگ جائے گی۔!“

اور اس نے دیکھا کہ غزالہ اپنے منہ میں رومال ٹھونٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔
”ارے... ارے... یہ مت سمجھے۔ ورنہ پھر دوں میں جرک لگے گا۔!“

”چچ... چپڑ ہو...!“
”وہ دیکھئے... لوگ غور سے اور ہر ہی دیکھ رہے ہیں۔ نہیں یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے...!“
عمران بوکھلا کر بولا۔ اور گاڑی دوبارہ اشارث کر دی۔ اور بولا ”میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جس سے آپ کے ڈیڈی زیبا کے مطلب میں گپاٹک کیا کرتے ہیں۔!“

”کون ہے...؟“ یہ بیک غزالہ کی بھیکوں میں بریک لگ گیا۔
”ہے ایک عورت... سعدیہ نام ہے اور سول لاکنڑ میں رہتی ہے...!“

”تم اس کا گھر جانتے ہو۔!“
”جی ہاں۔ اور پیروالی لاکن نامیں بنگلہ نمبر گیارہ۔...!“

”اچھا تو پھر وہیں لے چلو میں اُس سے بات کروں گی۔!“ غزالہ نے کہا۔ اس کی آواز میں بہکی سی لرزش بھی باقی نہیں رہی تھی۔ اور عمران کو دوسرے خطے کا احساس ہوا تھا۔ اس سے ضروری تھا کہ فوری طور پر اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول کر دی جاتی۔... بہر حال اب کسی سعدیہ کی شامت آنے کی باری تھی۔... جس کی شکل تک اس نے نہ دیکھی تھی۔... اس نے تیز سمجھ میں پوچھا۔ ”آخر آپ اس سے کیا بات کریں گی۔ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھایے۔!“

”میں بیکی میں تھی... اور بر قعہ اوڑھ رکھتا تھا!“

”اوہ... تو اب کہاں ہے بر قعہ...!“

”سیٹ کے نیچے...!“

”اب ایسا ہے کہ آپ ڈرائیور سمجھے اور میں بر قعہ اوڑھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں!“

”اس سے کیا ہو گا؟“

”تعاقب کرنے والے کے پیٹ میں درد ہونے لگے گا!“

”تم بے تکلی باقتوں کے علاوہ اور بھی کچھ کر سکتے ہو!“

”کیوں نہیں۔ اور زیادہ بے تکلی باقیں بھی کر سکتا ہوں۔ دیے یہ کام تو ہونا ہی چاہئے۔ کیا

بر قعہ ای سیٹ کے نیچے ہے جس پر آپ بیٹھی ہوئی ہیں...!“

”ہاں... لیکن کیا نہیں!“

”جی ہاں... سڑک پر سب کے نامنے بر قعہ اوڑھ کر بیٹھوں گا اور آپ ڈرائیور کریں گی!“

”میرا دامغ خراب ہوا ہے کیا کہ تمیں اس کی اجازت دوں گی!“

”بھی تو کہا تھا میں نے کہ خپٹ قانون کی ڈگری حاصل کر لیتے سے کام نہیں چلتا... وہ

بھیری میں والے ناول بھی نہیں پڑھے شائد آپ نے...!“

”پورا سیٹ میرا پڑھا ہوا ہے...!“

”آخر وہ بھی واکیل ہی تھا...!“

”تم کرنا کیا چاہتے ہو...!“

”تعاقب کرنے والے کو چکر میں ڈالنا چاہتا ہوں...!“ عمران نے کہا اور گاڑی سڑک کے

نیچے اتار کر کھڑی کر دی۔

”کیا چجھ...!“

”ہاں... ہاں... ایڈوچر رہے گا۔ اتری یے گاڑی سے!“

”تعاقب کرنے والی گاڑی کسی قدر آگے بڑھ کر رکی تھی۔ اور ڈرائیور اتر کر اس طرح بونٹ

اٹھاتے لگا تھا جیسے انہیں میں کسی گڑ بڑ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہو...!“

غزال طوعاً و کرھا سیٹ سے اتری تھی اور بد حواسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھے جا رہے

تھی۔ اس نے اپنے ایڈوچر سے متعلق ہوائی قلعے تو نہت بنائے تھے۔ لیکن ایسی کسی پچوٹش سے

دوچار ہونے کا پہلا ہی اتفاق تھا۔ عمران نے پچھلی سیٹ اٹھا کر سیاہ بر قعہ نکالا اور اتنے میں غزالہ

”سوج لیا ہے... جاتے ہی اس پر ٹوٹ پڑوں گی!“

”بنگلے میں رہتی ہے تو تھاہر گزندہ ہو گی۔ اور لوگ بھی ہوں گے!“

”ہوا کریں۔ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ پھر تم تو ساتھ ہی ہو اگر وہ کچھ بولیں تو پشت لینا!“

”آوارہ گرد ہزوں کی اور بات تھی محترمہ! یہ سول لاکنٹر ہے اور آپ ایک بنگلے پر دھاوا بولنے

جادہ ہیں!“

”میں کسی سے بھی نہیں ڈرتی!“

”عورت چاہے ایل ایل بی ہی کیوں نہ کر لے رہے گی عورت ہی!“

”کیا مطلب!“

”وہ لوگ فوراً پولیس کو بالائیں گے اور پھر جو کچھ بھی ہو گا اس کیلئے کم از کم میں تیار نہیں!“

”ڈرپوک“ وہ بھنا کر بولی۔

”بلکہ بزدل اور بھگوڑا بھی!“

”مزدوں سے تمہاری ملی بھگت تھی اور ہم لوگوں کو مر عوب کرنے کے لئے وہ ذرا مدد کیا گیا تھا۔

کچھ پیسے دیے ہوں گے مزوکو...!“

عمران کچھ نہ بولا۔ سخت الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سعدیہ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا تھا اس

نے۔ اب یہ سر پھری پتا نہیں کیا کر بیٹھے۔

”بولو یہی بات تھی تا۔“ غزالہ نے تیز لمحے میں سوال کیا۔

”بودول چاہے سمجھے۔ میں آپکا ملازم تو ہوں نہیں کہ آپ مجھ سے جواب طلب کر رہی ہیں!“

”اور اگر تم انہی لوگوں کے گزرے ہوئے تو!“

”آپ کے ڈیڑی کے حریقوں کے؟“

”ہاں میں بھی کہنا چاہتی ہوں...!“

”تو پھر کسی سعدیہ کی تلاش فضول ہے۔ پہلے آپ اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کیجئے!“

”خاموش رہو اور سوچنے دو!“

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد غزالہ نے کہا۔ ”کیا تم نے محسوس کیا کہ کوئی تمہارا تعاقب

کر رہا ہے!“

”بھک مار رہا ہے جو بھی ہے!“ عمران بولا۔ ”ویسے آپ نے کس طرح تعاقب کیا تھا کہ

مجھے علم ہی نہ ہو سکا!“

جھپٹ کر اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اب وہ کسی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

”بس اب چل دیجئے!“ پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ عقب نما آئینے پر نظر پڑی تھی۔ عمران بر قعہ اتار کر اطمینان سے اتراتھا۔ اس نے ملازمے پوچھا۔ ”خود آئے تھے یا کوئی لیا تھا!“

”نیکی پر آئے تھے۔ ڈرائیور نے سہارا دے کر اتمد اتھا... ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔“

”کیسے ٹوٹا....!“

”کہیں گر پڑے تھے!“

عمران نے سر کو جھینش دی۔ اور آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف چل پڑا۔ جیلانی کی خواب گاہ کے قریب رکھا۔ اندر سے غزالہ کی پچکیوں اور سکیوں کی آوازیں آری تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک وی... اندر سے جیلانی کی آواز آئی ”گون....!“

”وہمپ...!“

”آجائو...!“

وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ غزالہ جیلانی کے پاس سے ہٹ کر کر کسی پر جا بیٹھی جیلانی آرام کریں تو نہیں دراز تھا۔ اور شاکر غزالہ اس کے زانو پر سر نکائے روئی رہی تھی۔ جیلانی کا چہہ اور اہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقت نمایاں ہو گئے تھے۔ اور اس کا بیان ہاتھ ٹیکیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عمران اندر پہنچ کر ہاتھ باندھ کھڑا رہا۔ جیلانی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور غزالہ رومال سے اپنی آنکھیں خٹک کر رہی تھی۔ شامند آنسو اُنے ہی چلے آرے ہے تھے۔

”بیٹھ جاؤ!“ جیلانی نے پکھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ عمران بدستور کھڑا رہا۔

”تم نے سنا نہیں!“ غزالہ نے تیز لمحے میں بولنے کی کوشش کی لیکن آواز میزٹھی میزٹھی ہو کر روپا نی بن گئی۔

”نج... جی ہاں....!“ عمران بوکھلا کر بولا اور سامنے والی کر کی پر نیٹھ گیا۔

”بالکل وسی ہی خوشبو تھی۔ جیسی تم نے بیان کی تھی!“ جیلانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”کب اور کہاں...?“

”پچھلی رات یہیں۔ اس کمرے میں۔!“

”اچھا تو پھر!“

”وو بچے نکل نہیں آئی تھی۔ پڑھتا رہا تھا۔ شامند سوادو بچے کتاب رکھ کر روشنی بھانے

”اُسے بھی تو پچھے آنے کا موقعہ دیجئے!“

”بکواس مت کرو!“

”اُنکی ڈنٹ نہ کر بیٹھے گا!“

”اس وقت تو یہی دل چاہ رہا ہے کہ مر ہی جائیں۔ تماشہ بنا کر رکھ دیا!“ وہ دانت پیس کر بولی۔

بہر حال عمران کی تدبیر کا میاب رہی تھی۔ اب غزالہ کو نہ سعدیہ کا ہوش رہا تھا اور نہ سول لاکھڑا کا... بھاگ گھر بیٹھنے کی ہو رہی تھی۔

”ہمے میں تو مز کر دیکھ بھی نہیں سکتا.....!“ عمران کر رہا۔ ”ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہ نیک بی بی

مز کر کے دیکھ رہی ہے۔ ذرا عقب نما آئینے میں دیکھتے۔ وہ کالی گاڑی نظر آرہی ہے یا نہیں!“

”سب جائیں جہنم میں.... تم خاموش رہو.... تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔!“ غزالہ

نے دانت پیس کر کہا۔

”لو بھی....! کہاں شادی کرنے جا رہی تھیں اور کہاں دانت پیس رہی ہیں۔ آواز ہی زہر

لگنے لگی۔ وہ تو کہو میں نے ہی پچالا یا ورنہ کر بھی لی ہوتی شادی۔!“

”بکواس بند کرو!“

تحوڑی دیر بعد گاڑی پنگلے کی کمپاڈنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ غزالہ جلدی سے اتری اور جھپٹ

کر مالی کا نیچلے اٹھا لیا۔ عمران نے طویل سانس لی تھی اور سیٹ کی پشت گاہ سے نک گیا تھا۔!

”لکھو باہر....!“ وہ نیچلے تولتی ہوئی بولی۔

”بیہیں آرام نے ہوں۔!“ عمران نے نقاب الٹ کر کہا۔

انتے میں ملازم اندر سے دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتا ہوا بولا۔

”صاحب زخمی ہو گئے ہیں۔ ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔!“

”کہاں ہیں۔!“ غزالہ بوکھلا گئی۔ نیچے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

ہی والا تھا کہ کھڑکی سے اسی خوشبو کاریلا اندر آیا تھا۔ پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا تھا... دوبارہ آگئے کھلی تو یہ کمرہ نہیں تھا... اور وہ پانچوں... خدا کی پناہ!“

”پانچ ہی تھے...!“

”ہاں پانچ نقاب پوش... پھر انہوں نے تشدد کی حد کر دی... باسیں بازو کی ہڑی کر کیک ہو گئی ہے!“

”میں ان میں نے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا!“ عمران دھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

”آئینے میں شکل دیکھ لو پہلے!“ غزال نے جل کئے انداز میں کہا۔

”بعد میں دیکھ لوں گا!“ عمران رو راوی میں بولا۔

”بھر جال تمہیں گھر میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہو!“ وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر یوں۔

”ایسی باتیں نہ کہجے!“ عمران محمدی سانس لے کر بولا۔ ”خوشبو بُری بلائے۔ اسی خوشبو نے مجھے تو بھرے بازار نے اٹھا دیا تھا!“

”ہاں... اس کا کوئی قصور نہیں!“ جیلانی جلدی سے بولا۔

”قصور...!“ غزالہ دانت پیش کر رہ گئی۔

”اچھا باب تم جاؤ... میں ذہمپ سے کچھ ضروری باتیں کروں گا!“ جیلانی نے کہا۔ وہ عمران کو گھورتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ پھر جیلانی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمران سوال کر بیٹھا۔ ”کیا آپ نے وہ چیز ان کے حوالے کر دی!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چیز حوالے کرنی ہوتی تو بازو کیوں تڑوا بیٹھتا!“

عمران نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہوا پھر بولا ”واپسی کس طرح ہوئی آپ کی!“

”ایک شریف آدمی کے بستر پر ہوش آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے ایک سڑک کے کنارے بے ہوش پڑا پیا گیا تھا۔ وہ لوگ اخہلاکے۔ ہوش آنے پر مجھے بازو میں شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر بلویا۔ تب معلوم ہوا کہ فری پکھر ہے!“

”معلوم ہوتا ہے کہ بے چاروں کے پاس کار نہیں ہے!“

”کیا مطلب!“

”نوکر کے بیان کے مطابق آپ جیکسی سے واپس آئے تھے۔ اور کوئی آپ کو پہنچانے بھی نہیں آیا تھا!“

”میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہو جائیں۔ اس لئے میں نے ان سے مزید کوئی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا!“

”عقل مندی کی بات ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اچھا... انہیں بتایا کیا تھا!“

”یہی کہ چلتے چلتے چکر آیا تھا۔ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا!“

”چلتے..... اچھا ہی ہوا ورنہ کچھ بات پولیس تک پہنچادیتے.....!“

”بھر جال تم یہ سمجھ اوکہ جب تک وہ چیز ان کے قبضے میں نہیں آجائی اس وقت تک میں زندہ ہوں!“

”میرا بھی سیکھی خیال ہے کہ اس چیز کو حاصل کر لینے کے بعد وہ آپکو زندہ نہیں چھوڑیں گے!“

”پھر بتاؤ... اب کیا کروں!“

”کچھ دونوں کے لئے ملک سے باہر چلے جائے!“

”میں نے بھی بھی سوچا ہے لیکن بے بی کا کیا ہو گا!“

”انہیں بھی ساتھ لے جائے....!“

”میں جاہی نہیں سکتا....!“ جیلانی جنم جلا کر بولا۔

عمران جسم سوال بنا لے دیکھتا ہا سیٹھ جیلانی کچھ دیر بعد بولا۔ ”واپسی پر مجھے معلوم ہو گا کہ میں بالکل کھاگل ہو گیا ہوں۔ میرے سارے ملازمین نمک حرام اور بے ایمان ہیں۔ میں ان پر اعتاد نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے سروں پر سوار نہ ہوں تو مہینے بھر میں دیوالیہ ہو جاؤں!“

”تب تو دشواری ہے....!“ عمران پر تشویش لجھ میں بولا۔

”کوئی صورت اس کے علاوہ اور نہیں ہے کہ جیتنے تیسی ڈنار ہوں!“

”میں آپ کی ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ آپ کے کسی شناساکے پاس سیاہ رنگ کی فورڈ بھی ہے!“

”سیاہ رنگ کی فورڈ۔!“ جیلانی چمک کر اسے گھورنے لگا۔

”ایس ڈی اسے چار تین دو.... نمبر ہے....!“ عمران بولا۔

”یہ کیوں پوچھ رہے ہو!“

”جب ہم آپ کی تلاش میں نکلے تھے تو ایک مخصوص جگہ سے کسی نے اس گاڑی میں ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتا!“ جیلانی بڑا کر رہا گیا۔

”اور آپ نے چادر پر وہ دیکھا!“ عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”کیا یہ پبلے سے موجود تھا!“

”اوہ.... نہیں.... ہرگز نہیں.... خون....!“

”نہیں خون نہیں ہے!“

”تب پھر کیا ہے!“

”خدا جانے!“

”مجھے تو ہوش نہیں تھا.... واقعی بڑی عجیب خوشبو تھی۔ اور اتنی جلدی ذہن پر اس کا اثر ہوا تھا کہ کچھ سمجھنے کا موقعی نہیں مل سکتا!“

”اب میرے لئے کیا حکم ہے! یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ باڑی گارڈ پر اخراج لیتا رہے اور آپ فر کچھ مول لیتے پھریں۔“

”حد ہو گئی کہ چوکیدار بھی پچھلی رات کھڑے کھڑے سو گیا تھا!“

”جی ہاں.... اُنے بھی چکر آئے تھے.... ہاں تو آپ نے اس گاڑی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا....!“

”میں نہیں جانتا!“

”حالانکہ گاڑی کے ذکر پر آپ حیرت ظاہر کرتے ہوئے کچھ بذہبائیے تھے!“

”نہیں تو....!“

”آپ نے کہا تھا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا!“

”مجھے تو یاد نہیں۔ میں ایسی بات کیوں کرتا جکہ میں اس نمبر کی گاڑی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا....!“

”آپ کی مرضی....!“ عمران شانے سکوڑ کر بولا۔

”تمہیں یقین نہیں آیا....!“ وہ عمران کو گھوڑے جا رہا تھا۔

”نہیں جناب.... آخر آپ کے چاننا چاہتے ہیں....!“

”تم بہت شکی ہو!“

”ارے.... ایک بچہ بھی آپ کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ جانتے ہیں۔ لیکن بتانا نہیں چاہتے۔ سیاہ فورڈ کے حوالے پر آپ چوکے بھی تھے اور نمبر سن کر تو آپ کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا جیسے سماعت پر یقین نہ آ رہا ہو۔!“

”ختم کرو اس بات کو....!“

”اس کے بعد میر امصرف جناب عالی....!“

”کیا یہ کم ہے کہ میں تمہاری موجودگی میں ایک خاص قسم کی تقویت محسوس کرتا ہوں!“

”آپ کی مرضی میں تحلال کی کھانا چاہتا ہوں!“

”مگر یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں مجھے کہاں تلاش کر رہے تھے!“

”بس کیا بتاؤں جناب! بحکمت پھر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں بڑی مشکل سے میں صاحب کو پولیس سے رابطہ قائم کرنے سے روکا تھا!“

”یہ تم نے بڑا اچھا کیا!“

”یہی نہیں بلکہ ایک کام اور بھی کیا تھا میں نے جسے آپ یقیناً پسند فرمائیں گے!“

”وہ کیا!“

”انہیں محترمہ سعدیہ کی طرف نہیں جاتے دیا!“

”کیا مطلب!“ جیلانی جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

”جسکے اے.... اے.... بیٹھ جائیے کیا آپ بھول گئے کہ بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔“

”احتیاطی سے درد بڑھے گا!“

”تم کس سعدیہ کی بات کر رہے ہو!“ جیلانی آنکھیں نکال کر بولا اور عمران بوکھاہست میں اپنے سر سہلاہتے لگا۔

” بتاؤ.... بولتے کیوں نہیں؟“

”بہت ساری سعدیاں ہوں تو شان دہی بھی کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے!“

”تو تم اس حد تک میری ٹوہ میں زہے ہو! لیکن اسے کیسے معلوم ہوا!“

”جی بس بول کھاہست میں میری زبان سے نکل گیا تھا!“

”تم آخر ہو کیا چیز!“

”نچیز کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں!“

”کیا تمہیں سعدیہ کی قیام گاہ معلوم ہے...!“

”جی ہاں.... اوپر ادائی لائن میں گیارہواں بنگلے!“

”تو وہاں جانا چاہتی تھی۔ مگر کیوں؟“

”نہیں شبہ ہو گیا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر زیبا آپ کی شادی سعدیہ سے کرانا چاہتی ہیں!“

”لاعول ولا قوة! آخر یہ سب کچھ ہو اکیے!“

”میری ہی غلطی سمجھ لجھے۔ بلڈ پریشر کے سلسلے میں زیبا کا نام آگیا تھا زبان پر!“

”دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیٹ کر کھے دوں!“ جیلانی دانت پیش کر بولا۔

”واقعی پیٹ ڈالنے۔ شائد اسی طرح مجھے سکون مل سکے۔ لیکن اس سے ایک فائدہ ضرور ہوں آپ سے متعلق صاحبزادی کے خیالات معلوم ہو گے!“

”اب اپنی کوئی تیسری حماقت بیان کرو گے!“ جیلانی غریباً۔

”اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بھلانک کے خیالات سے مجھے کیا سر و کار!“

”کیا کہا تھا اس نے؟“

عمر ان نے مڑ کر چور نظر وں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ ”ان کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حادث پیش نہیں آیا بلکہ آپ نے غائب ہو جانے کا ذرا مہ کیا ہے!“

”تم ہوش میں ہو یا نہیں!“

”لغت ہو جھوٹے پر... آخر آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں۔ ساڑھے تین سو میں بک تو نہیں گیا آپ کے ہاتھوں....!“

”غیر... غیر اور کیا کہہ رہی تھی!“

”کہہ رہی تھیں کہ آپ دو دن بعد بحالت خراب وابس آکر اطلاع دیں گے کہ ان پر اسرار نقاب پوشوں نے زبردستی آپکی شادی کر دی۔ اگر آپ شادی نہ کرتے تو آپ کو گولی مار دی جاتی!“ جیلانی کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔

”میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ نقل و حرکت کے سلسلے میں محتاط رہئے ورنہ درد بڑھ جائے گا!“

”اب تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے!“

”گھر ہی سے!“

”نہیں.... اپنے کرنے میں جاؤ!“ جیلانی زور سے دھاڑا۔



انہیں روزا میکس میل کے ساتھی کی تلاش تھی۔ اور اب یہ کام کبی قدر آسان ہو گیا تھا۔

کیونکہ روزا سے اس کی تصور مل گئی تھی۔ نیما اور صدر اس مہم پر نکلے تھے۔ باہر سے آئے والوں کے ریکارڈ چیک کے گئے لیکن نہ کہیں وہ نام دکھائی دیا اور نہ وہ تصور بینظر آئی۔ روزا کے بیان کے مطابق وہ جیکس بارڈ نامی ایک جرم من تھا۔ پچھلے کمی مہ کے ریکارڈ میں بھی اس کا سارا غذہ مل سکا!

”عقلوں پر پر پھر پر گئے ہیں!“ صدر آخرا کار بولا۔

”کیا ہوا....!“ نیما نے چوک کر کھا۔

”ہمیں دراصل ابتداء اس ہوٹل سے کرنی چاہئے تھی جہاں وہ نہ سمجھا تھا!“

”لیعنی اندر بیشل سے....!“

”بالکل سامنے کی بات تھی.... پہلے وہاں سے تقدیق ہوئی چاہئے کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی ان تاریخوں میں مقیم بھی تھا نہیں!“

”لیکن جناب!“ اسٹینٹ فیجر نے کہا۔ ”وہ کوئی سفید قام آدمی نہیں تھا۔ جیکا سے آیا تھا اور کسی یاد فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ شائد نیگر و... چہرے کی بنادوت اور خط و خال سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اجداد نیگر وہ ہوں گے!“

”بڑی سمجھ بات ہے کہ آپ نے اس تفصیل کے ساتھ یاد رکھا۔ جبکہ یہاں روزانہ درجنوں آتے جاتے رہتے ہوں گے!“ صدر بولا۔

”یاد رہ جانے کی وجہ ہے جناب! بہت اچھا سنگر تھا کبھی کبھی ریکریشن ہال میں رقص کی موبائل پر گاتا شروع کر دیتا تھا اور اس کے گرد نوجوانوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی!“

”پاسپورٹ تھا اس کے پاس!“

”یقیناً تھا۔ ورنہ معلوم کیسے ہوتا کہ کہاں کا باشندہ ہے۔!“ اسٹینٹ فیجر نے کہہ کر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی جیاتی تھی چیر اسی اندر آیا تھا۔

”باہر والوں کا رجسٹر لے آؤ!“ اس نے کہا۔

چیر اسی چلا گیا تھا۔ اور ٹھوڑی دیر بعد وہ اس رجسٹر پر ٹکھے ہوئے تھے جس میں غیر ملکی گاہوں کا اندر راج ہوتا تھا...! صدر نے جیکس بارڈ سے متعلق تفصیل نوٹ کی۔

اور ایک بار پھر انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف جانا پڑا۔ اب تو جیکس بارڈ کی آمد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو چکی تھی۔ اس لئے کاغذات نکلوانے میں دشواری پیش نہ آئی۔ ہیڈ کوارٹر میں ایکس ٹو کے ایجنت نے کاغذات فوری طور پر نکلوائے اور ان کے سامنے رکھ دیئے۔ جیکس بارڈ جیکا ہی سے آیا تھا۔ اور واپس بھی چلا گیا تھا۔

”کیا بات ہے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟“
 ”جیکن بارہ تھارے بیان کے مطابق کوئی جرمن تھا...!“
 ”ہاں میں نے بھی کہا تھا!۔“
 ”اور مفید قام بھی!۔“
 ”تم تو اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے میں نے غلط بیان سے کام لیا ہو!۔“
 ”تم نے غلط بیانی ہی سے کام لیا تھا!۔“
 ”کیا کہہ رہے ہو!۔“
 ”ان دونوں اثر نیشنل کے اس کرے میں بلاشبہ ایک جیکن بارہ تھرہ اہوا تھا لیکن وہ کوئی سفید قام جرم نہیں تھا!۔“
 ”پھر کون تھا!۔“
 ”ایک جمیکن تیگرو!۔“
 ”نا ممکن!....!“ وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔
 ”اور تم نے بھی غلط کہا تھا کہ اس عورت کے علاوہ یہاں تھاری اور کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی!۔“
 ”میں نے غلط نہیں کہا تھا!“ روزا جھنجھلا گئی۔ صدر نے نیوکی طرف دیکھا اور وہ اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔ اس نے اس میں ایک چھوتا سا کیسٹ پلیسٹ نکالا۔ اور اس کا سوچ آن کر دیا۔ ایک عورت اور ایک مرد کی گفتگو سنائی دینے لگی۔ زبان انگریزی تھی اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا...!
 ”اوہ... یہ بیووت پیش کیا ہے تم نے...!“ روزا کہہ کر بوس پڑی۔
 ”ہاں یہ آوازیں تھاری کمرے میں سنی گئی تھیں!۔“
 ”تھربر و... ملتی ہوں کہ کیسے سنی گئی تھیں۔“ وہ با تھر روم کی طرف بڑھتی ہو کی بولی۔
 وہاں سے اپنا سوٹ کیس اٹھالا تھی۔ اور پھر اس نے بھی ایک ٹیپ ریکارڈر اس میں سے نکالا۔ کیسٹ کو روپا کنڈہ کیا۔ اور اس کے ٹیپ ریکارڈر سے بھی وہی آوازیں نکلنے لگیں۔
 صدر اور نیو جیسٹ سے اسے دیکھنے جا رہے تھے۔ بالآخر صدر بولا۔
 ”اس کا مطلب!۔“
 ”مرد کی آواز کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ کہ وہ اسی جیکن ملد فیکی آواز ہے۔ جس سے مجھے ملنا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ میک اپ میں ہو۔ اسلئے میں اسے آواز ہی سے پہچاننے کی کوشش کر سکوں!۔“

”بہت شیری کی!...!“ نیو پیشانی پر ہاتھ نار کر بولا۔ ”یہ ہوئی ہے!۔“
 ”اب روزا میکنیل کے ساتھ بختی بر تی پڑنے گی!۔“
 ”برت پکے!...! تمہیں بڑے پیار سے دیکھا کرتی ہے!۔“
 ”سوائے پیار کے اور کچھ نہیں پڑھ سکتے عورتوں کی آنکھوں میں!۔“
 ”پیار کے علاوہ وہاں اور کچھ ہوتا ہی نہیں!۔“
 ”اچھا پیارے جان اب واپس چلو۔ اس سے بھی دودو باتیں ہو جائیں!۔“
 ”اس شرط پر کہ تم اس تیم بیرس سے سخت لمحے میں گفتگو نہیں کرو گے!۔“
 ”ضرورت پڑی تو دو چار تھیڑ بھی رسید کر دوں گا!۔“
 ”یار آدمیت کے جامے میں رہا کرو!۔“
 ”تم نے اپنے لئے یہ پیشے غلط منتخب کیا ہے۔ بڑے اچھے میں نہ سہ نابت ہوتے...!۔“
 ”سوال یہ ہے کہ تمہیں پیار سے کیوں دیکھتی ہے مجھے کیوں نہیں دیکھتی!۔“
 ”اسی سے پوچھ لیں!“ صدر ریز اری سے بولا۔
 روزا میکنیل کو موڈل ٹاؤن کی ایک چھوٹی سی عمارت میں رکھا گیا تھا۔ اور اب تک اسے بھی باور کرنے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ وہ اپنے ہی آدمیوں کے درمیان ہے۔ لیکن جیسے بارڈ سے متعلق نے اکشاف کی بنا پر انہیں اپنے طریق کار پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آگئی تھی۔
 صدر نے فون پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اسے نئی صورت حال سے آگاہ کیا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اب تمہیں اپنارویہ بدل دینا چاہئے!۔“
 ”میں بھی بھی سوچ رہا تھا جناب!۔“
 ”نیو نے اس کے کمرے میں کچھ آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں!۔“
 ”جی ہاں!...! لیکن ابھی ہم نے ان کے سلسلے میں اس سے پوچھ کچھ نہیں کی!۔“
 ”یہی مناسب وقت ہے کہ اسے حقیقت کا علم ہو جائے!۔“
 ”بہت بہتر جناب!۔“
 دوسری طرف سے سلسلہ مقطوع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور کہ دیا تھا۔ پھر وہ دونوں روزا میکنیل کے کمرے میں پہنچنے تھے۔
 نیو نے اپنا بریف کیس میز پر رکھ دیا اور صدر خاموشی سے روزا کی طرف دیکھا رہا۔

”اور اسے بھی وضاحت کے ساتھ علم نہ ہو گا کہ اُس سے ملنے کون آ رہا ہے!“
 ”حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے.... ممکن ہے اس کے پاس میری تصویر ہوت!“
 ”تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ جرمن کی سیاہ فام جمکن کے میک اپ میں تھا!“
 ”میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کوئی سفید فام کی سیاہ فام کے میک اپ میں ہو۔ مجھے تو یہ ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے....!“
 ”وہ خاموش ہو گئی پھر یک بیک چوک کرنوی۔“ تم اس طرح سوالات کر رہے ہو جیسے...
 ”جیسے!“ وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔
 ”خاموش کیوں ہو گئیں، بات پوری کرو....!“
 ”کچھ نہیں....!“ روزانے کہا۔ لیکن اس کے انداز سے سراسیگی جھائک رہی تھی!
 ”غالباً تم یہ کہنا چاہتی تھیں کہ کہیں غلط ہاتھوں میں تو نہیں پڑ گئیں!“
 ”لیاں حالات میں مجھے یہ نہ سوچنا چاہئے!“
 ”اور ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ تم بھی حقیقت وہی ہو یا نہیں!“
 ”کون نہیں ہوں!“
 ”روز امیکوئیں...!“

”تم میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو....!“
 ”کوڈ نیم کیا ہے!“
 ”یہ کیا ہوتا ہے....!“ روزانے حیرت سے پوچھا۔
 ”تمہارا خیال غلط نہیں ہے کہ یہ کوئی اندازی خاتون ہیں!“ صدر نے نیو سے کہا۔
 ”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو ہے....!“
 ”کوئی بات نہیں ہے.... ہم مطمئن ہو گئے ہیں کہ تم محض ایک ڈی ہو....!“
 ”کیا مطلب....!“
 ”سنومیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ مجھے جیکس بارڈ سے ملتا ہے.... یہ سارے الجھاؤے میری سمجھ میں نہیں آ رہے!“
 ”کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ سید ہمیں کی بات ہے۔ یہاں کا ملکہ سراغ رسانی ہمارے خلاف حرکت میں آگیا تھا۔ لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ اس نے ہمارے لئے کون سا طریق کار اختیار ہے۔ سبھی معلوم کرنے کے لئے تم بھیت ڈی یہاں بھیجی گئی ہو۔ ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ ملکا

”کس زادی سے حملہ آور ہو گا!“
 ”لک... کیا کہہ رہے ہو....!“ وہ ایک بار پھر یوکھلا کر انھی کھڑی ہوئی۔
 ”بیٹھ جاؤ....!“ صدر ہاتھ انھا کر بولا۔ ”تمہیں کم از کم تم جیسی سادہ لوخ خاتون کو نہ بھیجا چاہئے تھا!“
 ”خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ ملکہ سراغ رسانی کی کیا بات کر رہے تھے۔ کیا معاملہ ہے!“
 ”تم یہاں کیوں آئی ہیں!“
 ”مجھے جیکس بارڈ کو صرف یہ اطلاع دینی تھی کہ وہ لوگ مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اُس کے بعد میری واپسی کا ذمہ دار جیکس بارڈ ہی ہوتا۔ اس پیغام رسانی کے صلے میں انہوں نے پانچ ہزار ڈالر طہران میں میرے بیک اکاؤنٹ میں مجمع کراوے ہیں!“
 ”کون لوگ کیسماں وصول کرنے کے لئے تیار ہیں!“
 ”یہ میں نہیں جانتی۔ میری ایک دوست نے طہران کے ایک تاجر سے ملیا تھا۔ اُس نے اتنے معمولی سے کام کا آفر دیا۔ معاوضہ معقول سے بھی زیادہ تھا۔ اور سفر مفت تفریح مفت، واپسی کا سفر جیکس بارڈ کے ذمے۔ میں تیار ہو گئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق پولیس سے بھی ہو سکتا ہے تو میں ہرگز تیار نہ ہوتی!“
 ”لیکا چرس یادوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کا خیال نہیں آیا تھا تمہیں!“
 ”اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتی تھی۔ یقیناً خیال آیا تھا!“
 ”تو پھر!“
 ”اگر منشیات کی تجارت کا معاملہ بھی تھا تو مجھے اس سے کیا سروکار۔ مجھے تو صرف ایک پیغام پہنچانا تھا۔ اور پھر واپسی....!“
 ”لیکن اب زحمت میں پڑ گئی ہو....!“
 ”اب کیا ہو گا۔ خدا کے لئے مجھے کسی طرح واپس بھجوادو!“
 ”تمہیں واپس بھجوانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے!“
 ”پھر میرا کیا ہو گا!“
 ”تمہارے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تن بے تقدیر بیٹھی رہو۔ اور دیکھو کہ حالات کو نا رخ اختیار کرتے ہیں۔ یا خود ہی پولیس کے پاس پہنچ جاؤ۔ لیکن تم کسی طرح بھی اسے ثابت نہ کر سکو گی کہ طہران کے کسی تاجر نے تمہیں یہاں بھیجا ہے کیونکہ تم خود کو سیاح ظاہر کر پچھی ہو۔

گاڑی حرکت میں آئی تھی اور نیو نے عقب نما آئنے کے زاویے میں تبدیلی کی تھی۔ اپنے دوز چلنے کے بعد اس نے کہا۔ ”عمارت کے باہمی بازو سے ایک موڑ سا نیکل برآمد ہوئی ہے۔“
”اگر وہ حقیقتاً گاڑی کا تھا قب کرتی ہے تو روز امکن سے بھی زیادہ اہم ہو سکتا ہے وہ شخص کیونکہ روز اتو محض ذہنی ہے۔“
نیو نے ایک گلی میں گاڑی موڑ دی تھی اور پھر ٹھوڑی ہی در بعد قدیم ہو گئی تھی کہ موڑ سائیکل سوار ان کا تعاقب ہی کر رہا تھا...!



غزالہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرنے۔ اگر سعدیہ والی کہانی درست تھی تو بھی اس واقعے کے بعد وہ اپنے باپ سے تو کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ لہذا ایک بار پھر اس نے ذہنپر ہی کا گریبان پکڑنے کی کوشش کر دی۔
”وہ تو میں نے ہواں چھوڑی تھی۔“ عمران بڑی ڈھنڈائی سے بولا۔

”کیا مطلب...!“
”آپ نے جو روشن شروع کر دیا تھا تو آخر چپ کس طرح ہوتی۔ خواتین کو روتنے دیکھ کر مجھ پر بوکھلا ہٹ کا درودہ پڑ جاتا ہے۔...!
”تو تم نے ڈیمی کی پر جھوٹا لازم لگایا تھا۔“
”آپ کاروبار بند کرنے کے لئے بچپنی سات پتوں پر بھی لازم لگا سکتا تھا۔!
”اگر میں ڈیمی کی کوتا دوں تو...!“
”میں نے کب کہا ہے کہ نہ بتائیے۔!
”اس کے بعد پھر نہ لک سکو گے یہاں....!
”تب تو ضرور بتائیے...!
”کیا مطلب...!

”میں خود ہی نکل بھاگنا چاہتا ہوں۔ ان واقعات کے بعد۔!
”بھگوڑتے تو ہوئی۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہوں۔!
”جو کچھ دل چاہے سمجھئے یہاں تو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔!
”نیچ سرڑک پر بر قع اوڑھنے والی حرکت بھی زندگی بھریا درہے گی۔!
”

کاغذات پر بھی تحریر ہے۔...!
”خداوند میں کس نصیحت میں پھنس گئی۔!
”میری دانت میں تھا رے لئے پہلی ہی صورت مناسب رہے گی۔!
”تبت... تو اس عورت کا تعلق پولیس سے تھا۔ جس نے میرے لئے ہمدردی ظاہر کی تھی۔!
”اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس دن کے بعد سے پھر کہیں نہیں دکھائی دی۔
”لیکن تمہاری پولیس میں کسی غیر ملکی عورت کا کیا کام...!
”تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھی۔!
”کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پیغام تم لوگ وصول کر کے میری واپسی کا انتظام کر دو۔!
”ہمیں صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے طہران والے نہیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتے۔!

”میں انسانیت کے نام پر تم سے اپیل کرتی ہوں۔ میری مدد کرو۔ ورنہ میرا پورا کیر یہ رہا ہو جائے گا۔ میں وہاں شعبہ آثار قدیمہ میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔!
”پانچ ہزار کے عوض تم نے اپنا مستقبل دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔!
”بن ہو گئی حفاقت...!
”مجھے تم پر بے تباہ تر س آ رہا ہے۔ لیکن میں بھی کسی کو جواب دہ ہوں۔!
”اسی کے سامنے میرا معاملہ پیش کر کے رحم کی اپیل کرو...!
”وہ کسی کی نہیں نہ تھا۔ اپنے بنائے ہوئے چند اصولوں کا اسیر ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ فی الحال تم صرف آرام کرو...!
”صدر نے کہا اور نیو کو دو اپنی کا اشارہ کرتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔

”اب ہم سائیکلو میشن کا رخ بھی نہیں کریں گے۔“ اس نے کہا۔
”کیوں...!“ نیو نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”اگر یہ واقعی ذہنی ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر ہماری گرفتاری کر رہے ہوں گے۔!
”میرا بھی یہی خیال ہے۔!
”حالات سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔!
”صدر نے گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”اس لئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔!
”اس کے باوجود بھی تم نے اس سے بہت کچھ اگلوالا۔!
”نیواسٹریگ سنجاتا ہوا بولا۔

”آپ جلد از جلد اپنے ڈیڈی کی دولت پر بقدر جمالینا چاہتی ہیں۔ قتل کا الزام ان تا معلوم لوگوں کے سر جائے گا!“

”تمہارا قیمہ کر کے رکھ دوں گی!“ وہ اس کی طرف جھپٹتی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ راہداری میں جیلانی سینٹھ سے مدد بھیز ہو گئی۔ وہ رکھا تھا لیکن عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ غزالہ اس کے پیچھے تھی!“

”نہبہو...!“ جیلانی نے گرج کر کہا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے!“ ساتھ ہی اس نے غزالہ کا بازو بھی کپڑا لیا تھا۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ”مجھے چھوڑ دیجئے جان سے مدد دوں گی!“

”بات کیا ہے؟“ جیلانی کوچ مجھ غصہ آگیا۔ ”کہتا ہے کہ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی ہوں!“ ”یہ کیا بکواس ہے...!“

”ایسے پوچھئے... کہتا ہے جلد از جلد آپ کی دولت پر بقدر کر لینے کے لئے میں نے یہ چکر چلایا ہے خدا نخواستہ آپ کو قتل کر دوں گی اور الزام ان نقاب پوشوں کے سر جائے گا!“ ”اوہ... تم بھی احتی ہو گئیں اس کے ساتھ... یہ تو قوف آدمی ہے...!“

”تو پھر فوراً نکال باہر کیجئے اس یہ تو قوف آدمی کو...!“ وفتا عمران پھر راہداری کے سرے پر دکھائی دیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ہاں ہاں نکال باہر کیجئے... میں کب مکنا چاہتا ہوں یہاں!“

”چلو... ادھر آؤ...!“ جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔ ”اُنہیں ہناد تھیجے۔ پھر قریب آ سکتا ہوں۔ میں تو ایک اچھا مشورہ دینے گیا تھا۔ انہوں نے خود ہی ادھر ادھر کی باتیں نکالیں اور پھر مجھے جان سے مازدینے پر تسل گئیں!“

”میں کہتا ہوں ادھر آؤ...!“ جیلانی غریباً عمران سہا سہا ستریب پہنچا تھا۔ اور اس طرح غزالہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کے غافل ہوتے ہی وہ ہاتھ چھوڑ دے گی۔

”یہ تم اس سے کیا بکواس کر رہے تھے!“ جیلانی نے تھہر آکر دل بھج میں پوچھا۔ ”پھر کیا کرتا جب میری سید گھی سادھی باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں تو مجھے غصہ آ جاتا ہے!“

”یہ کہتا تو سعدیہ کو کہاں سے پیدا کرتا جس کا کوئی وجود نہیں ہے!“ ”یہ تم کہہ رہے ہو!“

”جی ہاں! آپ سر ہو رہی تھیں کہ آپ کو سعدیہ کے پاس لے چلو۔ میں نے آپ کا دھیان بٹانے کے لئے آپ سے تعاقب کی تفصیل پوچھی۔ اور بر قعہ کا نام سننے ہی وہ تدبیر کر ڈالی جس کی بناء پر آپ کو گھر ہی کی طرف بھاگتے ہیں!“

”اول درجے کے فراہ ہو...!“

”اپنی جان بچانے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے!“

”تو پھر یہاں سے کب بھاگ رہے ہو!“

”جب تک کہ خود سینٹھ صاحب کاں پکڑ کر نکال باہر نہ کریں!“

”اور تم اُنہیں اُس پر مجبور کر دو گے!“

”شائد اپناہ کر سکوں۔ سینٹھ صاحب بہت شریف آدمی ہیں انہیں دھوکا نہیں دے سکتا۔!“

”مجھے یہ تو قوف بنا سکتے ہو!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”یہ تو قوف نہیں بنایا تھا اپنی جان بچائی تھی۔ آخر میں آپ کو سعدیہ کے نام پر کہاں لے جاتا۔!“

”اگر میں ڈیڈی سے پوچھ ہی بیٹھنی تو...!“

”میں پورا واقعہ دھرا کر ان سے معافی مانگ لیتا۔!“

”در اصل مفت خورے ہو...!“

”آپ کے ڈیڈی ایسا نہیں سمجھتے ورنہ میں یہاں تک نہیں سکتا تھا!“

”تم نے ابھی تک کیا ہی کیا ہے۔ تمہاری موجودگی میں ڈیڈی پر یہ سب گذر گئی!“

”اگر سینٹھ صاحب مجھے بتادیتے کہ وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہیں تو میں اور کوئی تدبیر کرتا!“

”تم کچھ بھی نہیں کرتے... صرف یاتھی بٹانے کے ماہر ہو!“

”کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں!“

”ہاں، میں یہی چاہتی ہوں!“

”بات پوری طرح سمجھ میں آگئی...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کون سی بات سمجھ میں آگئی!“

”ان واقعات کے پیچے آپ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے!“

”یہ کیا بکواس ہے...!“

”کون سی بات سمجھ میں نہیں آئی!“

”میں یہ کہنے گیا تھا کہ اب مس صاحب وقت بے وقت گھر سے نکلا چھوڑ دیں!“

”میں خود بھی بھی کہنا چاہتا تھا!“ جیلانی بولا۔ ”اگر خدا نخواست تم پر کوئی حادثہ گزرا گی تو مجھے ان کے سامنے نہ جھکا دینا ہی پڑے گا!“

”لیکن آپ تو گھر میں تھے جب آپ پر یہ حادثہ گزرا!“ غزالہ بول پڑی۔

”یہ بھی بھیک کہہ رہی ہو....!“ جیلانی کا لہجہ پر تشویش تھا۔

”اسکی فکر نہیں... اب تو کوئی بیہاں قدم رکھ کر دیکھے۔ راتوں کو جاگ کر نگرانی کروں گا!“

”کیا وہ خوب فلمی گیت کاتی ہوئی آتی ہے کہ تم ہوشیار ہو جاؤ گے....!“ غزالہ بعل کر بولی۔

”مم... میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے!“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”تم اس سے باتوں میں نہیں جیت سکو گے!“ جیلانی نہ پڑا۔ پھر ستاری لی۔ شام کے بازو کو جھنکانا کا تھا ہنسے سے۔ عمران نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور سختی سانس لی تھی۔

بات وہیں ختم ہو گئی۔ جیلانی نے دنوں سے اپنے اپنے کروں کی طرف جانے کو کہا تھا۔ پھر وہ شام کی چائے کے وقت تک کروں سے باہر نہیں نکلے تھے۔ اور انہیں روم میں دنوں کی ملاقات پھر ہوئی۔ جیلانی سیٹھے اپنی خواب گاہی میں تھا۔ شام کے اس کی چائے وہیں بھجوائی گئی تھی۔

عمران خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ نظر اٹھا کر غزالہ کی طرف دیکھا تک میں تھا۔ لیکن غزالہ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ آخر بول ہی پڑی تھی۔ ”آخر تھم خود کو سمجھتے کیا ہو!“

”دنیا کا مظلوم ترین آدمی جس کی ہمدردی کی باتوں پر بھی لوگوں کو غصہ آ جاتا ہے!“

”تم خود بات بڑھاتے ہو۔ تمہیں اتنی بے دردی سے اظہار خیال نہ کرنا چاہئے تھا!“

”اصل میں جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر میرا دماغ بہت تیز ہو گیا ہے۔ سارے امکانات کا جائزہ لینے کی عادت ہو گئی ہے۔ ویسے اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔!“

”پتا نہیں کیوں... تھوڑی دیر بعد تمہیں معاف کر دینے کو دل چاہتا ہے!“

”شکریہ...!“

”سشو۔ ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے!“ وہ آگے جھک کر رازدار نہ انداز میں بولی۔

”کہئے... کہئے...!“ عمران نے پر اشتیاق لجھ میں کہا۔

”ڈیڈی ضدی ہیں۔!“

”کھلی ہوئی بات ہے۔ بازو تزویلیاں لیکن ٹس سے مس نہ ہوئے!“

”مور میں سوچ رہی ہوں کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب وہ مجھ پر قابو پانے کی کوشش کریں گے!“

”میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے!“ عمران نے میر پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”بیو قوئی کی باتیں مت کرو... تم نے کیا بیکار لیا تھا ان کا...!“ مژک پر سے اٹھ گئے تھے۔

”ڈیڈی کو وہ گھر سے لے گئے۔ کسی کو کافوں کاں جرنے ہوئی۔!“

”یہ بھی ٹھیک ہے....!“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”فضل باتیں کر رہے ہو۔ میری تجویز بھی تو سنو....!“

”اوہاں.... کہئے.... کہئے....!“

”کیوں نہ ہم دنوں اپنے طور پر اس چیز کو تلاش کریں....!“

”نہیں صاحب....!“ عمران دنوں کافوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”سیٹھ صاحب مجھے گولی مار دیں گے....!“

”بیو قوئی کی باتیں مت کرو۔ انہیں معلوم نہ ہو سکے گا!“

”اس کے تصور سے میرا دم تکل رہا ہے!“

”تب پھر تم ہم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تم بتاؤ انسانی زندگیاں زیادہ اہم ہیں یا وہ نامعلوم چیز....!“

”انسانی زندگیاں...!“ عمران طویل ساتھ لے کر بولا۔

”مزاج کا ضدی پن عقل سلیم کو ہڑپ کر جاتا ہے۔!“

”شام کے آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔!“

”اگر ایسے آدمی کی مدد نہ کی جائے تو وہ بالا خردوب ہی جاتا ہے۔!“

”مدد کرنے کے لئے تو میں یہاں ہوں! لیکن مدد کس طرح کی جائے!“

”خاموشی سے اس چیز کو تلاش کر کے ان لوگوں کے حوالے کر دیں۔!“

”بڑی آسمانی سے یہ بات آپ کی زبان سے پھسل تو گئی ہے لیکن ہمیں تو اس چیز کی نوعیت ہی کا علم نہیں ہے ہم کیا تلاش کریں گے۔!“

”کوئی اسکی چیز جو بہت اہم ہو....!“

”ٹھہریے۔!“ عمران ہاتھ کر بولا۔ ”خدا کے لئے ٹھہر جائے مجھے پسینے آرہے ہیں....!

”ارے باپ زنے....!“

”مکر است اور مقدس مریم کی قسم کھاؤ...! مجھے یقین آجائے گا۔“

”میں ان دونوں کو اس بھڑکے میں نہیں ڈالنا چاہتا خواہ آپ مجھ پر اعتداد کریں یا شکریں۔!“

”بس تو پھر رہنے دو.... وہ لوگ مجھے اٹھا لے جائیں گے۔ اور ذیلی کو دھکائیں گے کہ اگر انہوں نے وہ چیزان کے حوالہ کی تو مجھے مارڈالس گے۔!“

”یہ کام تو انہیں بہت پہلے کر ڈالنا چاہئے تھا۔ خواہ خواہ اتنی دیرگانی۔“

”تم ہوش میں تو ہو...!“ غزالہ بھڑک اٹھی۔

”ہوش میں ہوتا تو یہ ضرور سوچتا کہ آخر مجھ میں کون سے ایسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ میرے یہاں آتے ہی انہیں اس قسم کی تدبیریں سوچنے لگیں۔!“

”اوہ...!“ وہ آنکھیں نکال کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک پچھے سوچتی رہی پھر سر پلا کر بولی!

”واقعی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب تک تم اس پلیا پر نہیں دکھائی دیئے۔ ہم نارمل قسم کی زندگی گذارتے رہے تھے۔ اور مجھے ذیلی کے کسی ایسے راز کا علم نہیں ہوا تھا۔!“

”سوچے... جائیے میں تو چلا۔!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”ملازمت بھی ملی تو کھیاں پیدا کر کے مارنے والی۔!“

”بیٹھو...!“ غزالہ نے تحکمانہ لجھ میں کہا۔

”مجھ پر رحم کیجئے۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!“

عمران پھر وہاں نہیں ظہور اٹھا۔ غزالہ دانت پیشی رہ گئی۔ اسی کے توجہ دلانے پر اُس کا ذہن اس حقیقت کی طرف مبذول ہوا تھا کہ اس کی آمد سے قبل وہ لوگ بڑی بڑی سکون زندگی گذار رہے تھے۔ اور یہ کہاں ایک حاملہ کتیا سے شروع ہوئی تھی۔ وہ سوچتی رہی اور اس کا ذہن ان

معاملات میں الگتا ہی چلا گیا۔ ذہب کی آمد اور اُس کی حیثیت معتمد بن کر رہ گئی تھی۔ آخر کار وہ اٹھی اور اس ذہنی کیفیت سمیت جیلانی سیٹھ کے سامنے جا پہنچی۔ اور آرام کر کر پر شیم دراز تھا۔

اور نہ جانے کیوں اُس نے خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہی رکھا تھا۔.... آنکھیں بند تھیں وہ قریب جا کھڑی ہوئی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ پھر اٹھے پاؤں واپس ہی ہونے والی تھی کہ باتحہ

روم کا دروازہ کھلا اور عمران برآمد ہوتا نظر آیا۔

غزالہ نے جیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”دروازہ بند کر دیجئے اور بیٹھ جائیے...!“

”آہستہ بولو...!“ وہ جھنجلا کر بولی۔ ”جاگ پڑیں گے۔!“

”کیا ہوا... کیا بات ہے...!“

”ایسی ہی ایک چیز یاد آرہی ہے... وہ ایک دانت تھا کسی آدمی کا... دانت میرے دادا جان

کے قبضے میں تھا۔ پورا خاندان ان... تباہ ہو گیا... اور میں آخری فرد... یعنی خاندان کا آخری

چشم و چراغ اس طرح دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔!“

”کیا بک رہے ہو...!“

”وہ افریقہ کے ایک جادوگر کا دانت تھا جو کرنل ذہب کے ہاتھوں ٹوٹا تھا۔!“

”مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔!“

”پھر ضرور نہیں کہ وہ خطرناک چیز سیٹھ صاحب نے گھر میں رکھی ہو۔!“

”گھر کے علاوہ اور کہیں نہ ہوگی۔!“

”تب تو وہ لوگ نے پہنچ معلوم ہوتے ہیں۔ نہایت آسان تدبیر تھی خوبصورتی کا حلہ گھر کے

ہر فرد پر اڑانداز ہوتا اور نہایت اطمینان سے پورا بگلوالہ پلٹ کر رکھ دیتے۔!“

”اس کے باوجود بھی وہ چیز نہ ملتی۔!“

”اوہ...!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں کوئی ایسی

جگہ بھی ہے جس کا علم آپ دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔!“

”آہستہ بولو۔!“ اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سر گوشی کی۔.... عمران پچھے اور آگے

جھک آیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی ”تہہ خانہ جس کا علم ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں

لیکن وہاں تھا جاتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔!“

”پبلے کبھی گئی ہیں۔!“

”چچپن میں ایک بار... خود ذیلی لے گئے تھے اور مجھے دیر تک سمجھاتے رہے تھے کہ میں

اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کروں۔!“

”تب تو ممکن ہے...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں راستہ جانتی ہوں۔ لیکن میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس سلیب کو اس کی جگہ

سے ہٹا سکوں۔!“

”یہ میں کرلوں گا.... آپ بے فکر ہے۔!“

”لیکن میں کیسے یقین کرلوں کہ بات تمہاری ذات سے آگے نہیں بڑھے گی۔!“

”قطعی نہیں بڑھے گی! لیکن آپ کو یقین دلانا میرے بس سے باہر ہے۔!“

”سر پر ڈھول بجانے سے بھی نہیں جاگ سکتے۔!“ عمران نے بڑے اطمینان سے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔
”میا مطلب۔!“

”اطمینان سے میٹھے جائے... ضروری مشورہ...!“
”آخر ڈیڈی...!“ وہ پر تشویش نظر والی سے جیلانی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

”بے فکر رہے... صرف گھری نیند ہے کوئی خاص بات نہیں۔!“
”کسی نیند ہے....! یہ تو پیروں کی چاپ سے بھی جاگ جاتے ہیں۔!“

”میں نے انہیں سلاویا۔ تکلیف زیادہ تھی.... نیند کا انگشن دیا ہے....!“
”آخر برات کیا ہے جلدی بتا۔ ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔!“
”آپ نے ابتدائیں کہا تھا کہ آپ اپنے باپ کو کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔!“
”اور اب بھی سہی کہتی ہوں۔!“

”تو پھر میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ انکا وہ بازو قلعی محفوظ ہے فر پکر تو بڑی چیز ہے۔
کہیں بھلی سی خراش بھی نہیں ہے۔ یہ تو آپ جانتی ہیں جس حصے میں فر پکر ہوتا ہے اس پر
ورم بھی آ جاتا ہے....!“
”یقینی بات ہے۔!“

”تو پھر میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ شانے سے لے کر انگلیوں تک کہیں معمولی سا ورم بھی
نہیں ہے یہ تو بینڈ تھا اس طرح کی گئی ہے کہ اوپر سے سچھ اندازہ لکھا مشکل ہے۔!
عمران نے جیلانی کے چوتھے کھائے ہوئے بادو کو پیسوں کی بندش سے آزاد کرنا شروع کیا
تمبا۔ اور پھر ذرا ہی سی دیر میں غزالہ کو اس کے بیان پر یقین کر لینا پڑا تھا۔ پورا ہاتھ بالکل ٹھیک تھا۔
اس پر کہیں بھلی سی خراش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ اس کی زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی۔ عمران کو
دوبادہ پتی باندھتے دیکھتی رہی پبلے ہی کی سی بینڈ تھی کرو دینے کے بعد وہ اسکی طرف مڑا۔ غزالہ سر
جھکائے کھڑی تھی پھر عمران نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے خاموشی سے تعلیم کی
عمران بھی اس کے ساتھ ہی کر کے سے نکلا تھا۔ گراونڈ فلور پر پہنچ کر وہ ڈر انگ روم میں آئے۔
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے۔!“ وہ بلا خربولی تھی۔
”کچھ میں تو ابھی میری بھی نہیں آیا۔ لیکن ہے کوئی بڑا چکر۔!“

”تم نے انہیں بے ہوش کیسے کیا تھا۔!“
”وہ سونے سے قبل نیند کا انگشن لیتے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔!“
”میرے لئے یہ بھی نئی اطلاع ہے۔!“
”میں بغور انہیں دیکھتا رہا ہوں۔ آج میں نے نیند والی دوا کے ایمیل کی جگہ بیہو شی طاری
کرنے والی دوا کا ایمیل رکھ دیا تھا۔ لہذا انہوں نے خود تی اپنے اور پر بیہو شی طاری کر لی۔!“
”تم نے ایسا کیوں کیا تھا۔!“
”ہاتھ کی بینڈ تھی کھول کر اپنے شمی کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بھلی ہی نظر میں شمہر ہو گیا
تھا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔!“
”لیکن آخر کیوں۔!“
”میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ انہوں نے میری اصلاح معلوم کرنے کے لئے کیا ہے۔!
عمران نہ کر بولا۔
”میں نہیں سمجھی۔!“

”شاہزادہ مجھے سی آئی ڈی سے متعلق سمجھتے ہیں۔ چونکہ وہ کہتا آپ کی قیام گاہ سے زیادہ دور
نہیں تھی۔ اس لئے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔!
”تو کیا تم تھیج تھی سی آئی ڈی کے آدمی نہیں ہو۔!
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!
”تو پھر تم کون ہو۔!
”نوبل ڈھمپ۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔!
”اگر وہ تھیج کی غیر قانونی معاملے میں ملوث ہوئے تو تم کیا کرو گے۔!
”پچھے بھی نہیں... کریں گی آپ۔!
”نم.... میں کیا کروں گی....!
”انہیں راہ است پر لائے کی کوشش کریں گی۔!
”میں تمہاری بے حد شکر گذار ہو گئی اگر تم پولیس کو اطلاع دینے کے بجائے میری مدد کرو۔!
”میں یہی کروں گا۔ آپ مطمئن رہئے۔....!
”تو وہ سب کچھ فرما تھا۔ وہ پانچوں نقاب پوش... ذیڈی ہی کے آدمی تھے۔!
”میں یہ نہیں کہتا۔... ہو سکتا ہے وہ سب کچھ تھی ہی ہو۔ لیکن اس چیز کے بارے میں سوچنے

جو ان کے قبضے میں ہے۔ اگر اسے اصولاً پو لیس کے قبضے میں ہونا چاہئے تو اپنے قبضے میں رکھنا غیر قانونی ہے۔

”ہاں.... یہ درست ہے....!“

”دونوں پارٹیاں.... میرا مطلب ہے آپ کے ذمیٹی اور ان کے مالکین دونوں ہی اس کے سلسلے میں پو لیس سے رجوع کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ پو لیس کی نظر وہ میں اس کا کسی کے قبضے میں بھی ہونا غیر قانونی امر ہو سکتا ہے۔!

”بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!“

”لہذا اب انکے ہوش میں آنے سے قبل ہی ہمیں فیصلہ کر لیانا چاہئے کہ ہمارا الگا قدم کیا ہو۔!“

”تم بتاؤ کیا کرنا چاہئے میں تو فی الحال ذہنی طور پر مغلوب ہو کر رہ گئی ہوں۔!“

”سب سے پہلے تو ہمیں ایسا بن جانا ہو گا جیسے ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ انہیں قطعی احساس نہ ہونے دینا چاہئے کہ ہماری دنست میں وہ زخمی ہونے کی ادراکاری کر رہے ہیں۔!
”سمیں تھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔!“

”پھر میں آپکی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کروں گا کہ اس پیڑ کو تلاش کیا جائے۔ پہلے ہم اسکی نوعیت کا اندازہ لگائیں گے اور پھر اسی کی مطابقت سے طریق کار معین کریں گے۔!
”میں بہت پریشان ہوں ڈھمپ۔... میری سمجھ میں نہیں آتا۔!“

”اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔... میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ لیکن آپ کا تعاوون شرط ہے۔!
”میں ہر طرح تمہارا ہاتھ بٹاؤں گی۔!“

”بات بات پر الجھے گا بھی نہیں۔!“

”میں وعدہ کرتی ہوں کہ خود کو قابو میں رکھوں گی۔!“

”بُن تو پھر آپ کی تجویز کے مطابق ابتدا تہہ خانہ سے کریں گے۔!
”اب مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔ پتا نہیں کیا چیز سامنے آئے۔!
”ذیکھے یہ کام تو کرنا ہی ہے کسی نہ کسی طرح۔...!
”ہاں.... میں اپنادل مضبوط کرنے کی کوشش کروں گی۔!“

”آپ کا دل مضبوط ہے۔ آپ بہت دلیر ہیں۔!
”لیکن اس اکٹشاف کے بعد سے میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے ہیں۔!
”

”اوہ نہ.... کوئی خاص بات نہیں آدمی ہی علطیاں کرتا ہے اور پھر ان کی اصلاح بھی کر لیتا ہے میں ہوں یا آپ کے ذمیٹی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں قانون کے محافظوں کی نظر میں پڑنے سے پہلے ہی خود کو ٹھیک خاک کر لیا جائے تو کوئی بات نہیں۔!
”اور تم کبھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔!
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح آپ کو یقین دلاؤں۔!
”اور ہمیں بلک میں بھی نہیں کرو گے۔!
”لیکن میں صورت سے ایسا ہی آدمی لگتا ہوں۔!
”صورت سے تو ایسے لگتے ہو کہ اگر کسی نے زور سے ذات بھی دیا تو بھاگ کھڑے ہو گے۔
لیکن کیا حقیقت بھی پہنچ ہے۔!
”اب اس کے بارے میں کیا عرض گروں کہ صورت خدا کی بنا ہوئی ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی غیر قانونی حرکت ہرگز سرزد نہ ہو گی۔!
”اچھا تو پھر تہہ خانے کی رہی۔!
”جی ہاں.... اسے بھی دیکھ لیا جائے۔! عمر ان نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ غزالہ تو پہلے ہی سے بے حد متمنکر نظر آتی رہی تھی۔
ڈر انگ رومن کی فضا پر بو جھل سانسنا طاری ہو گیا تھا۔

بھائی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ میری نئی کتابیں پابندی سے حاضر خدمت ہوتی رہیں گی۔ ان پر ابن صنی میگرین اثر انداز نہیں ہو گا۔ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میرا ذریعہ معاش تو میری کتابیں ہیں۔ میگرین میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے ایک دوست نکال رہے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ کچھ دونوں کے بعد میری نئی کتابیں بھی میگرین ہی میں چھپنے لگیں گی۔ جب میگرین میری ملکیت نہیں ہے تو میں اپنا ذریعہ معاش اُس کے حوالے کیوں کرنے لگا۔ البتہ ان لوگوں کے لئے ایک آدھ بچپنی کتاب اُس میں ضرور چھپتی رہے گی جو ناول نہیں پڑھتے۔ صرف ڈاگجسٹ پڑھتے ہیں اور قسطوں کی صورت میں بے حد ضخیم ناول بھی ہضم کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی خوش بھی ہوتے رہتے ہیں کہ ناولوں کی چاٹ انہیں نہیں لگی۔! لہذا میں انہیں اپنے ناول کی چاٹ ضرور لگاؤں گا۔ ذرا پڑھ کر تو دیکھیں!

آپ کو یاد ہو گا کہ ۲۰ءیں میں جاسوسی دنیا کا میگرین ایڈیشن نکالا تھا اور اُس میں ایرج و عقرب (شکرال) کی داستان شروع کی تھی۔ اُس کی ایک کہانی بلدر ان کی ملکہ نا مکمل رہ گئی تھی۔ سولہ سال بعد وہ بھی ابن صنی میگرین میں آگے بڑھی ہے۔ مطلب یہ کہ میگرین کے لئے ایرج و عقرب کی داستان چلے گی اور اس میگرین میں آپ

بaba سک پرست

(دوسرा حصہ)

”ترک دوپیازی“ بھی پڑھیں گے۔

(آن حضرات کے لئے مژده جواہی تک صرف شہنشاہوں کی ”ترکین“ پڑھتے رہے ہیں) یہ ایک عوامی کردار ملادوپیازہ کی نخواہ ہے!

اب آئیے بابا سگ پرست کی طرف حاملہ کتیا کی کہانی اس کتاب میں بھی ختم نہیں ہو سکی۔ اگلی کتاب میں مکمل ہو گی۔ اس کے بعد انشاء اللہ پلائیم جو بلی نمبر پیش کروں گا اور آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ آپ میری کوئی کتاب چھزوپیوں کی خریدر ہے ہیں۔ آئئے دن لکھتے رہتے ہیں ناکہ خواہ دس روپے کی کتاب چھاپے لیکن ضخیم ہونی چاہئے۔ اب مجھے دیکھتا ہے کہ چھ روپے والی کتاب کی بھی تعداد اشاعت برقرار رہتی ہے یا نہیں۔ اسی سے مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ اپنی ”چاہت“ کے دعوے میں کس حد تک پے ہیں! خدا آپ کو ثابت قدم رکھے۔ آمین!

ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اب میگزین کی کیوں سو جھی کیا واقعی فیکریاں لگانے کا ارادہ ہے؟ نہیں بھائی مجھے میں فیکری لگانے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اپنی ضروریات سے زیادہ کمکنا چاہتا ہوں۔ مجھے صرف قلم ہی کی مددوری راس آتی ہے اور اسی میں خوش ہوں۔ شاکر ہوں....

والسلام

اب صفحہ

سلیمان کی زبان کی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ اور جوزف رہ کر اس طرح کان مجاہذ نے لگتا تھا جیسے کوئی پھر لاگو ہو گیا ہو اور بہر حال مصر ہو کہ اس کی پوری تشری نظم سن ہی لی جائے۔.... قصہ دراصل یہ تھا کہ عمران نے دس بارہ دن سے شکل نہیں دکھائی تھی۔ اور کچن کتنے بجٹ میں اتنی رقم نہیں تھی کہ دونوں میال یوں روزانہ مرغ کھا سکتے اور میٹنی شو بھی دیکھ سکتے۔ لیکن جوزف کی چھ بوتوں میں فرق نہیں آیا تھا۔

”آخر یہ سریاں کہاں سے پک پڑتی ہیں....!“ سلیمان زور سے دھاڑا اور جوزف صرف مسکرا کر رہا گیا۔

”ہاں سالے مسکراو۔.... مسکراو۔.... کسی دن کوئی گھونٹ چھانی کا پھنڈاہی بن جائے گا۔!“

”ارے کیوں کوس رہا ہے اسے....!“ دوسرے کمرے سے گلرخ کی آواز آئی۔

”تو چپ رہ بڑی آئی حماہی بن کر....!“

”اوہ بڈماش.... ہمارا بکن کوڈائنے گا....!“ جوزف گھونٹ تان کر کھڑا ہو گیا۔

سلیمان اچھل کر پیچھے ہٹا تھا اور نیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگے تھی۔ جوزف اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے میز کی جانب بڑھ کر رسیور اٹھایا اور سلیمان چپ چاپ کھک گیا۔

”کوئی خبر آئی۔!“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”نہیں مسکی نہ کوئی کال آئی ہے اور نہ کوئی خط آیا ہے۔!“

”خیر.... سنو.... تم اس وقت کیا کر رہے ہو۔!“

”کچھ نہیں مسکی! بیکار بیٹھا ہوا ہوں۔!“

”باش کیا ہے....!“

"یہاں میرے گھر آ جاؤ! "
 "مسلح یا غیر مسلح....!
 "مسلح ہو تو بہتر ہے!"

جوزف نے پر معنی انداز میں سر کو جبکش دی اور دوسرا طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر رسیور کھو دیا۔ اس کی پیشانی پر سلو میں انہر آئیں تھیں۔

تحوڑی دیر بعد وہ گیریج نمبر ۳ سے ایک جیپ نکال رہا تھا۔ جولیا کے بنگلے کی طرف جاتے ہوئے بھی سلسلہ سوچتا رہا کہ آخر اس نے جولیا کے لجھے میں کون سا غیر معمولی عصر محسوس کیا تھا کیا وہ خوف زدہ تھی؟ کیا تحریر تھا اس کے لجھے میں؟ کیا عمران کے متعلق کوئی بڑی خبر سنانا چاہتی تھی؟... اور پھر اس نے مسلح ہو کر آنے کا مشورہ کیوں دیا تھا۔ اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے بوتل نکال کر دو گھوٹ لیئے... اور گاڑی جولیا کے بنگلے کی طرف بڑھتی رہی۔

بنگلے کے کپاڈ بند میں تاریکی تھی۔ لیکن پھانک کھلا ہوا ملا۔ وہ جیپ کو اندر ہی لیتا چلا گیا۔ برآمدے میں ہینڈ لیمپس کی روشنی پڑی تھی۔ اور جوزف کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی ایک ستون کی اوٹ سے نکل کر دوسرے ستون کی اوٹ میں چلا گیا ہو۔

اس نے انہن بند کیا... ہینڈ لیپ بجھائے اور بغلی ہولٹر سے رویا اور نکال لیا۔ لیکن برآمدے کی طرف بڑھنے کی بجائے بڑی پھر تی سے زمین پر لیٹ گیا تھا۔ چاروں طرف نائلے اور اندر ہیرے کی حکمرانی تھی۔ بنگلے کی ایک آدھ کھڑکی کے دھنڈے شیشے کی قدر روشن نظر آرہے تھے۔ جوزف کرائے کی باڑھ کے متوالی رینگتا ہوا برآمدے کے بائیں بازو کی جانب بڑھتا رہا۔ اس طرف والے ستون کے پیچھے کسی کو چھپتے دیکھا تھا۔

دفعتاً تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں ستون کی اوٹ سے نکلے ہوئے کسی کے سر پر نظر پڑی اور جوزف رک گیانا معلوم آدمی نے برآمدے سے باہر قدم نکالا تھا اور جھکا جھکا اسی طرف بڑھنے لگا۔ گردن پر قیامت ٹوٹی جوزف نے رویا اور کادمنٹ پوری قوت سے رسید کیا تھا۔ اس کے حلقو سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ اور وہ پھر نہیں اٹھ سکا تھا۔ جوزف نے بڑی پھر تی سے اس کی جامہ تلاشی لی۔ اور اعشاریہ دوپائچ کا پستول برآمدہ کیا بے ہوش ہو جانے والے کے حلقو سے نکلنے والی آواز شائد جولیا نک بھی پہنچی تھی۔ اور اس نے فریب کی کسی کھڑکی سے سر نکال کر

پوچھا تھا "کون ہے... کیا بات ہے....!"

"بات ختم ہو گئی مسکی... اب تم برآمدے میں روشنی کر سکتی ہو....!"

"شائد بلب فیوز ہو گیا ہے۔ تم کہ ہر ہوں!"

"بائیں بازو کے قریب!" جوزف نے جواب دیا۔

"ٹھہر و.... میں آ رہی ہوں....!"

اور پھر برآمدے میں ایک نارنج روشن ہوئی تھی۔ اور روشنی کا دائرہ ان دونوں پر آپڑا تھا۔

"اوہ....!" جولیا تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔

"نارنج بھجاوے مسکی!..." جوزف آہستہ سے بولا۔

"دیکھوں تو کون ہے!..."

"اندر چل کر!" جوزف نے کہا۔ اور جھک کر بے ہوش آدمی کو کاندھے پر اٹھا لیا۔

جولیا نہیں اندر لائی تھی۔ جوزف نے اپنا بوجھ سنگ روم کے ایک صوفے پر ڈال دیا۔ یہ

کوئی سفید قام غیر ملکی تھا۔ عمر تین اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔

"اس کی جیب سے برآمدہ ہو ائے!..." جوزف نے اعشاریہ دوپائچ کا پستول جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

جولیا نے پر تکفر انداز میں سر کو جبکش دی۔ لیکن پستول اس کے ہاتھ سے نہیں لیا۔

بالآخر جوزف اسے اپنی ہی جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "میا تھا را کوئی شناسا ہے۔"

"نہیں....!" شائد بیکی آج دن بھر میرا تعاقب کر تارا تھا۔ اور اس وقت میری چھٹی حس

کہہ رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی کپاڈ بند میں ضرور موجود ہے۔!"

"تم نے بہت اچا کیا کہ مجھے بالا یا۔ چروں کی طرح برآمدے میں دیکھا ہوا تھا!"

"گویا تم پہلے ہی سے بہت محاط تھے!..." جولیا نے اسے سائش آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہونا پڑا تھا سی۔ جب تم نے مسلح ہو کر آنے کی فرماش کی!"

"تم بہت ذہین ہو جوزف۔ افضل قسم کے سوالات میں وقت ضائع کرنے کی بجائے صرف ایک بھی ایسا جامع سوال کرتے ہو کہ تمہیں مناسب جواب مل جائے!..."

”چی بات۔!“
”کسی چی بات۔!“

”تم ان لوگوں میں سے معلوم ہوتے ہو جاؤ اس بے چاری کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔!“
”کون کس بے چاری کو اپنے ساتھ زبردستی لے گئے ہیں۔“ اس نے تحریر انداز میں پوچھا۔
”روز امکوئیں کو۔!“

”میں نہیں جانتا تم کس کا ذکر کر رہی ہو۔!“

”بمحیے اس سے کوئی سر و کار نہیں میں تو صرف یہ جانتا چاہتی ہوں کہ تم میرا عاقب کیوں کر رہے تھے۔ اور پھر اس طرح میرے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کیوں کی۔؟“
”میں تمہارے ہر لازام کی تردید کرتا ہوں۔!“

”اچھی بات ہے۔!“ جولیا نے کہا۔ اور اوچی آواز میں بولی۔ ”جوزف اب تم آکر اسے سنجال کر کے ہو۔!“

جوزف پر دے کے چیچے سے نکلا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان دونوں کے درمیان آکھڑا ہوا اور اس کا رخ اجنبی کی طرف تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہوا چیسے اجنبی کو سکتے ہو گیا ہو۔ پلکیں جھپکائے بغیر جوزف کو دیکھنے جا رہا تھا۔
”اب کیا کہتے ہو۔!“ جوزف غریا۔

”مم۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔!“

جوزف نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔۔۔ اجنبی کسی سحر نہ دہ آدمی کے سے انداز میں جوزف کو دیکھنے جا رہا تھا۔ اپنادفاع کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

”باتا۔۔۔!“ جوزف گریبان کو جھکا دے کر بولا اجنبی صوفے سے اٹھتا چلا آیا۔
” بت۔۔۔ بتا ہوں۔۔۔!“ وہ ہکلایا۔

”جلدی کرو۔۔۔!“

”گریبان چھوڑو۔۔۔!“ وہ آہستہ سے بولا۔

جوزف نے اس کا گریبان چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اجنبی اب پھر جولیا کے مقابل تھا۔
”میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو روزا کو لے گئے ہیں۔!“ اس نے جولیا سے کہا۔

”باس کی محبت کا اثر ہے ورنہ میں تو اول ورنے کا گاہو دی تھا۔!“

”دیکھو۔۔۔ اشاندیہ ہوش میں آنے والا ہے۔۔۔ لاواب اس کا پستول مجھے دے دو۔ اور تم اس پر دے کے چیچے چلے جاؤ۔!“ جولیا آہستہ سے بولی۔

جوزف نے بے چوں و چرا مشورے پر عمل کیا تھا۔ اجنبی نے کروٹ لی۔ دو تین بار ہو لے ہو لے کرہا اور پھر انھیں بیٹھا۔ جولیا پستول کا رخ اس کی جانب کی سامنے ہی بیٹھی نظر آئی۔ اجنبی نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں تھیں۔ جیسے پہلی نظر میں اسے فریب نگاہ سمجھا ہو۔

”تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔!“ جولیا نے سخت لمحے میں کہا۔ اور اجنبی ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنی گردن سہلانے لگا۔

انداز ایسا ہی تھا جیسے ابھی تک وہ پھوٹن اس کی کچھ میں نہ آئی ہو جولیا پھر بولی۔ ”تم میرے مکان میں چوروں کی طرح داخل ہونے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔!“

”یہ سر ایسر لازام ہے۔!“ وہ بالآخر بولا۔ ”میں تو سڑک پر چلا جا رہا تھا کسی نے عقب سے حملہ کر کے مجھے بیووش کر دیا۔!“

”چی بات۔۔۔ ورنہ تمہارے ہی پستول کی گولی تمہاری ہو پڑی میں بیوست ہو جائے گی۔!“

”میرا پستول۔۔۔ میرا کوئی پستول نہیں ہے امیں پستول نہیں رکھتا۔!“

”یہ پستول تمہاری ہی جیب سے برآمد ہوا ہے۔!“

”بہتان ہے۔۔۔ پتا نہیں تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو۔!“

”کیا واقعی تم شدہ کے بغیر اپنی زبان نہیں کھولو گے۔!“

”بہت خوب۔۔۔!“ وہ نہ کر بولا۔ ”اب عورتیں بھی شدہ کی دھمکی دینے لگیں۔!“

”تم آج دن بھر میرا عاقب کرتے رہے ہو۔!“

”خاتون۔۔۔ یقیناً تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔!“

”میں وقت شناخ کر رہی ہوں۔۔۔ مجھے چاہئے کہ پولیس کو اطلاع دوں۔۔۔!“

”پتا نہیں کیا کہہ رہی ہو۔!“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

”بیٹھئے رہو۔۔۔ ورنہ فائر کر دوں گی۔!“

”عجیبِ مصیبت ہے۔!“

”کوئی بھی نہیں ہے.... میں تمہا آیا تھا۔!“
 ”کہاں سے آئے تھے۔!“
 ”ہائک کائک سے.... میرا تعلق پیری تائک سے ہے۔!“
 ”اوہ....! جو لیا ہوت سکوڑ کر رہ گئی پھر بولی ”تو وہ فون نمبر تمہیں کہاں سے ملا تھا۔!“
 ”وہ مجھے ہائک کائک ہی میں دیا گیا تھا۔ اور مجھے قطعی علم نہیں تھا کہ یہاں آگر کیا کرتا ہے اس
 کے علاوہ کہ اس فون نمبر سے ہدایت حاصل کروں۔!“
 ”میرے مکان میں گھنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔!“
 ”اسی فون نمبر سے ہدایت ملی تھی کہ تم سے معلوم کروں کہ تمہارا ان لوگوں سے کیا متعلق
 ہے جو روز امیکوئیں کو لے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تم ایک سفید فام عورت ہو.... اور میری
 ملعوبات کے مطابق وہ لوگ مقامی ہی ہیں....!“
 ”سیا تم نے انہیں روزا کو لے جاتے دیکھا تھا۔!“
 ”نہیں.... میں نے نہیں دیکھا۔!“
 ”تم اس وقت کہا تھے جب روزا میرے ساتھ ہو گئی سے نکلی تھی۔!“
 ”میں نے تمہارا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن راستے میں گاڑی خراب ہو گئی اور مجھے
 رک جانا پڑا۔!“
 ”پھر تمہیں میرا سراغ کیسے ملا تھا۔!“
 ”اسی فون نمبر سے تمہارا پتہ مجھے بتایا گیا تھا۔!“
 ”فون نمبر بتاؤ۔!“
 ”اس سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ فون نمبر معلوم کر لینے کے بعد تم میرے ساتھ کیا بتاؤ کرو گی۔!
 ”یہ بعد کی باتیں ہیں۔!“
 ”نہیں پہلے اس کا تصفیہ ہونا چاہئے۔“
 ”میں تصفیہ کروں مسی....!“ جو زف غزالی
 ”نہیں تھہر و....!“ جو لیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”میں جانتی ہوں کہ تم نے بہت دنوں سے کوئی
 قتل نہیں کیا۔ اس وقت تمہارے خون کی پیاس شدید ہو گئی ہو گی۔!“

”پھر کون ہو۔!“
 ”پہلے تم بتاؤ کہ روز امیکوئیں کو کہاں لے جا رہی تھیں۔!“
 ”میں اسے اپنے گھر لارہی تھی کیونکہ اُس نے خود کو یہاں بے سہارا ظاہر کیا تھا۔ اس کی ماں
 حالت کمزور تھی۔!
 ”اپنے بارے میں اُس نے کیا بتایا تھا۔!“
 ”اس کا بوابے فریڈ یہاں ملے والا تھا۔ لیکن نہیں ملاؤں نے اُس کو یہاں طہران سے بولایا
 تھا۔!
 ”وہ لوگ کون تھے جو تمہارے ہی بیان کے مطابق اسے زبردستی کہیں لے گئے۔!
 ”میں کیا جانوں....! لیکن ظہر و.... بعد میں وہ خود ہی کہنے لگی تھی کہ غلط ہمیں کی بناء پر
 سب کچھ ہوا۔... وہ لوگ دراصل اُس کے ہمدرد ہیں۔!
 ”اور اے....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
 ”اور اب تم بتاؤ گے کہ چکر کیا ہے۔!
 ”مم.... میں کیا بتاؤں....!
 ”روز امیکوئیں میں اپنی دیچپی کی وجہ۔!
 ”یہ تو مجھے نہیں معلوم....!
 ”جو زف....!“ جو لیانے سخت لبجھ میں کہا۔ ”شروع کر دو۔!
 دوسرا سے ہی لمحے میں جو زف کا بیان ہاتھ اس کے جڑے پر پڑا تھا۔ وہ صوف پر ڈھیر ہو گیا۔
 ”یہ تمہیں بارذائے گا اور تم یہیں دفن کر دیئے جاؤ گے۔!“ جو لیانے سرد لبجھ میں کہا۔
 ”ظہر و بتاتا ہوں....!“ وہ دو فون ہاتھ اٹھا کر بولا۔
 جو زف جہاں تھا وہیں رک گیا۔!
 ”مجھے سے کہا گیا تھا کہ اس میں دل چھپی لینے والوں پر نظر رکھوں۔!
 ”کس نے کہا تھا۔!
 ”میں نہیں جانتا۔... مجھے ایک فون نمبر دیا گیا تھا۔ اُس سے ہدایات حاصل کرنی تھیں۔!
 ”تمہارے ساتھ اور کون ہے۔!
 ”تمہارے ساتھ اور کون ہے۔!

”جوزف نے اسمنہ بنائے ہوئے بیچپے ہٹ گیا۔ اور جولیا نے اجنبی سے کہا۔ میں صرف تمہاری زندگی کی خفانت دے سکتی ہوں۔!“

”میں نہیں سمجھاتم کیا کہنا چاہتی ہو۔!“

”تمہیں کچھ دنوں کی نظر بندی برداشت کرنی پڑے گی۔!“

وہ تختی سے ہونٹ پھینچا سے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں سرا یہی کے آندر تھے۔

”جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔!“

اس نے فون نمبر بتایا تھا اور جولیا سے نوٹ کرنے لگی تھی۔ اجنبی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”اگر

میں نے بارہ بجے تک رپورٹ نہ دی تو وہاں سمجھ لیا جائے گا کہ میں کسی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔!“

”میں سمجھتی ہوں۔!“ جولیا نے کہا اور جوزف کو ان پر نظر رکھنے کو کہتی ہوئی بیٹھ روم میں چل آئی۔

بیہاں اس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ دوسرا طرف سے جواب ملنے پر رپورٹ دی۔

”تم نے کارنامہ انجام دیا ہے جولیا۔!“ ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”شکریہ جناب۔!“

”اگر تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو طلب کر تیہ غیر داشمندانہ فعل ہوتا۔ روزا میکسونیل کے سلسلے میں صدر اور نیواں لوگوں کی نظروں میں آپکے ہیں۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ کوئی اس آدمی کی دیکھ بھال تو نہیں کر رہا تھا۔ جسے تم نے قابو میں کیا ہے۔ اگر میدان صاف ہوا تو کوئی نہ کوئی اس کو سائیکو میشن پہنچانے میں تمہاری مدد کرے گا۔ اس کے بعد تم جوزف کو اپنی قیام گاہ ہی سے رخصت کر دو گی۔!“

”مگر جناب یہ فون نمبر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بیہاں صرف چھ ہندسوں کے نمبر چل رہے ہیں۔ لیکن یہ سات ہندسوں کا ہے۔!“

”مقامی نہیں ہے۔!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔



غزالہ بہت زیادہ تشویش میں بیٹلا ہو گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا مجسے خود اسی سے کوئی بہت بڑا

جرم سرزد ہو گیا ہو۔... سیٹھ جیلانی ابھی تک نشہ آور انگلش کے زیر اثر تھا۔ اور آرام کر سی ہی پر لیٹا ہوا تھا۔

عمران بیٹلے میں موجود نہیں تھا۔ اُسے بتائے بغیر کسی طرف نکل کر ہوا ہوا تھا۔ وہ مسلسل انہی معاملات سے متعلق سوچے جا رہی تھی۔ بار بار اور پری منزل پر جاتی اور جیلانی سیٹھ کے بیٹھ روم میں جھاک کر واپس آ جاتی۔ وہ پہلے ہی کی سی کیفیت میں ملتا۔

عمران قریباً تو بجے شب کو واپس آیا تھا۔ وہ ڈرائیور روم ہی میں بیٹھی اسکا انتظار کرتی رہی تھی۔

”یہ تم نے کیا کر دیا ہے۔!“ اسے دیکھتے ہی بولی۔ ”ڈیٹھی کو تو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔!“

”اوہ۔... میں تو بھول ہی گیا تھا کیا وہ اب بھی آرام کر سی ہی پر ہیں۔!“

”پھر کہاں ہو بتے۔!“ وہ بھٹاک کر بولی۔

”بچ۔۔۔ چلنے۔۔۔ اٹھا کر بستر پر لٹا دیں۔!“

”پہلے تم میری بات کا جواب دو۔! بیہو شی اتنی طویل کیوں ہو گئی۔!“

”ہو سکتا ہے اب وہ صرف گھری نیند میں تبدیل ہو گئی ہو۔!“

غزالہ اٹھا ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بھی۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

وہ سری طرف سے سیٹھ جیلانی کی بھرائی ہوئی ہی آواز آئی تھی۔ ”م۔۔۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ صرف ایک گلاس گرم دودھ کا بھجوادو۔ کھانا نہیں کھاؤں گا۔!“

”بہت اچھا ڈیٹھی۔۔۔!“ اس نے کہا۔ اور ریسیور کریڈیل پر رکھ کر عمران کی طرف مڑی۔

”وہ ہوش میں آگئے ہیں۔!“

”چلنے آپ کی تشویش تورنخ ہوئی۔!“

”تم یہیں بیٹھو۔۔۔! میں ابھی آتی۔ ان کے لئے دودھ لے جاؤں گی۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ ڈرائیور روم سے نکل کر کچن کی طرف آئی اور ہیر پر دودھ گرم ہونے کے لئے رکھ دیا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد عمران بھی دبے پاؤں کچن میں داخل ہوا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ جو کہ پڑی۔

”انہیں پھر پہلے ہی کی طرح غافل ہو جاتا چاہئے۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”میں یہ چاہتا ہوں کہ صبح تک ان کی آنکھ نہ کھلے تاکہ ہم اٹھیان سے تہہ خانے میں داخل ہو سکیں!“

”تو گویا تم ایک بار پھر انہیں انکشش دینا چاہتے ہو۔“

”نہیں....اب انکشش کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہ دودھ میں کچھ دے دیا جائے!“

”تمہارے پاس اس قسم کی چیزیں آئی کہاں سے۔؟“

”بازار سے لایا ہوں اسی لئے گیا تھا۔“

”اس نے ذیڈی کو کوئی تقصیان تو نہیں پہنچ گا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

غزالہ کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس سازش میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں! لیکن پھر عمران نے باتوں کے جال میں الجھا کر اسے اس پر آمادہ کر لیا تھا۔ دودھ میں خواب آور دواشامل کر دی گئی۔

پھر قریباً گیارہ بجے وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تھے جس میں تہہ خانے کا راستہ تھا۔

”ارے...!“ دفتار غزالہ اچھل پڑی۔

”کیا بات ہے...!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”یہاں تو نقشہ ہی بدلتا گیا ہے...!“

”کیا مطلب...!“

”فرش کی نوعیت ہی بدلتی ہوئی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہاں کا فرش بڑے بڑے سلسلیوں سے بنایا گیا تھا۔ اور انہی میں سے ایک سلیب جایا نہیں گیا تھا اسے اس کی جگہ سے ہٹایا جھی جاسکتا تھا۔!“

”اوہ... لیکن...!“

”کچھ مت کہو...! میں خود کیھر ہی ہوں کہ فرش کی بناؤٹ بدلت دی گئی ہے۔!“

”اور یہ بات آپ کے علم میں نہیں کہ بناؤٹ کب تبدیل کی گئی۔!“

”یقین کرو...! ورنہ میں اتنی زحمت کیوں مول لیتی۔ پتا نہیں کہ ایسا ہوا۔!“

”تو کیا آپ کبھی کبھی کچھ دنوں کے لئے یہاں سے چل بھی جاتی ہیں۔!“

”یکوں تجھیں پچھلے ہی سال گرمیوں کی چھٹیاں میں نے اپنے نامہاں میں گذاری تھیں۔!“

”اوہ...! تو اب تہہ خانے میں داخلے کی کوئی صورت نہیں۔!“

”اب میں کیا بتاؤں۔!“

”یہ تو ناممکن ہے کہ انہوں نے کوئی تبادل راستہ بنوائے بغیر یہاں والے راستے کو مسدود کر دیا ہو۔!“

”میری پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔!“ وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بوی۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا رہا۔

”اب کیا کریں۔؟“ غزالہ نے تھوڑی دیر بعد تھکی تھکی سی آواز میں سوال کیا۔

”دوسرے راستہ تلاش کریں گے۔...!“ عمران بولا۔

”مگر کہاں....!“

”ظاہر ہے اسی عمارت کے اندر ہی کہیں ہو گا۔!“

”اتھی بڑی عمارت میں۔!“

”آپ کو تہہ خانے کا سائز یاد ہے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”زیادہ عمر نہیں تھی میری لیکن کچھ کچھ یاد ہے! میرا خیال ہے کہ جتنے رقبے میں اوپر کی تغیری ہے اتنے ہی رقبے میں تہہ خانہ بھی... یا ہو سکتا ہے اُس سے کچھ چھوٹا ہو۔! لیکن نہہردا باب مجھ میں اتنی سکت بھی نہیں ہے کہ سارے کمروں کا سامان ہٹاتی پھر دوں گی۔!“

”تلاش کی ابتداء اسی کمرے سے ہو گی۔!“ عمران بولا۔

”تمہاری عقل تو نہیں ماری گئی۔ یہاں اب کیا تلاش کرو گے۔!“

”دوسرے راستہ بنانے کے لئے وہ زیادہ دور نہ گئے ہوں گے۔!“

”لیکن پہلا عنی راستہ کیوں بند کیا گیا۔!“

”اس لئے کہ انہوں نے اس کے سلسلے میں ایک رازدار بنا لیا تھا۔!“

”تمہارا اشارہ میری طرف ہے۔!“ وہ اُسے گھورتی ہوئی بوی۔

”مجی ہاں.... آپ ہی کی طرف ہے۔ جب آپ بہت جھوٹی سی تھیں تو اس تہہ خانے کا کوئی اور مصرف رہا ہو گا۔ اور اب کچھ اور ہے۔ ورنہ راستہ بدلتے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

وہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ اور کچھ دیر بعد بولی۔ ”شامدیہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔!“ عمران دیواروں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک مختلف حصوں کو ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”اس کی دونوں اطراف کے کمرے بھی دیکھ لئے جائیں۔!“

”پہلے اسے درست کرو۔!“

”بعد میں دیکھیں گے....!“

”نہیں.... لے گے ہاتھوں ہی ٹھیک رہے گا۔ ورنہ بعد میں کام زیادہ معلوم ہو گا۔!“

”آپ کی مرضی۔!“ عمران نے کہا اور کمرے کی دو بارہ سینگ شروع کر دی۔ اس کے بعد وہ دائیں طرف والے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ سب سے پہلے اس کے فرش کا جائزہ لیا گیا۔ لیکن بات نہیں بنتی۔ عمران ماہی سانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ شامد ان کے مقدار ہی میں خرابی لکھی ہوتی ہے۔!

”ایسی بے دردی سے اظہار خیال نہ کرو۔!“ غزالہ نے کہا۔

”کہیں آپ نے تہہ خانے کے بارے میں خواب تو نہیں دیکھا تھا۔!“

”فضول پاتمی نہ کرو۔!“

”آہما....!“ دفعتاً عمران چوک پڑا۔ اور پھر غزالہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں نے آج تک کسی دو منزلہ عمارت میں لفت نہیں دیکھی۔ کم از کم ہمارے یہاں کے لوگ تو اتنے زیادہ تن آسان نہیں ہیں۔ دو منزلہ عمارت میں صرف زینوں سے کام چلاتے ہیں۔!“

”نماشی سمجھ لو۔ استعمال نہیں کی جاتی۔!“ غزالہ بولی۔

”کیا بات ہوئی۔!“

”یقین کرو۔.... متفعل رہتی ہے۔ استعمال میں نہیں ہے۔!“

”یہ کب لگائی گئی تھی۔!“

”تمن چار سال پہلے کی بات ہے.... اوہ.... ہاں.... میں یہاں موجود نہیں تھی گریبوں کی چھٹیاں گزارنے ناہماں گئی تھی لے۔!“

”خوب تو ابھی تک نہیں وقت ضائع کرنا رہا ہوں۔!“

”لیکن لفت....!“

”اوپر بھی جا سکتی ہے لور نیچے بھی۔!“

”مگر وہ تو متفعل رہتی ہے۔ پہنچیں چاپی کہاں رکھی ہو گی۔!“

”بس تو پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!“

”اوڑیڈی یونہی خواہ بیووش پڑے رہیں گے۔!“

”ڈیڈی کا مقدر۔!“ عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ اس پر غزالہ نے اسے گھوڑ کر دیکھا تھا۔ جب وہ اس کمرے سے نکل رہے تھے غزالہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”دوسرے کمرہ نہیں دیکھو گے۔!“

”فضول ہے.... لفت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔!“

”لیکن چاپی....!“

”اگر میں چاپی کے بغیر ہی کو شش کروں گا تو آپ مجھے پیشہ درچور سمجھنے لگیں گی....!“

”میں کچھ بھی نہیں سمجھوں گی۔!“

”چلنے ٹھیک ہے۔ والد صاحب پولیس والا سمجھتے ہیں آپ چور سمجھ جائیں۔!“

”یا تمیں نہ بناو۔ چلو لفت کی طرف....!“ وہ اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف گھسیتی ہوئی بولی۔ ٹھیک اسی وقت ڈرائیورگ روم میں فون کی گھنٹی بھی تھی۔ عمران غزالہ سے بازو چھڑا کر اسی طرف لپکا۔

”ٹھہر دے.... ٹھہر دے.... تم مت اٹھانا ریسیورا۔!“ کہتی ہوئی وہ اس کے پیچھے دوڑی تھی۔ لیکن اس سے پہلے ڈرائیورگ روم میں نہ پہنچ سکی۔

عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ اور وہ دروازنے ہی میں رک کر اسے قہر آلوں نظرؤں سے گھوڑتی رہی۔

”یہلو....!“ عمران ماؤ تھہ چیس میں بولا اور وہ نبڑی طرح چوک پڑی کیونکہ وہ تو بالکل سیٹھ جیلانی کی سی آواز تھی۔ اور ہر کوئی فون پر کہہ رہا تھا۔ ”ابھی تک صرف تم افراد سامنے آئے ہیں۔ لیکن عورت کے بارے میں ابھی تک یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بھی انہی میں سے ہے یا نہیں سفید قام غیر ملکی عورت ہے جو لیانا فڑواڑنام ہے....!“

”مردوں کے نام....!“ عمران نے سیٹھ جیلانی کی سی آواز میں سوال کیا۔

”ان کے نام نہیں معلوم ہو سکے لیکن وہ زیر نگرانی ہیں۔ تم بابا سے فرماں لو!“
”فوراً بہت مشکل ہے کیونکہ میں پچھ میں بھلا ہو گیا، ہوں مردڑ کے ساتھ۔!
”صحیح کو سمجھی..... یہ بہت ضروری ہے۔ اور وہ کیا کر رہا ہے۔!
”بکوانس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتا!“

”اچھا... اچھا شش تھیں...!“
عمران رسیدور کو کرغزالہ کی طرف مڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور
چہرہ پسینے سے بھیگ گیا تھا۔ حالانکہ یہاں گرمی نہیں تھی۔
”کہنے کیسی رہی....!“ عمران ڈھنائی سے نہیں کر بولा۔

”آخر.... بت.... تم کیا کرتے پھر رہے ہو!“
”پھر کیا کرتا۔ کہہ دیتا کہ ذہبے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ہماری کارروائی کی بناء پر ا
”کہہ دیتے.... سو رہے ہیں۔!“

”ذکر ہے.... یہ ایسے ہی کسی آدمی کی کال تھی جو اچھی طرح جانتا ہے کہ سیٹھ صاحب دو بجے
سے پہلے نہیں سوتے۔ اور اس کے لئے بھی انہیں خواب آور انگلشن لینا پڑتا ہے ورنہ وہ پونے
بارہ بجے ان سے یہ نہ کہتا کہ ببابا سے فرماں لو!“
”اوہ.... لیکن تھا کون....!“

”محترمہ! یہی معلوم کرنا مقصد ہوتا تو سیٹھ صاحب کی آواز بنا کر کیوں اسے جواب دیتا۔..
یہاں توبات بنانے کی پڑی ہوئی تھی۔ لہذا مردوں والی پچھ ہو گئی۔“

”تم کچھ میرا ملاغ خراب کر دو گے!“
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو ملاغ درست کر دینے کی تجوہ لے رہا ہوں!“
”کیا مطلب!“
”یہی کہ اگر کوئی گز بڑے ہے تو انہیں راہ راست پر لا جائے گا۔ او یہ کیا آپ کے دادا صاحب
بابا کہلاتے ہیں!“

”نہیں تو.... دادا کہاں ہیں.... میری پیدائش سے بھی بہت پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا....
یہ بابا ایک بزرگ ہیں ڈیڈی ان کے عقیدت مندوں میں سے ہیں....!“

”اچھا.... تو اتنے عقیدت مند ہیں کہ بادہ بجے رات کو بھی دوڑتے چلے جاتے ہیں۔!“
”ہاں ایسے ہی عقیدت مند ہیں۔!“
”کہاں قیام فرماتے ہیں۔!“
”جواب دینے کی بجائے وہ زور سے نہ پڑی۔ اور عمران اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔!
”تمہیں تو وہ اپنے سر پر بٹھالیں گے۔!“ بالآخر اس نے کہا۔
”کون بٹھالیں گے۔!“
”بابا....!“
”مجھ کر چین کو....!“
”اوہ.... ان کے دربار میں سب کتے ہیں۔ کتے بھی اور آدمی بھی۔ میرا مطلب تھا کہ کئے
کے پلوں یا ان کی والدہ محترمہ کے لئے تمہارا یہ جذبہ دیکھ کر نہال ہو جائیں گے۔!
”میں اب تک آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔ یہ نہ جائے....؟“
”غزالہ یہ تھی ہوئی بولی۔“ وہ یہاں بابا سگ پرست کہلاتے ہیں۔ کتے کو آدمی سے اوپنچا درجہ
رہیتے ہیں۔ سیکنڑوں کتے ہر وقت ان کے گرد جمع رہتے ہیں۔!
”میرا خیال ہے کہ پانچ سال پہلے تو یہاں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔!“
”تمہارا خیال درست ہے.... وہ ہیں نہیں کے باشدندے لیکن سگ پرستی کی عمر تین سال
سے زیادہ نہیں ہے۔!“
”خواجہ سگ پرست کی نسل سے تو تعلق نہیں رکھتے۔!“
”تھے کہانیوں والی کوئی بات نہیں ہے۔! یعنی ان پر کبھی کسی بکتے نے کوئی احسان نہیں کیا
تھا۔ وہ خود ہی بہت بڑے محض ہیں آوارہ کتوں کے....!“
”اور آپ کے ڈیڈی کی عقیدت مندی کا بھی یہی سبب ہے....!“ عمران کے لجھ میں
حیرت تھی۔
”میں نہیں جانتی۔!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔! ”یہاں بھتیرے ان کے عقیدت مند ہیں۔!“
”اوہ....!“ عمران یک بیک چوک کر بولات۔! ”کہیں میری کتیا کے پلے ان بابا ہی نے تو نہیں
الٹھوک لیے....!“

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ اور اس بارہ غزالہ ہی نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔!
”بھیلو۔۔۔!“ وہ ماٹھ پیس میں بولی۔

”کون ہے۔۔۔!“ دوسری طرف سے بھاری بھرم آواز آئی۔
”غزال جیلانی۔۔۔!“

”کیا حال ہے جیلانی کا!“

”آپ کون ہیں۔۔۔!“
”بابا!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”سامائیکم جناب۔۔۔؟“

”محبت رہو۔۔۔ اکیا جیلانی سو گئے!“

”جی ہاں۔۔۔!“

”جگادوں۔۔۔!“

”ان کی خواب گاہ میں فون کی گھنٹی ضرور بھی ہو گی۔ لیکن وہ بیدار نہیں ہوئے اسی لئے مجھے ذرا نینگ روم کے انٹرو منٹ کار ریسیور اٹھاتا پڑا!“

”جس طرح بھی ممکن ہو جگاؤ۔۔۔ اور کہو کہ مجھ سے فون پر رابطہ قائم کریں!“

وہ مزید کچھ کہنے والی تھی لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس نے ریسیور کھدا اور عمران کی طرف عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

”کوئی وحشت ناک خبر۔۔۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”بہت زیادہ۔۔۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ڈینڈی کو جگادیا جائے۔۔۔!“

”کون کہہ رہا ہے۔۔۔!“

”بابا۔۔۔!“

”بہت خوب۔۔۔! بچوں کی طرح تریث کرتا ہے سیٹھ کو۔۔۔!“

”کتوں کی طرح آدمیوں کو بھی تریث کرتا ہے۔۔۔!“

”اوہ۔۔۔!“ تو کیا آپ کو اس سے عقیدت نہیں ہے!“

”ہرگز نہیں۔۔۔! میں عقیدت و قیدت کی قائل نہیں ہوں۔ میرے ہی جیسا آدمی وہ بھی

”ہرگز نہیں۔ اگر انہوں نے اٹھاۓ ہوتے تو کتیا کو گولی نہ ماری جاتی۔ جہنم میں جائیں سب! تم یہ بتاؤ کہ اب کیا کرو گے۔۔۔!“

”اب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اپنی خواب گاہ میں جا کر استراحت فرمائیے اور پھر میں بھی سو جاؤں گا۔“

”اور وہ تھہ خانہ۔!“

”ترے سے اُس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔!“

”کیمی باقیں کر رہے ہو!“

”اب یہ ملازمت میرے بس سے باہر ہو رہی ہے۔ سیٹھ صاحب کو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ میں نے ان کی طرف سے گفتگو کی تھی فون پر۔!“

”اس کی فکر نہ کرو۔ میں صبح انہیں بتاؤں گی کہ کسی کی کال آئی تھی۔ اور صبح کو باباگ پرست سے مٹے کو کہا گیا تھا۔!“

”یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ میں صاحب! اگر کال کرنے والے سے ملاقات ہوئی اور وہ چیکش کے بارے میں پوچھ بیٹھا تو۔!“

”تم سے پوچھیں تو کہہ دینا کہ آزادوں کی لفظ اتنا نے کے بھی ماہر ہو۔!“

”تب وہ سوچیں گے کہ کہیں جعلی دستاویزات بھی تو نہیں تیار کرتا۔ بہر حال فوکری جائے گی ضرور لہذا اس ذلت سے بھی بہتر ہو گا کہ خود ہی بھاگ کھڑا ہوں۔!“

”اور اگر میں تمہارے پیروں کی زنجیر بن جاؤں تو۔!“

”یہ ڈانیاگ پلے نہیں پڑا۔!“ عمران اسے آنکھیں بچاڑ چھاڑ کر دیکھتا ہوا بولتا۔

”تم اگر اس طرح بھاگے تو پولیس تمہارے پیچھے ہو گی۔ طیبہ جاری کروایا جائے گا اس خبر کے ساتھ کہ تم پچاس بزرگ کے زیورات پر اک فرار ہو گئے ہو۔!“

”مار دیا۔۔۔!“ عمران کراہ کر رہا گیا۔

”بس اب چلو اور لفٹ کے قفل پر ہاتھ کی صفائی د کھاؤ۔!“

”چنانی دلوائے بغیر آپ نہیں مانیں گی۔!“

”بس!“ وہ ماٹھ اٹھا کر بولی۔ ”امشو۔!“

ہے۔ مس فرق یہ ہے کہ مرنے کے بعد کتوں والے بابا کے نام سے یاد رکھا جائے گا اور میں بھلا دی جاؤں گی۔“

”وہ کیوں یاد رکھا جائے گا۔“

”پینگوئیں کرتا ہے اور کبھی کبھی اس کا کہا ہوا پورا بھی ہو جاتا ہے۔“

”اف فو! تو اس قسم کے بابا ہیں۔ میں سمجھا تھا انہوں نے کوئی فلسفی ہیں!“

”پتا نہیں کیا چیز ہے۔ ویسے ذیلی اس سے بہت ڈرتے ہیں۔“

”فون پر ہونے والی پوری گفتگو سے آگاہ بکھرے۔“

غزال نے اپنی اور اُس کی گفتگو درجی تھی۔ اور عمران سر کھجاتا ہوا بولا تھا۔ ”جس سے میری گفتگو ہوئی تھی شائد اُس نے اُس شخص کو آگاہ کر دیا تھا جسے آپ بابا کہتی ہیں۔ لیکن آپ مجھے بتائیے کہ کیا ہو گا۔“

”میری سمجھ میں نہیں آرہا۔۔۔!“

”بس تو پھر مجھے فرار ہو جانے دیجئے۔“

”فضل باتیں نہ کرو... چلو تھہ خانے کا راستہ تلاش کریں۔!“

”چلے...!“ عمران مردہ تی آواز میں بولا۔

وہ ڈرائیور روم سے لفت کی طرف چل پڑے تھے۔ پھر عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔ ”قتل کھولنے کے لئے کسی نوکدار اور مضبوط تار کی ضرورت ہوگی۔“

”وہ بھی مہیا ہو گا۔۔۔ تم سیلہ ٹھہر و...!“ غزال نے کہا اور ایک طرف دوڑتی چلی گئی۔

جلد ہی واپس آئی تھی۔ اور اس کے ہاتھ میں بوریاں سینے والا سوتا۔

”ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔!“ عمران اسے اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہوا بولا۔ اور وہ لفت کی طرف بڑھتے رہے۔!

”ارے...!“ یک بیک غزال اچھل پڑی۔ وہ لفت کے کنج کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اور کچ لفت سے خالی نظر آیا تھا۔

”لل... لفت کہاں گئی...!“ غزالہ ہکلائی۔

”چلے جلدی بکھج...!“ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زینوں کی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔ اور

پھر انہوں نے دوڑتے ہوئے زینے طے کئے تھے... لیکن اور پری منزل پر بھی لفت کا کنج خالی ملا۔ عمران تیزی سے خواب گاہ کی طرف بڑھا تھا۔

”آخر مجھے بتاتے کیوں نہیں کیا بات ہے...!“ غزال بھی صبا کی۔

”ذر امبر سمجھے!“ عمران نے کہا اور ہینڈل گھما کر جیلانی کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ گھری نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور جیلانی بستر پر موجود تھا۔

”آپ با تھر روم میں چل جائیے اور میں یہاں اس پر دے پیچھے دیکھا جاتا ہوں۔!“ عمران نے غزال سے کہا۔

”پتا نہیں کیا کرنا پاچھے ہو۔!“

”شائد کوئی یہاں آنے والا ہے۔!“

”بے وقوفی کی باتیں مت کرو...!“

”پھر لفت کہاں گئی۔ اور اسے آپریٹ کون کر رہا ہے۔!“

”وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے کہا۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی بکھرے۔ ورنہ بچھتا ہیے گا۔!“

”میں با تھر روم میں کیا کروں گی۔!“

”جب تک میں آواز نہ دوں باہر مت آئیے گا۔!“

”وہ با تھر روم میں چل گئی اور عمران پر دے کے پیچھے چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کا ہینڈل گھوما تھا۔ اور دروازہ کھول کر دو افراد یکے بعد دیگرے دبے پاؤں اندر داخل ہوئے تھے۔ وہ جیلانی کے بستر کی جانب بڑھتے رہے اور عمران دم سادھے پر دے کے پیچھے کھڑا رہا۔

ان میں سے ایک جیلانی سینٹھ کو جھبھوڑ جھبھوڑ کر آوازیں دے رہا تھا۔ پھر وہ اپنے ساتھی سے بولا۔ ”کچھ گڑ بدمعلوم ہوتی ہے۔ سونے کے لئے الجھشن ضرور لیتا ہے لیکن جو اسٹف استعمال کرتا ہے وہ اتنی گھری نیند نہیں لاتا۔ یہ تو بے ہوشی ہے۔!“

”تو پھر کیا کریں۔!“ دوسرا بولا۔

”اٹھا کر لفت تک لے چلو۔!“

وہ فتحاً غزالہ با تھر روم کا دروازہ کھول کر سامنے آگئی۔ صبر نہیں ہو سکا تھا۔ وہ دونوں اچھل پرے اور ایک نے کہا۔ ”وہیں ٹھہر و...!“ ورنہ گولی مار دوں گا۔ میرے ہاتھ میں پستوں ہے۔!

”بات نہ بڑھاؤ ورنہ پچھتاوے گے۔“
 ”بات بڑھائے بغیر بھی پچھتا تاہی رہتا ہوں۔ تم اُس کی فکر نہ کرو۔ مس صاحب وہ نانیلوں کی ڈوری لایے۔ جو آپ نے مچھلیاں پکڑنے والے جال کے لئے مگوانی تھی! لیکن ٹھہریے پہلے ڈہ پستول اٹھا کر مجھے دے دیجئے؟“
 غزالہ نے پستول اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تحفاتے ہوئے کہا۔ ”پہلے میں پولیس کو فون کر دوں گی۔ پھر ڈوری لائیں گی!“

”ایسی غلط بھی نہ سمجھے گا۔“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔
 ”کیوں....!“

”سینہ سے ان کے بیان کی تصدیق کئے بغیر میں اس کا خطرہ نہیں مولے سکتا!“
 ”اچھی بات ہے....!“ کہتی ہوئی غزالہ باہر چلی گئی۔

”تم خواہ خواہ اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔“ ان میں سے ایک نے ناخوشگار بجھ میں کہا۔
 ”محجوری ہے میں یہ سب کچھ اپنی حد میں رہ کر کر رہا ہوں۔ تم دونوں اس رات بھی سینہ کے پوشیدہ حافظ رہے ہو گے جب وہ یہاں سے عائد ہو گے تھے۔ اور اپنے بازو کی ہڈی تڑوا کر واپس آئے تھے۔!
 ”اچھا تو تم کیا کرو گے!“

”تمہارے ہاتھ پر باندھ کر بیٹھیں ڈال دوں گا۔ تاکہ سینہ صاحب آنکھ کھلتے ہی تمہاری خیریت دنیافت کر سکیں۔!“

”ملاز مت سے الگ کر دیئے جاؤ گے۔“
 ”وقاداری کا التاصلہ ملے گا تو یہی سہی۔!“
 ”بھلام تم کس طرح ہم دونوں کے ہاتھ باندھو گے۔ تھا ہو۔۔۔۔۔ اور ہم تم سے کمزور بھی نہیں ہیں۔!
 ”شہروری کے توڑ کے کئی شخوں کا موجود بھی ہوں۔ ڈور آجائے دو۔ خود ہمی دیکھ لو گے۔!
 ”اب یہ حضرت سر ہی ہو رہے ہیں تو چپ چاپ بندھو لا ہاتھ چیر۔۔۔۔۔ سینہ کے جائے گے پر دیکھا جائے گا۔!“ ایک نے دوسرا سے کہا۔
 ”اچھی بات ہے.... تم کہتے ہو.... تو....!“

غزالہ کی آواز نہیں سائی دی تھی۔ اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ ساتھ ہی عمران کی آواز گوئی۔ ”تم اپنا پتوں اب فرش پر ڈال سکتے ہو۔ کیونکہ میرے ہاتھ میں بھی روپا اور ہے۔!
 دونوں کی پشت عمران کی تھی۔ غزالہ چند ہیاکی ہوئی آنکھوں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ فرش پر پتوں گرنے کی آواز کمرے میں گونخ کر رہی تھی۔

”اب ہاتھ اٹھا کر مڑ جاؤ!“ عمران نے کہا اور ان دونوں نے چپ چاپ ٹھیل کی۔ اس دوران میں غزالہ آہستہ آہستہ ہٹکتی ہوئی عمران کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔

”تم کیا سمجھتے ہو۔!“ ان میں سے ایک آدمی بھی کر بولا۔
 ”اگر یہ زی اور اردو سب سمجھتا ہوں۔ لیکن تم فی الحال مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کرو کہ یہاں تک کیسے پہنچا!“

”ہم بھیں رہتے ہیں۔ سینہ کے پوشیدہ محافظ.... ہمیں علم ہے کہ تمہیں بھیت باڑی گارڈ رکھا گیا ہے۔!
 ”تم دونوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا خاطر کروں۔ سر کی پشت پر زیو اور کا دستہ کھاؤ گے یا یونی پر امن طور پر اپنے ہاتھ پر بندھو گے!“

”شاذ تمہارا دماغ پھیل گیا ہے۔!
 ”نہ چلتا تو تمہارا پستول سینہ کی بیٹی پر چل جاتا۔!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔
 ”ارے.... وہ تو میں نے پہچانا نہیں تھا۔ میں سمجھا تھا شکر کوئی دشمن۔!
 ”چلو مان لیا.... لیکن تم یہاں کس سوراخ میں رہتے ہو کہ دکھائی نہیں دیتے۔!
 ”اپنی حد سے آگے نہ بڑھو۔!“ ایک نے غصیلے لمحے میں کہا۔
 ”مجھے بتاؤ کہ میری حد کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہو جاتی ہے۔!
 ”ہم صرف سینہ کو جواب دہیں۔!
 لیکن ان کے بیدار نہ ہونے پر تمہیں تشویش کیوں ہو گئی ہے۔ اور تم انہیں کہاں لے جانا چاہتے ہو۔!
 ”سینہ خطرے میں ہیں۔!
 ”میری موجودگی میں یہاں کوئی بھی خطرے میں نہیں ہے۔!
 ”

”خبردار...! ہاتھ اوپر ہی اٹھائے رکھو...! میں مردت نہیں کروں گا!“ عمران نے رویالور کو جذبہ دے کر کہا۔

”یار یہ شخص پاگل ہی معلوم ہوتا ہے!“

”معلوم نہیں ہوتا بلکہ تم ایک ٹھوس حقیقت بیان کر رہے ہو۔ پندرہ دن ہوئے پاگل خانے سے بھاگا ہوں۔ سیٹھ سے ملاقات تھے وہ کجھ تو سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیتا!“

”خاموش رہو...!“ دوسرے نے بُرا اسم نہ بنا کر کہا۔ دونوں کے چہروں پر فرہ برابر بھی پریشانی کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جو کچھ بھی کہہ رہے ہوں۔ اُس میں جھوٹ کا شایبہ بھی نہ ہو۔

”تم لوگ کہاں چھپے رہتے ہو...!“ عمران نے سوال کیا۔

”وہ دونوں اسے گھوڑ کر زد گئے۔ کچھ بولے نہیں۔ اتنے میں غزالہ وابس آگئی تائیون کی مضبوط ڈوز کا لچھا اس کے ہاتھ میں تھا۔

”مس غزالہ آپ دونوں ہی پچھتا کیں گے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

لیکن غزالہ کچھ کہنے کی بجائے عمران کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ شامد اُس سے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ان دونوں کے ہاتھ پیر کس طرح باندھے جائیں۔

”کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہیں۔ پچھاڑیے ایک ایک کو اور ہاتھ پیر باندھنا شروع کر دیجئے!“ عمران بولا۔

”دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں پچھاڑوں کی!“ وہ بھنا کر بولی۔

اُس پر وہ دونوں ہٹنے لگے تھے۔ اور عمران کڑک کر بولا تھا ”اے، دانت بند کرو...! ہم مشورہ کر رہے ہیں!“

”پتا نہیں یہ جانور کہاں سے ہاتھ لگا ہے!“ ایک نے دوسرے کو آنکھ مار کر کہا۔

عمران اس ریمارک کو اس طرح نظر انداز کر گیا جیسے اور کسی کی بات ہو رہی ہو۔

”کیوں دیر کر رہے ہو!“ غزالہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں کیا کروں! میرے دونوں ہاتھ چھپنے ہوئے ہیں۔ ایک میں رویالور ہے اور دوسرے میں پتوول...!“

”اور پیروں میں مہندی لگی ہوئی ہے...!“ دوسرانہن کر بولا۔

”کہاں...!“ عمران بوكھلا کر پیروں کی طرف دیکھنے لگا۔ مقابلے موقع غیمت جان کر

اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لینے کی کوشش کی تھی۔ کون جانے عمران بھی چاہتا ہو کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے دائیں جانب کھک کر کچھ ایسی چھلانگ لکائی کہ جوتے کی نوک اُس کی باسیں کپٹیں

پر پڑی۔ اور وہ کسی کے ہوئے درخت کی طرح ڈھھتا چلا گیا۔ دوسر اجھیں بھی ہی میں تھاکہ رویالور کا دستہ اس کی کپٹی پر بیٹھا۔ دونوں تلے اوپر ڈھیر ہو گئے...!“

غزالہ کے چہرے پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں۔ ... عمران احتفاظہ انداز میں بولا۔ ”اب تو باندھ سکتی ہیں۔ دونوں بیہوں ہو گئے ہیں!“

”تمہیں بیہوں کے علاوہ بھی اور کچھ آتا ہے۔“ وہ کھیانی بھی کے ساتھ بولی۔

”لیکن اس میں بھی حظیر ارب کا خیال رکتا ہوں!“

پھر دونوں نے مل کر ان کے ہاتھ پیر باندھے تھے۔ اور عمران نے انہیں اٹھاٹھا کر ہاتھ روم میں پہنچایا تھا!“

”یہ کیا کر رہے ہو....؟“ غزالہ نے کہا۔

”یہ بھیں پوشیدہ رہ کر سیٹھ صاحب کی محافظت کریں گے....! بس اب یہاں کا کام ختم چلنے لفٹ کی طرف....!“

”وہ کتنی دیر بیہوں رہیں گے....!“

”اس کی فکر نہ کجھے.... اپنی جگہ سے ہل بھینہ سکیں گے....!“

”اور اگر انہوں نے شور چاہیا تو....!“

”چاہنے دیجئے۔ کیونکہ آوازیں ہاتھ روم ہی میں گھٹ کر رہ جائیں گی.... رہے سیٹھ صاحب تو وہ صبح سے پہلے بیدار نہ ہو سکیں گے....!“

”دل نہیں چاہتا کہ انہیں بیٹھی کے قریب چھوڑا جائے....!“

”تو پھر....!“

”کسی اور کرے میں بند کر دیں....!“

”اچھا تو پھر اٹھائیے.... میں جا کر اُس کرے کا دروازہ کھولاتا ہوں!“

”میں اٹھاؤں گی...!“

”تو پھر کیا میں اٹھاؤں گا...! اب وہ اتنے لاث صاحب بھی نہیں ہیں کہ اٹھائے اٹھائے پھروں۔ بس ایک بار کافی ہے!“ عمران نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا غزال اُس کے پیچے لپکی۔ پتا نہیں کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ذہب پھاگ نکلنے ہی کے چکر میں ہو.... اُس نے سوچا اگر وہ دونوں لفٹ ہی کے ذریعے اوپر آئے شے تو لفت اور پھر ہی ہو گی.... پھر ذہب پیچے لیوں جا رہا تھا۔ غزال نے اُسے زینوں کے قریب جالا اور راست روک کرڑی ہو گئی۔

”یہ کہھ رچے... لفت اور پھر ہے...!“

”آپ ضرور گردن کٹوائیں گی...! میں اب یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا...“ اُس نے کہا۔

”پہلے تہہ خانہ...!“

”اب میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ دونوں تہہ خانے ہی سے آئے تھے!“

”اور تمہارا خیال ہے کہ وہ دونوں تہہ خیج ڈیڈی کے حافظ ہیں...!“

”ہوں یا نہ ہوں مجھے اب اس معاملے سے ذرہ برابر بھی دل جسمی نہیں رہی...!“

”آخر کیوں...?“

”آپ مجھ سے زیادہ بیو تو ف نہیں ہیں اس لئے آپ کو تو معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہو ہی بنا چاہئے ہا۔!“

”تم یہی کہنا چاہئے ہو تاکہ ڈیڈی کسی قسم کا فراڈ کر رہے ہیں۔!“

”میں کچھ نہیں کہنا چاہتا...! کیونکہ ابھی تک انہی کی چھت کے پیچے ہوں... اور تھوڑی پہلے انہی کا ننک کھاچکا ہوں۔!“

”چلو فڑھی سکی...! لیکن میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچا چاہتی ہوں۔ میری مذکروں۔!“

”یعنی آپ دوسری پارٹی کی حیثیت سے بات کر رہی ہیں...!“

”چلو یہی بجھ لو...!“

”لیکن میں ابھی سیٹھ صاحب کی ملازمت میں ہوں لہذا کسی دوسری پارٹی کی طرف اپنی بدمات کیسے منتقل کر سکوں گا....!“

”تم باقی میں وقت ضائع کر رہے ہو...!“

”غزال ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ سیٹھ صاحب کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے میرا استغفاری منظور کر سکتی ہوں تو مطلع فرمائیے...!“

”اس سے کیا ہو گا؟“

”استغفاری منظور کر کے فوراً اپنی ذاتی ملازمت میں لے لیجھ گا۔!“

”اب دکالت پڑھانے بیٹھو گے...!“

”اصولی بات محترمہ...!“

”میں نے ڈیڈی کی طرف سے تمہارا استغفاری منظور کر لیا... اور اب تمہیں اپنی ملازمت میں لیتی ہوں.... تختواہ کیا لو گے...!“

”تختواہ کی فکر نہیں.... آپ اپنے ڈیڈی کی طرح الدار نہیں ہیں۔ اس لئے جو دل چاہے دے دیجئے گا۔!“

”خاصاً وقت ضائع کر چکے اب بلو بھی اس جگہ سے...!“

”چلے...!“ عمران اس حصے کی طرف مرتا ہوا بولات جہاں لفت کا کچھ تھا۔ لفت موجود تھی۔ دونوں اندر پہنچنے اور عمران اُس کے سوچ بورڈ کا جائزہ لینے لگا۔

پھر اُس نے ایک بیٹن دبایا تھا.... اور لفت حرکت میں آگئی تھی.... لیکن وہ گراڈ فلور پر زک گئی۔

”ارے.... یہ تو یہیں رک گئی...!“ غزال نے تردید آمیز لمحہ میں کہا۔!

”لیکن یہیں رکی نہیں رہے گی.... بس دیکھتی جائے...!“

اُس نے سوچ بورڈ پر کسی قدر زور صرف کیا تھا اور وہ باہمیں جانب کھمک گیا تھا۔ اُس کے نیچے دو بیٹن اور دکھائی دیئے ایک سرخ تھا اور دوسرا سفید.... سرخ بیٹن پر انگلی رکھتے ہی لفت نیچے کھکھے گئی تھی۔

”پاک پروردگار...!“ عمران دونوں ہاتھ جوڑ کر اوپر کی طرف دیکھتا ہوا بولا ”گواہ رہیوں کہ یہ خاتون برضا رغبت تھہ خانے میں جا رہی ہیں.... میں نے انہیں نہیں ورغلایا۔ بلکہ میں نے تو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔!“

غزال بھنا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ لفت ایک وہ چکے کے ساتھ رک گئی۔ دروازہ کھلا تھا اور

سامنے ہی تمیں آدمی کھڑے نظر آئے جن کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے!

غزالہ سے پہلے عمران لفٹ سے نکلا... اور پھر بڑے اطمینان سے مژ کر بولا "آئے... آئے... شامدیہ لوگ اوپر جانا چاہتے ہیں۔!"

آن لوگوں کو دیکھ کر غزالہ کے پاتھ پیر پہلے ہی پھول گئے تھے۔ بوکھاہٹ میں لفٹ سے نکل آئی۔ پھر عمران نے اس سست آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ تمیوں راہ میں حاکل ہو گئے اور ایک نے کہا۔

"میخیال ہے... تم کیا کر رہے ہو...؟"

"یہاں کی صفائی کرنی ہے...!" عمران نے جواب دیا۔

اتی دیر میں غزالہ سنجھل گئی تھی۔ اس نے کڑے تیروں کے ساتھ انہیں مخاطب کیا۔ "تم لوگ کون ہو اور ہمارے تہہ خانے میں کیا کر رہے ہو...؟"

وفعتاً ان میں سے ایک نے ریوالور نکال لیا۔ اور اس کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا بولا۔ "اپنی جگہ سے ملے بھی تو فائز کر دوں گا!"

"آپ تو کہہ رہی تھیں کہ تہہ خانہ خالی ہو گا۔" عمران نے غزالہ سے کہا۔ لیکن میہاں تو ایک ریوالور بھی موجود ہے...!"

"میا تم جانتے نہیں کہ میں تمہارے نالک کی بیٹی ہوں۔" غزالہ نے جی کڑا کر کے کہا۔

"اسی لئے تو میں جانا چاہتا ہوں کہ یہاں آپ کا کیا کام۔" اُن میں سے ایک بولا۔

"میں اپنی مرضی کی نالک ہوں...!"

"پہلے تو بھی ایسا نہیں ہوا...!"

"ضورت نہیں بھی تھی۔" وہ نہ اسما僧ہ بنائے کر بولی۔

"لیکن اسے کیوں ساتھ لائی ہیں۔!"

"اپنے ملازم کو جہاں جا ہوں گی لے جاؤں گی۔" تم دھن اندازی کرنے والے کون ہو...؟"

"فی الحال ان دونوں کو بند کر دو...!" اُن نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔

"لاحظہ فرمایا آپ نے...!" عمران نے طنزیہ لجھے میں مخاطب کیا۔

"سن رہی ہوں... پا نہیں کیا چکڑا ہے...!"

"چلو...!" ریوالور والے نے پاٹیں جاتے اشارہ کیا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں تو...!" عمران نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں ورنہ کچھ گوئی باردی جائے گی۔!"

"چلے جاتا...!" عمران نے غزالہ کی طرف دیکھ کر مایوسانہ انداز میں کہا۔

غزالہ نے اسے اشارہ کیا کہ وہ بھی ریوالور نکال لے۔ لیکن عمران ٹھنڈی سافس لے کر بہ

آواز بلند بولا۔ "یہی تو حماقت سرزد ہوتی ہے کہ ریوالور اور پستول دونوں ہی اوپر جھوڑ آیا ہوں۔!"

غزالہ نچلا ہوٹ دانتوں میں دپا کر رہا گی۔

"اوہو... تو جتاب نہ صرف ریوالور بلکہ پستول بھی رکھتے ہیں!" ریوالور والے نے کہا۔

"سیٹھ صاحب کا باڑی گارڈ ہوں اس لئے تو پ بھی رکھ سکتا ہوں۔!"

"اوہ... فضول باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔!" تیسرا بولا "ان دونوں کو دابیں

آجائا چاہئے تھا۔ اُن کی بجائے یہ آئے ہیں۔ پاٹیں یہ غیر معقول واقعہ کوکر ہوں۔!"

"میں بتاتا ہوں...!" عمران سینے پر باتھ مار کر بولا۔ "ہمیں علم نہیں تھا کہ تہہ خانے میں

بھی کسی قسم کی آبادی پائی جاتی ہے۔ وہ دونوں چوروں کی طرح سیٹھ صاحب کی خوابگاہ میں داخل ہوئے تھے اور میں نے اُن کی اچھی خاصی پائی کر نیکے بعد باندھ کر باتھ رومن میں ڈال دیا ہے۔"

"میں تعلیم نہیں کر سکتا کہ سیٹھ صاحب نے تمہیں اس کی اجازت دی ہو گی۔"

"اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں... پڑے سور ہے ہیں۔ اتنی دھینگا مشتی بھی ہو گئی لیکن

اُن کی آنکھوں نہ کھلیں۔ پاٹیں کیا کھاپی کر سوتے ہیں۔!"

"اس کے باوجود بھی اب تم دونوں کو یہیں رکنا پڑے گا۔"

"یقیناً تمہارا دماغ چل گیا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم دونوں انہیں دیکھو... میں اوپر جا رہا ہوں...!" اُن نے اپنے دونوں ساتھیوں سے

کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"ضرور دیکھو...!" عمران نے ان دونوں سے کہا۔ لیکن یہیں کھڑے کھڑے ہم یہاں

سے ایک اچھی بھی آگے نہ بڑھیں گے....!"

انہوں نے لفٹ کی طرف دیکھا جو اوپر جا رہی تھی۔ وفتادوسرے نے ریوالور والے سے

کہا۔ ”تم نہیں کو رکھو.... میں ابھی آیا!“
 کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک دروازے سے گزر کر نظروں سے او جھل ہو گیا۔ اور عمران نے غزالہ سے پوچھا۔ ”میخال ہے چین لون ان صاحب سے رویاوار!...!“
 ”تم سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا.... بڑے گاؤں ہو....!“ غزالہ جل کر بولی۔
 ”اچھا بھائی....! اب تم رویاوار میرے حوالے کر دو.... وزنہ میری نوکری کی خیر نہیں
 مس صاحب کو غصہ آگیا ہے۔!“
 ”اگر یہ بات ہے تو چین لون!...! وہ نہ کر بولا۔
 ”ہاتھا پائی سے کیا فائدہ.... چپ چاپ میرے حوالے کر دو....!“ عمران نے بے ہ سمجھی گی سے کہا۔ اور غزالہ اسے اس طرح دیکھنے لگی ہیسے وہ حق پاگل ہو گیا ہو....!
 ”چلو....!“ وہ رویاوار کو جبٹ دے کر بولا۔ ”ورنہ نراحتر ہو گا۔ اب شائد سینہ صاحب
 بھی تھمارے لئے کچھ نہ کر سکیں۔!“

”کیوں؟ کیا وہ کسی کے باپ کے نوکر ہیں۔!“ غزالہ آنکھیں نکال کر بولی۔
 ”یہ بہت ہی ناٹک مسائل میں محترمہ....!“ رویاوار والے نے بڑے ادب سے کہا۔
 ”میں نہیں۔ سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو....؟“
 ”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ جو کہا جائے وہی کہجئے۔ شائد اسی طرح آپ لوگوں
 کے لئے بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔!“
 ”تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے ڈیندی تھمارے زیر دست ہوں۔!“
 ”یہاں نہ کوئی زیر دست ہے اور نہ کوئی زبر دست....!“
 ”اوہ.... تو یہ جمہوری تھہ خانہ ہے....!“ عمران چک کر بولا۔
 ٹھیک اسی وقت اس نے دوسرے آدمی کی آواز سنی جو کہ رہا تھا۔ ”ارے تم لوگ ابھی بیٹا
 کھڑے ہو۔!“

”یہ لوگ بات بڑھا رہے ہیں۔!“ رویاوار والے نے جواب دیا۔
 ”تھمارے بس میں ہو تو بات گھٹانا سکھا دو....!“
 دوسرے آدمی قریب آگیا جس کے ہاتھ میں عجیب وضع کا پتوں تھا۔ عمران سر جھٹکا

بول۔ ”یک نہ ہند و ہند....!“
 ”وہ اُس عجیب وضع کے پتوں کے مصرف سے بخوبی واقف تھا۔ اور اب اُسے اپنی عافیت بخ
 نظرے میں نظر آنے لگی تھی۔ پھر قبل اس کے کہ وہ اس کے تدارک کی کوئی تدبیر سوچ سکتا۔
 اس میں سے ایک ڈارٹ نکل کر غزالہ کے شانے میں پوسٹ ہو گئی۔ وہ چینی تھی اور گھنٹوں کے
 قبل فرش پر گرد پڑی تھی۔

”خبر دار.... جبٹ نہ کرتا....!“ رویاوار والے نے عمران کو دھمکی دی۔ لیکن عمران نے
 کسی جناست کے سے انداز میں اٹھی جست لگائی۔ رویاوار سے فائز ہوا تھا اور گولی اُس کے باشیں
 کان کے قریب سے نکل گئی۔ اتنے میں ڈارٹ گن بھی دوبارہ لوڈ کر لی گئی تھی۔ رویاوار سے دوسرے
 فائز ہوا.... اور عمران اس بار بھی بال بال بچا۔ لیکن بلا آخہ ڈارٹ گن اپنا کام کر لی گئی۔
 غزالہ پہلے ہی بیووش ہو چکی تھی.... اور عمران سیدھا گھزارنے کی کوشش میں جھوم رہا
 تھا۔ اور پھر وہ بھی منہ کے بل فرش پر آ رہا۔



سینہ جیلانی بڑے ادب سے ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن یہ ادب و احترام اُسی
 وقت تک قائم رہا جب تک کچھ دوسرے لوگ بھی بیامسگ پرست کے ”دربار“ میں حاضر رہے۔
 اور اُن کے جاتے ہی جیلانی نے سر اٹھایا اور قبھر آلود نظروں سے بابا کو گھورنے لگا۔ عجیب دینج کا
 آدمی تھا بابا بھی.... سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ لیکن جسم جوانوں جیسا تھا۔ قد اور
 اور سرخ دسید رنگت والا تھا۔ آنکھوں سے بے پناہ توانائی ظاہر ہوتی تھی۔ ایک کتا اس کی گود میں
 لیٹا ہوا تھا۔ دو ادھر اور ہر بیٹھے ہوئے تھے اور جو تھا عقب سے کاندھے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا
 تھا۔

”میں نے آپ ہی کے کہنے پر اُسے گھر میں رکھنا گوارہ کیا تھا۔“ بلا آخہ جیلانی سینہ نے ہانتے
 ہوئے کہا۔

”میں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ بھی چاہتا تھا۔ اور تم بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ تمہیں کس
 بات پر نظر رکھتی ہے۔!“
 ”میں اس کی طرف سے نافل تھا۔!“

”نہیں اُسکی طرف سے تو غافل نہیں تھے۔ لیکن بیٹی کی طرف سے ضرور غافل رہے ہو۔“
”میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر انتظار کرو کہ حقیقت سامنے آجائے۔“
”میں نے غزالہ پر کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی۔ وہ جانتی تھی کہ مجھے اس کے فیصلے سے اتفاق ہو گا۔ پھر اُس نے ایسی حرکت کیوں کی۔“

”ہوں۔ تو تم اسے کسی کر سچین سے شادی کر لینے سے نہ روکتے۔“
”لیکن...!“

”تم کتنے ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو۔ اس کی اجازت ہرگز نہ دیتے۔“
جیلانی سیٹھ تھوک ٹھوک کر رہا گیا۔

بوڑھے نے کاندھے پر چڑھ بیٹھنے کی کوشش کرنے والے کتنے کی گردان پکڑ کر اٹھایا اور اُسے بھی گود میں بھالی۔

”میں کیا کروں۔؟“ جیلانی سیٹھ بے بسی سے بولا۔
”آنہیں حلاش کرو۔!“

”سماواہ واقعی کر سچین ہے۔!“

”نہیں۔ لیکن وہ تمہاری بیٹی پر ہرگز ظاہر نہیں کرے گا کہ وہ کر سچین نہیں۔ اور اگر ظاہر کر دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے بارے میں بھی اُسے وہ سب کچھ بتا دے گا جس کاؤں علم نہیں۔“

”اگر ایسا ہوا ہے تو بہت نہ ہوا ہے بیبا۔۔۔ وہ اب کبھی میری طرف رخ بھی نہ کرے گی۔
میں اُسے اچھی طرح بجاتا ہوں۔ سرے سے بھلا دے گی کہ اس کا کوئی باپ بھی تھا۔“

”سچا بزرنس میں نہ کسی کا باپ ہوتا ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔!
”میں سچا بزرنس میں نہیں بننا چاہتا۔!“

”جب پھر تم پر باپتا کا عذاب ضرور نازل ہو گا۔ اور تم بیٹی کی محبت کے جہنم میں چلتے رہو گے۔!“

”مجھ پر رحم سیکھ بیبا۔!“

”میں کیا کر سکتا ہوں۔!“

”مجھے میری بیٹی چاہئے۔!“

”تم سے بہتر یہ کہتے ہیں کہ افراٹش نسل تو کرتے ہیں لیکن باپا کا روگ نہیں پاتے۔۔۔ اپنی ذات میں مگر۔۔۔ اپنے وجود کی مسیت سے سرشار۔۔!“

”اس وقت میں فلفل پڑھنے نہیں آیا۔۔۔ مجھ پر رحم کیجئے۔!“
”کس طرح رحم کروں۔۔۔ طریقہ بھی تاؤ۔!“

”آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ تو اُسے بھی جانتے تھے۔ اُنہیں لاعلم تھا۔ آپ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ اس معاملے میں مزید و مرد اور ایک غیر ملکی سفید قام عورت بھی ملوث ہے۔۔۔ اور وہ بھاں سے سیکڑوں میل دور ہیں۔!“

”لیکن میں نہیں جانتا کہ تمہاری بیٹی اُسے کہاں لے گئی ہے۔!“ بیانے کہا۔
”تمہاری بیچپن کا کیا حال ہے۔?“

”بھی۔۔۔!“ وہ چونک کر بولا۔ ”میں نہیں سمجھا۔!“

”بچپنی رات۔۔۔ تم نے ضرغام کو بیتا تھا کہ مردوں والی بیچپن میں مبتلا ہو گئے۔!“

”م۔۔۔ مجھے تو یاد نہیں۔۔۔ اور میں بیچپن میں ہرگز جتنا نہیں ہوا تھا۔!“

”تم نے یہ بھی کہا تھا کہ محض اسی تکلیف کی بناء پر فوری طور پر مجھ سے نہیں مل سکتے۔!
”میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ درست نہیں۔!“

”تو سکتا ہے نہیں یہو شی کے عالم میں اُس کی کال رسیو کی ہو۔!“

”ہاں۔۔۔ یہ ممکن ہے۔۔!“

”اُس نے بچپنی رات کو ایک ڈرگ اسٹور سے نیوہ شی طاری کرنے والے کیمپنیز خریدے تھے۔ اسی لئے مجھے تشویش تھی اور میں نے تمہیں فون کیا تھا۔!“

”وہ تو جو ہوتا تھا ہو چکا۔ اب میں کیا کروں۔!“

”کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ صبر کے علاوہ۔۔۔ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ شاکد تمہارے سلے راز اپنے ساتھ لے گیا۔ کیا تمہاری بیٹی تھے خانے کے بارے میں جانتی تھی۔!
”نہیں۔۔۔ وہ میرے ہر ایسے معاملے سے لاعلم تھی جس سے اُنکے ذہن پر نہ اثر پڑ سکتا۔!“

"جاو۔۔۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے!"

"خود کشی کی بعد عادا پس لے بیجھے!"

"ایک شرط پر....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تا حکم خانی اپنے بیگلے ہی تک حدود رہو گے۔ کسی سے فون پر بھی گفتگو نہیں کرو گے۔ کہیں سے کوئی کال آئے تو خود پر گز رو سیو نہ کرنا۔ کسی لازم کو ہدایت کر دینا کہ وہ ہر کال کے جواب میں بھی کہتا ہے کہ تم گھر میں موجود نہیں ہو۔!"

"مم۔۔۔ میں بھی کروں گا....!"

"تو جاؤ۔۔۔ تم فی الحال خود کشی بھی نہیں کرو گے!"

"شش۔۔۔ شکریہ....!"



پتا نہیں کتنی دیر بعد ہوش آیا تھا۔ عمران اندازہ نہ لگاسکا۔ کیونکہ گھڑی بھی بند ہو گئی تھی۔ لیکن وہ تہہ خانہ تو نہیں تھا۔ کیونکہ کمرے میں کھڑکی سے دھوپ آ رہی تھی۔! اُس نے بتر سے نرٹش پر چھلاگ لکائی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر ناگوں کی قوت کا اندازہ لگانے لگا تھا۔! گھنٹوں میں چھر تھری سی محسوس کی اور پھر بستر پر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔!

کمرے میں صرف ایک ہی بستر تھا۔ اٹھ کر دروازے کی طرف چھٹا۔ لیکن وہ مقفل نہیں تھا۔ پہنڈل گھماتے ہی کھل گیا۔۔۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں وہ باہر نکلا۔۔۔ باہمیں جاتب کسی دوسرے کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ اور پہنڈل گھماتے ہی وہ بھی کھل گیا تھا۔ غزالہ سامنے ہی بستر پر سوتی دکھائی دی۔ تھہاہی تھی۔

عمران نے چب چاپ دروازہ بند کر دیا۔۔۔ غزالہ کو جگانے سے قبل ہی پوری عمارت کا جائزہ لیتا چاہتا تھا۔

زیادہ بڑی عمارت نہیں تھی۔۔۔ صرف چار کمروں اور ایک کچن پر مشتمل تھی۔ وہ کمرے غالباً۔۔۔ بہر حال اس وقت اس عمارت میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اُس نے عمارت سے باہر نکلنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تھک بار کر پھر اُسی کمرے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ جہاں غزالہ سورہ تھی۔ اُس نے اُسے آوازیں دیں اور وہ ہر بڑا کر اٹھ بیٹھی۔ گواہیوں کی اڑات زائل ہو چکے تھے۔ اور وہ صرف سوتی رہی تھی۔

"تب پھر اُسے تم جیسے آدمی کی بیٹی ہی نہ ہونا چاہئے تھا۔ اچھا ہوا کہ تم بالکل آزاد ہو گئے!"

"میا میں ہمیشہ سے ایسا ہی تھا۔!"

"نہ رہے ہو گے۔ لیکن تم میں ایسا بن جانے کے جرا شیم ضرور موجود تھے۔"

"ہاں اب تو آپ بھی کہیں گے۔!"

"جیلانی۔۔۔ اپنی جد میں رہو۔۔۔!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!"

"تو پھر فی الحال گوشہ نشین ہو جاؤ۔!"

"لیکن اگر وہ کسی طرح تہہ خانے کے راستے واقف ہو گیا ہے تو کیا ہو گا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو اسے میں دیکھوں گا۔۔۔ ویسے کیا تم اس پر روشنی ڈال سکو گے کہ تمہارے ہی مکان کے قریب کیوں آ بیٹھا تھا۔ اور بہانہ بھی بنا یا تو کیتا اور اُس کے بچوں کا۔!"

"میں کیا بتاؤں۔۔۔ مجھے علم نہیں کہ ایسا کیوں کر ہوا۔!"

"وہ جو روی چھپے لیڈی ڈاکٹر زبایا سے بھی ملتا رہا ہے۔!"

"تو اس سے کیا ہوا۔ وہ میرے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ کبھی کبھی میر بلڈ پر پیش رہا ہی ہو جاتا ہے۔!"

"لیڈی ڈاکٹر زبایا کا ایک کزن کیپن فیاض مرکزی محلہ سراجِ رسانی کا ایک آپسرا ہے۔!"

"ہوا کرے۔۔۔ وہ میرے بڑنے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"بہر حال۔۔۔ میں تمہاری بیٹی کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔!"

"تب پھر میری زندگی ہی بیکار ہے۔!"

"تو پھر خود کشی نہترین حل ہے تمہارے مسئلے کا۔!"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔!"

"میرے علاوہ اور کوئی کہہ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود کشی تمہارا مقدر ہو چکی ہے۔ تم آر

شام تک خود کشی کرلو گے۔!"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔!" جیلانی خوفزدہ لمحے میں بولا۔

”وتم کسی دوسرے کرے میں تھے۔“

”جی ہاں! اسی بنا پر آپ کے ڈیڈی کے لئے وہ ریمارک تھا۔ ورنہ ان کے دشمنوں کو کیا پڑی

تھی کہ ہمیں الگ الگ بند کرتے۔!“

غزالہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی اور حلق شنک ہوا تھا۔

”پہ... پانی کیا یہاں نہیں پانی بھی ہے۔!“ اس نے بدقت کہا۔

”کیوں نہیں کھانا پانی سب کچھ موجود ہے۔... ذرا سی محنت سے ناشتہ بھی تیار ہو جائے

گا۔... یہ ساری سہو لیں آپ کے ڈیڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں فراہم کر سکتا۔!“

”مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔!“

”کیا بھی میری تو کری برقرار ہے۔!“

”میری حد تک یقیناً برقرار ہے۔!“

”لیکن یہاں رہ کر آپ تنواہ کیسے دیں گی۔!“

”پانی لانا ہے تو لاو۔... ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔!“

”لا رہا ہوں مختارہ۔!“

”عمران کرے سے نکل کر پچن میں آیا تھا۔ اور یہاں سے پانی کا جگ اور گلاس اٹھا کر داپن

ہوا تھا۔

غزالہ پورا گلاس چڑھا گئی۔ اور ہانپتی ہوئی بولی۔ ”اب کیا کرو گے۔!“

”فی الحال تو ناشتہ کی سوچ رہا ہوں۔ لیکن جیسے میں کسی مرغی کی طرح اٹھے نہیں دے

سکتا۔ اسی طرح ناشتہ تیار کرنا بھی میرے بن سے باہر ہے۔ لہذا میری تو کری صرف کچن کے باہر

ہی برقرار رہ سکتی ہے۔!“

”چلو مجھے دکھاؤ کچن۔!..!“

”پہلے با تحریم تودیکھ لجھے۔ اتنی دیر تک میں صبر کر لوں گا۔!“

وہ اسے قہر آکوں نظروں سے گھوڑتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

دونوں کرے سے باہر نکلے۔

کچن میں غزالہ وہاں رکھی ہوئی اشیاء کا جائزہ لینے لگی تھی اور عمران خاموش کھڑا طرح طرح

”مگر... کیا بات ہے....!“ وہ ہکلائی اور پھر یوں کھلا کر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ”یہ کیا... ہم کہاں ہیں....؟“

”میں تو ابھی تک خواب دیکھ رہا ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”یہ وہ تھہ خانہ نہیں ہے۔!“

”پھر ہم کہاں ہیں....؟“

”خدا جانے.... بچپنی رات ہم دونوں بیہوں کردیئے والی ڈاڑھ کا نشانہ بنے تھے۔ اس کے بعد سے اب ہوش آیا ہے۔!“

”خدا کی پناہ....!“ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر رہا گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے....؟ کیا تھہ خانے میں ڈیڈی کے دشمن تھے۔!“

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔!“

”تو پھر....!“

”ابھی تک اپنے اسی خیال پر جما ہوا ہوں کہ آپ کے ڈیڈی نے میرے ساتھ کسی قسم کا فراز کیا ہے۔!“

”اگر ایسی بات ہوتی تو میں یہاں تمہارے ساتھ نہ دکھائی دیتی۔!“

”یعنی آپ کا ذہن اس وقت بھی جاگ رہا ہے۔!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔!

”پوری طرح....!“ وہ طویل سانس لے کر بولی ”یقیناً ڈیڈی کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ ورنہ کم از کم میرے ساتھ یہ بر تائونہ ہوتا۔!“

”ہاں... یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے.... اس طرح یہ تمعنہ اور بڑاہد ناقابل حل ہو جاتا ہے۔!“

”کیا ہم یہاں سے باہر نکل سکتے گے۔?“

عمران سر کو منی جنگش دے کر بولا۔ ”آپ کو جگانے سے قبل ہی اس کے امکانات کا جائز لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ناکام رہا۔!“

”اس کرے سے نکل سکتے گے....!“

”ضرور ضرور.... ورنہ میں کس طرح داخل ہو سکتا۔!“

کے منہ بناتا رہا تھا... دفعتہ اس کی طرف مڑی۔

"یہ کیا کر رہے ہو....؟"

"حیرت ظاہر کر رہا ہوں....!"

"کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہہ دینا۔ میرا مانع اس وقت نہیں نہیں ہے۔"

"جی بہت اچھا...!" سعادت مندان انداز میں کہہ کر وہ اسٹوڈی میں تیل چیک کرنے لگا۔

"ہاں سب کچھ موجود ہے....!" غزالہ پر تشویش لجھے میں بولی۔ "لیکن میری عقل کام نہیں کرتی....!"

"عقل تو آرام کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اسے کام سے کیا رہا کارہا... کام تو دل کرتا ہے۔

جو میں گھستنے دھر کرتا رہتا ہے۔"

اس نے اسے بھاڑ کھانے والے انداز میں دیکھا تھا اور کچن سے نکل گئی تھی۔! تھوڑی دیر بعد پھر آئی۔ چند لمحے اسے گھوڑتی اور بولی "میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہیں کوئی فکری نہیں ہے۔"

"اگر ناشیت کی صورت نہ نکل آتی تو فکر کی بات تھی!"

"تو ہم یہاں اسی طرح بذریں گے۔"

"باہر نکلے بھی تو جائیں گے کہاں.... جس حد تک کھڑکیوں سے باہر دیکھ سکا ہوں اس سے تو ہم اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عمارت کسی جگہ میں واقع ہے۔"

"اچھا تو پھر...!"

"جگل میں شیر چیتے بھی ہوتے ہیں اور سانپ پچھو بھی! الہانی المال یہ صاف سترہی جگہ بھی قیام کے لئے نہیں نہیں ہے۔ اور پھر آپ کے ڈیڈی کب جا ہیں گے کہ ہم جگل میں بھکتے پھریں۔"

"یہ ڈیڈی کا کام نہیں معلوم ہوتا۔"

"آخر آپ کس بناء پر کہہ سکتی ہیں۔"

"وہ صرف تمہارے ساتھ ایسا برناڈ کر سکتے تھے۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کو کسی اجنبی کے ساتھ اس طرح تھا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"آدمی کو پر کھنے کے ماہر ہیں آپ کے ڈیڈی۔"

"کیا مطلب....؟"

"آپ میرے ساتھ زندگی بھر تھا ہی رہ سکتی ہیں۔ اویسے ان بھنوں میں کیا رکھا ہے.... میں نے اسٹوڈی میں جلا دیا ہے.... اب آپ اپنی کار کر دگی کا مظاہرہ سمجھے۔"

"اثرے تلنا اور نوٹ پر مکھن لگانا بھی نہیں جانتے....!"

"ناشیتے میں پر اٹھے کھانے کا عادی ہوں۔!"

"اور میں تمہارے لئے پر اٹھے پکا ہوں گی۔!"

"اچھے لوگ ملازوں کو بھی اپنے ہی جیسا سمجھتے ہیں۔!"

"مجھے آنا گوند ہنا نہیں آتا۔!"

"افسوس ناک....!" عمران نے خندنی سائنس لی۔

"ناشیت پھر ہوتا رہے گا.... ہمیں اس صورت حال پر غور کرنا چاہئے۔!"

"کوئی فائدہ نہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "جو کچھ ہوتا ہو چکا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اب تو آرام سے بیٹھ کر یہ دیکھنا ہے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!"

"محترمہ.... محترمہ.... آپ پھر بھول رہی ہیں کہ ہم پر وہ سب کچھ آپ کے بُنگلے ہی میں گذری تھی کہیں اور نہیں۔!"

"لیکن وہ سب میرے لئے قطعی اجنبی تھے.... ان ان لوگوں کو پہلے کبھی دیکھا تھا جو ڈیڈی

کے بیٹریوں میں آئے تھے اور نہ انہیں جن سے تہہ خانے میں ملاقات ہوئی تھی۔!

"انہوں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ وہ سینٹھ صاحب کے پوشیدہ حفاظ تھے۔ اور پوشیدہ

حافظوں کے لئے تہہ خانے سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"اچھا تو پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ ہمیشہ تہہ خانے ہی میں بذریعت ہے ہوں.... باہر ضرور

آتے ہوں گے.... اور ظاہر ہے کہ لفت گھر کے اندر ہی ہے۔ لہذا کبھی تو کوئی دکھائی دیا ہوتا۔!"

"ہو سکتا ہے.... لفت کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہو۔....!"

"بہر حال تم ڈیڈی کو ملوث کرنے پر تسلی گے ہو۔!"

”یا زندہ رہوں گایا مر جاؤں گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ لہذا خواہ فکر مندی کا روگ پالنے سے کیا فائدہ۔ ویسے اگر آپ اسی دوران میں آٹا گونڈھنے کی مشق بھم پہنچائیں تو آئندہ زندگی میں کام آئے گی!“

”اب کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ!“

”ہاں! میں بھی سوچ رہا تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی تازہ مصیبت نازل ہو جائے ہمیں ناشتہ کر لینا چاہئے!“

”اور پھر اس نے سچی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ناشتے کے دوران میں بھی نہیں بولا تھا۔ لیکن اب غزالہ کے چہرے سے صاف پڑھا جاسکتا تھا کہ اس کی خاموشی گر اس گذر رہی ہے۔ پار بار اسے خور سے دیکھنے لگتی تھی لیکن وہ سر جھکائے کافی پتار لے۔ آخر جب گھشن حد نے زیادہ بڑھ گئی تو تیز لمحے میں بولی ”کچھ سوچا تم نے۔“

”جی ہاں....!“ وہ سر بلکر رہ گیا۔

”کیا سوچا...؟“

”دنیا بڑی وابیات جگہ ہے۔ اب چل کر جنت میں رہنا چاہئے!“

”اپنے نام ہی کی طرح بے شکے بھی ہو۔!“

”گالیاں کھانے کی تنوہ الگ سے دینی پڑتے گی۔ ورنہ محتاط رہے....!“

”تم آخر ہو کیا بللا۔?“

”کئی بار آپ یہ سوال کر چکی ہیں! لیکن میرے پاس اس کا کوئی خواب نہیں!“

”میں کہتی ہوں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو....!“

”شائد تیری باریہ مسحورہ بھی دے رہی ہیں!“

”لیکن تم اس پر عمل نہیں کرو گے!“

”کیوں دردبری کی سوچی ہے۔ خدا نے چست مہیا کر دی ہے۔ جھنی سے بیٹھی رہتے!“

”شائد اس صد سے سچی تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔!“

”جودل چاہے سمجھ لجھے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”اچھا تو پھر میں ہی کوئی دروازہ توڑنے کی کوشش کرتی ہوں۔ اندھوں تو مٹی کا تیل چھڑک

”حالات میں صاحب! حالات سر اسرائی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں!“
”لیکن اس سے ذیہی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے!“

”سب سے بڑا الجھاو ایسی ہے کہ آخر آپ ساتھ کیوں پائی جاتی ہیں۔ اگر میں تمہے خانے کے از سے واقف ہو گیا تھا تو بڑی آسمانی سے میرا گلا گھونٹ کر یہ شہادت ضائع کی جاسکتی تھی۔ اور اپ کو بہر حال سمجھا جایا جاتا۔ آخر وہ باپ ہیں اور آپ بیٹی.....!“

”شکر ہے کہ اس باث پر تمہیں مجھ سے اتفاق ہے!“

”بالکل ہے....! لیکن پھر....؟ سیٹھ صاحب کا کیا دل ہے اس کمالی میں!“

”میں کیا جاؤں....!“

”ہو سکتا ہے آپ کے ذیہی کسی کے مہرے ہوں!“

”میں نہیں سمجھی!“

”کوئی اور اس تمہے خانے کو استعمال کر رہا ہو۔ اور آپ کے ذیہی اس کے داؤ میں ہوں.... وہ ٹھہریے!“

”عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا“ جب ہم تمہے خانے میں پہنچتے اس وقت وہ بیہو شی تھے۔!

”اور تمہارے بیان کے مطابق وہ صحیح تک ہوش میں نہ آئے ہوں گے!“

”نہیں! اسی ادویات بھی موجود ہیں جن کے اجکٹ کر دینے سے بیہو شی رفع ہو جاتی ہے!“

”لیکن اسی صورت میں جب ایسا ہوا ہو۔!“ غزالی بولی۔

”آپ نے بالکل نہیک بات کہی ہے کہ بُرا نے بُرا باپ بھی اپنی بیٹی کو اس طرح کسی غیر آدمی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ جس طرح آپ میرے سر پڑی ہیں۔!“

”گفتگو میں مناسب الفاظ استعمال کرو.... ورنہ سر توڑ دوں گی۔!“

”خیرت ہے کہ آپ ایسے حالات میں بھی مجھ سے ادب لطیف سنا جا سکتی ہیں۔!
وہ خاموش رہی۔... سر جھکائے کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ عمران نے فرانسیسک پین میں

مکھن ڈال کر انٹے توڑنے شروع کر دیے۔

”لیکن تمہارا طینان قابلِ داد ہے۔!“ غزالی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

کر آگ لگادوں گی!۔

”اے باب رے....!“ عمران بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”تم مجھے روک نہیں سکو گے!“

”جو عورت گھر میں آگ لگانا چاہتی ہو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ غالباً فیکس پیر نے بھی بھی بات کی تھی!“

”تم اسے مذاق نہ سمجھو...!“

”مورتوں کو مذاق کرنا آٹا ہی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سیدیگی سے کہہ رہی ہیں!“

”پھر مجھے اس کی پرواہ نہ ہو گی کہ اس مکان کا مالک کون ہے!“

”اس نے یہاں مٹی کے تیل کا نکستر چھوڑ کر حمact کی ہے!“

”آخاہ.... تو تم اس کے حمact لگ رہے ہو اس وقت....!“

”یہ بات نہیں ہے.... میں جنگل میں نہیں بھکننا چاہتا۔ جس نے بھی ہمیں یہاں رکھا ہے۔

بے مقصد نہیں رکھا۔ ذرا اس کے مقصد کو تو سامنے آنے دیجئے۔ پھر میں دیکھ لوں گا!“

”بھی تک تم نے کیا کر لیا ہے جواب کرو گے!“

”کچھ سمجھ میں آئے تو کروں بھی۔ اس حاملہ کتیا کی ہمدردی میں خواہ خواہ مارا گیا!“

”تمہاری وہی حرکت کس کی سمجھ میں آئی تھی!“

”میرا خیال ہے کہ آپ کے ذیلی میری اسی حرکت کی بناء پر کسی غلط فہمی میں بتلا ہو گئے تھے!“

”میں نہیں سمجھی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو!“

”ہو سکتا ہے کہ میری وہ حرکت انہیں اپنے کسی ایسے معاملے سے متعلق نظر آئی ہو۔ جسے وہ منظر عام پر لانا پسند نہ کرتے ہوں۔ یادوں سے الفاظ میں اس کے منظر عام پر آجائے سے کسی نقصان کا خدشہ پیدا ہو سکتا ہو اس لئے انہوں نے میری اصلیت معلوم کرنے کیلئے مجھے الجھایا ہو!“

”میں سمجھ گئی تمہارا مطلب!“

عمران اسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھا رہا۔ لیکن پھر وہ کچھ نہ بولی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود بھی کسی سوچ میں پڑ گئی ہو۔!

”کسی کتنا کا اس طرح مارڈا جانا شاہدار امیں پہلا واقعہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے بعد ہی اس سلسلے میں خاصی چھان بین کی تھی!“

”تو گیا معاملے کی کوئی اہمیت بھی ہے!“

”غذائی جانے....!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”نوزاں پہ بچے اخالتے جاتے ہیں اور کتنا کو گولی مار دی جاتی ہے۔ لیکن روز روشن میں ایسا نہیں ہوتا۔ چوری چھپے یہ کام سرانجام دیا جاتا ہے۔ یعنی ابھی تک ایک فرد بھی ایسا نہیں مل سکا جو اس حرکت کے مرتبہ کی نشان دہی کر سکے!“

”اس نے تم اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ اس میں ذیلی کا ہاتھ ہے!“

”میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا!“

”بُریِ مصلحہ خیز بات ہے.... چلو میں مانے لیتی ہوں کہ ذیلی کا داماغِ الٹ گیا ہے.... لیکن کیا یہ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی۔ آوارہ کتوں کو مار دینے پر پولیس کیس نہیں بن سکتا!“

”میں بھی جانتا ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر اس بکواس کا مطلب...?“

”بکواس کا اگر کوئی مطلب ہو تو وہ فلسفہ کہلائے گی۔ بکواس نہیں!“

”بس اب خاموش رہو....“ وہ ہاتھ اخالت کر بولی۔ لبج میں ناگواری تھی۔ دفعتاً عمران چونک پڑا۔ کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔

”کیا بات ہے....!“ غزالہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”شائد کسی گاڑی کی آواز تھی!“

”چلو وہ پیچیں....!“ وہ جلدی سے اٹھ گئی۔

وہ دونوں کچن سے لکھے ہی تھے کہ کسی دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی لیکن وہ عمارت ہی کا کوئی دروازہ تھا۔ گاڑی کا نہیں۔

”پھر وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ دو آدمی دکھائی دیئے۔ ایک کے ہاتھ میں اشین گن تھی اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ نہیں دیکھ کر وہ رک گئے اور مسلح آدمی نے اشین گن سیدھی کر لی۔

"تمہیں ہمارے ساتھ چلتا ہے...!" دوسرے آدمی نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔
"صرف مجھے...!" عمران نے حرمت سے پوچھا۔
"ہاں صرف تمہیں... یہ بیٹیں رہے گی۔!"

"یہ ناممکن ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں انہیں تھا نہیں چھوڑ سکتا۔!"
"زندگی عزیز ہو تو وہی کرو جو کہا جائے۔!"

"مجھے زندگی سے زیادہ ان کی قیچی کی طرح چلنے والی زبان عزیز ہے۔!"
غزالہ اُسے گھور کر رہ گئی۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔
"پللو...!" دفعتاً وہ ثبیث کر بولا۔

"نہیں....!" عمران نے اُسی کے سے لجھے میں جواب دیا۔
"سینہ چھلنی ہو جائے گا۔!"

"میں جانتا ہوں کہ یہ اشین گن ہے! بھجننا نہیں ہے۔!"
"اس کے باوجود اکڑوں دکھار ہے ہو۔!"

"میں پھر کہتا ہوں کہ مجھے کہیں پلنے سے انکار نہیں ہے! لیکن یہ بھی شریک سفر ہو گی۔!"
"آخر تم لوگ ہو کون اور ہمیں کیوں پریشان کئے جائے ہے ہو۔!" غزالہ بول پڑی۔
"میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کیوں پریشان کئے جائے ہو۔ تمہیں چلتا ہے لڑکی بیٹیں رہے گی۔!"
"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔!"

"یہ ایک غیر داش مندانہ فعل ہو گا۔!" غیر مسلح آدمی نے کہا۔
"کچھ بھی ہو... ہم دونوں جہاں بھی رہیں گے۔ ورنہ دونوں ہی مر نے کو
تیار ہیں۔!" غزالہ آہستہ پر وقار انداز میں بولی۔

ٹھیک اسی وقت عمران کی لات مسلح آدمی کے اُس باتھ پر پڑی تھی جس میں اشین گن تھی۔
اشین گن اچھل کر دوڑ جا پڑی۔ دوسرے آدمی نے اُس کی طرف بڑھنا چاہتا۔ لیکن غزالہ نے
اُس کا راستہ روک لیا۔

عمران نے اشین گن کے لئے چھلانگ لگائی۔ اور اشین گن سمیت دور تک فرش پر پھسلتا چلا
گیا۔ وہ دونوں پہلے ہی دوڑ پڑے تھے۔ لیکن قریب پہنچنے سے قبل ہی عمران اٹھ گیا۔ اشین گن اب

اُس کے ہاتھوں میں تھی۔

"اور میں اس کے استعمال سے بھی واقف ہوں دوستو۔!" اُس نے تردید کے میں کہا۔
"دونوں جہاں تھے وہیں رُک گئے۔!"

"اور اب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔!" عقب سے غزالہ نے کہا۔ دونوں نے خاموشی سے
حیل کی۔ غزالہ آگے بڑھ کر اُن کی صیبیں ٹوٹنے لگی۔
"یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔!" عمران نے پوچھا۔
"گاڑی کی چابی تلاش کر رہی ہوں۔!" غزالہ نے جواب دیا۔ "انہیں بند کر کے نکل
چلیں گے۔!"
وختا وہ دونوں ہنس پڑے۔

"اب تم بتاؤ کہ اُس میں مرا جا کپڑا کہاں سے نکلتا ہے۔!" عمران نے اُن سے پوچھا۔
"ہم تو صرف دھماکے کے جانا چاہتے تھے۔ لیکن باہر گولی مار دی جائے گی۔ کسی جانب سے دو
فائر ہوں گے اور تمہارے ہی ساتھ گاڑی بھی ضائع ہو جائے گی۔!"

"اب کیا خیال ہے...!" عمران نے احتقانہ انداز میں غزالہ سے سوال کیا۔
"یہ ہمیں بہکار ہے ہیں۔!"

"یقین نہ کرنے کی صورت میں وہی ہو گا جو ہم کہہ رہے تھے۔!" اُن میں سے ایک بولا۔
"خواہ خواہ بات بڑھائی ہے تم دونوں نے میں کہہ رہا تھا کہ تھا نہ جاؤں گا۔ اور یہ ایک جیتنی
جاگتی خاتون ہیں۔ ہم نہیں ہیں کہ راستے میں پھٹ جائیں گی۔!" عمران نے کہا۔

"ہم سے صرف تمہارے لئے کہا گیا تھا۔!"
"کس نے کہا تھا۔!"

"غیر ضروری سوال ہے۔!"

"اچھا تواب جاؤ اور اُس تک میری پیشکش پہنچا دو۔... میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس جنگل
سے باہر نہیں نکل سکوں گا۔ لہذا اعمارت سے نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"
وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہے گئے۔
"قت... تم نہیں جانے دو گے...!" غزالہ نے حرمت سے کہا۔

”ہم دونوں کی عافیت اسی میں ہے۔ انہوں نے جس خطرے کا ذکر کیا ہے اُس کا احساس مجھے پہلے ہی سے تھا!“

”اور میں اسے تمہاری حکمت عملی بھجوں۔“ عززالله طفیری بجھے میں بولی۔

”بجودِ چاہے سمجھ بیجھے۔ لیکن میں کوئی غیر محتاط قدم نہیں اٹھا سکتا!“

”تو تم جائیں!“ ایک نے پوچھا۔

”ضرور... ضرور...!“

”لاوگن و اپس کردو!“

”ہاتھ آیا ہوا اسلحہ واپس کر دینے والے کو ڈیم فول کہتے ہیں۔ تمہیں خالی ہاتھ واپس جانا پڑے گا!“

عززالله جھنجڑاہٹ میں ان کی جامہ تلاشی لینا بھول گئی تھی۔ عمران نے اشین گن کو جنبش دے کر کہا۔ ”صدر دروازے کی طرف حضرات!“

وہ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے صدر دروازے کی طرف جل پڑے تھے۔ عمران ان کے پیچھے تھا۔ اور عززالله جہاں تھی ویس رک گئی تھی۔

دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے کہا ”دروازہ کھول کر باہر نکلو۔ لیکن باہر سے دروازہ بند کرنا مت بھولنا۔ ورنہ لاکی مجھے پھر در غلامے گی۔“

”میں نہیں سمجھا۔؟“

”آگے کھلتے ہی اُس نے دروازہ توڑ دینے کی فرماش جزوی تھی!“ عمران نے کہا۔

”اور تم نے انکار کر دیا تھا!“

”ظاہر ہے.... اتنا یوں قوف تو نہیں ہوں.... اپنے باس کو سمجھادینا کہ اُسے یہاں تھا جھوڑنا مناسب نہ ہو گا۔ دروازوں پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگادے گی۔ کہہ رہی تھی۔“

”اوہ.... اچھا.... اچھا.... لیکن اگر گن لئے بغیر واپس گئے تو ہماری خیر نہیں۔“

”تم سفارت پر تو آئے نہیں تھے۔ گن سیست واپس گئے۔ تو زیادہ تھری تھری ہو گی کہ مسلک ہونے کے باوجود بھی مجھے نہ لے جاسکے.... اب تم بہانہ کر بکو گے کہ گن کے زور پر میں نے تمہیں واپس کر دیا۔“

”یہ بات تو تھیک کہہ رہا ہے؟“ دوسرا جلدی سے بولا۔ اور پہلا بھی اُس سے متفق ہو گیا۔ پھر وہ باہر چلے گئے تھے۔ اور دروازہ بند ہو جانے کے بعد ہی عمران غزالہ کی طرف پہنچا تھا۔

”تم سچچا گل ہو گئے ہو۔!“ وہ اُسے دیکھ کر غرائی تھی!



سار جنت نیو نے اُسے تاک لیا تھا۔ پستہ قد اور چھٹیے جسم کا آدمی تھا۔ گھنی اور ڈھکلی ہوئی مونچھوں کے اوپر چھوٹی چھوٹی چمٹیں پچک دار آنکھیں کچھ اچھا تاثر نہیں رکھتی تھیں۔ اول درجے کا چالاک اور پھر تیلا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

دو دنوں سے مسلسل وہی نیو اور صدر کا تعاقب کرتا رہا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ روزا میکو میل بھی تھی۔ نیو کار ڈرائیور کر رہا تھا۔ اور وہ اُس کے ساتھ اگلی ہی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ صدر پچھلی سیٹ پر تھا۔ نیو نے عقب نما آئینے کا زادیہ متعاقب کی گاڑی پر نظر رکھنے کے لئے بدلتے ہوئے کہا۔ ”مس میکو میل اگر تمہیں یہاں کی عدالت سے سزا مل جائے تو تمہارا کیا حشر ہو گا!“

”تھا ہی اور بربادی کے علاوہ اور کیا ہو گا!“

”ہمیں افسوس ہے کہ تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے!“

”اگر کچھ نہیں کر سکتے تو پھر اُسی عورت کے ساتھ کیوں نہیں جانے دیا تھا۔! مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے تھے!“

”بس ہو گئی حماقت.... اب اُسے کہاں تلاش کرتے پھریں!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ جب تمہیں لوگ صاحب معاملہ ہو تو مجھے واپس کیوں نہیں بھجو سکتے!“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ہمارے فرائض میں شامل نہیں!“ صدر بولا ”طہران والے جانیں۔ ہم نے تو بس اندازہ لگایا ہے کہ یہاں کی پولیس کس زاویے سے ہم پر حملہ کر سکتی ہے!“

”خداوند امیر اکیا ہو گا!“ روزا لگو گیر آزادیں بولی۔

”تم صبر سے کام کیوں نہیں لیتیں.... ہو سکتا ہے اسی دوران میں طہران سے تمہارے لئے کوئی ہدایت آجائے!“ نیو نے کہا۔

”اور اگر نہ آئی تو...!“

”اب اس کے لئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ اونیے تمہیں ہمارے ساتھ کیا تکلیف ہے!“

”پچھے بھی نہیں!“

”بھی ہمارا روایہ تمہارے ساتھ نامناسب رہا ہے!“

”ہرگز نہیں!... تم دونوں بنے حد شریف نفس ہو!“

”بس تو پھر صبر کرو!... اور دیکھو کہ پرده غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے!“

”تم دونوں کہاں رہتے ہو!“

”ہمارا کوئی خاص ٹھکانا نہیں ہے!“

”مجھے تھا کیوں ڈال دیا ہے۔ رات کو بہت ذر معلوم ہوتا ہے!“

”سوال یہ ہے کہ تم اسے پسند بھی کرو گی یا نہیں!“

”میں نہیں سمجھی!“

”تھی کہ اگر ہم بھی تمہارے ساتھ اُسی عمارت میں رہیں!“

”میں پسند کیوں نہیں کروں گی۔ تم لوگ عجیب قسم کی باتیں کرتے ہو!“

”بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے ہم بھی پولیس کی نظروں میں آگئے ہیں! اس لئے آج کل ہمارا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے آدمیوں میں واپس جا کر انہیں بھی دشواری میں نہیں ڈال سکتے!“

”تب تو اور بھی اچھا ہو گا کہ میرے ہی ساتھ رہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ پولیس مجھے یا تم لوگوں کو پکڑ کیوں نہیں لیتی!“

”وہ ہماری صحیح تعداد کا اندازہ لگانے کے بعد ہی ہم پر ہاتھ ڈالے گی۔ ابھی تو صرف ہم دو ہی اس کی نظروں میں آئے ہیں!“

”میں سمجھ گئی!... تم لوگ بہت حمتاز ہو!“

”چھپلی گاڑی بدستور تعاقب کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد روزانے کہا۔“

”بہر حال! اب تم طہران والوں کو مطلع کر دے گے کہ یہاں جو پولیس حرکت میں آگئی ہے!“

”ظاہر ہے...!“

”تو پھر ان سے یہ بھی معلوم کر سکو گے کہ اب میرا کیا بنے گا!“

”تمہارے سلسلے میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ تم ہمارے پروگرام میں شامل“

نہیں ہو.... ادیے ہمیں تم سے ہمدردی ضرور ہو گئی ہے۔ انہوں نے تمہیں پانچ ہزار ڈال الراس لئے نہیں دیے تھے کہ تمہیں اپنادردسر بھی بنالیں۔... اگر اس جھال سے نکل سکتی ہو تو نکل جاؤ.... وہ تمہارے لئے کچھ نہیں کریں گے.... تم محض ایک مہرہ ہو گئے.... اہمیت کھیل کی ہوتی ہے مہروں کی نہیں۔ اگر شطرنج کی بساط سے کوئی مہرہ گم ہو جائے تو اس کی جگہ منی کی ذلی رکھ لیتے ہیں اور کھیل جاری رہتا ہے!“

”تو پھر کیا مجھے خود کشی کر لینی چاہئے!“

”لیکن پھر ان پانچ ہزار ڈالوں کا کیا ہو گا جو طہران میں تمہارے پینک اکاؤنٹ میں جمع کرائے گئے ہیں!“

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا!“

”جب کچھ سمجھ میں نہ آئے تو ڈودسروں کے مشورے پر عمل کرنا چاہئے۔“ نیو یو لا۔

”ارے تو اور میں کیا کہہ رہی ہوں!“

”تم صرف مایوسی کی باتیں کر رہی ہو!“

”پھر میں کیا کروں.... اپنی لاش پر بیٹھ کر گیت نہیں گا سکتی!“

”شاعری کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک معمولی سنکام ہے۔ شاعر بھتر فی کی کوئی صورت نکل آئے!“

”کچھ تباہ بھی تو...!“

”جس وقت سے ہم باہر نکلے ہیں ایک آدمی ہمارا تعاقب کئے جا رہا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کوئی اس کی بھی تو دیکھ بھال نہیں کر رہا!“

”میں نہیں سمجھی!“

”ممکن ہے کہ کوئی اس کی بھی گرفتاری کر رہا ہو کہ اگر اس پر کوئی افکار پڑے تو وہ اس کی مدد کر سکے!“

”چلو ٹھیک ہے.... میں سمجھ گئی!“

”اب ہم ایک دیرانے کی طرف گاڑی موڑتے ہیں۔! اگر چھپلی گاڑی بھی تعاقب میں آئی تو ہم گاڑی روک دیں گے۔ اور تم گاڑی سے اتر کر بچاؤ بچاؤ چھتی ہوئی اس گاڑی کی طرف دوڑ پڑتا!“

”اُس سے کیا ہو گا؟...؟“
”بس دیکھ لینا... تمہیں صرف اتنا ہی کرتا ہے اور نتیجے کی ذمہ داری تم پر نہ ہو گی۔ فی الحال تمہارا تحفظ ہم نے اپنے ذمے لیا ہے!“

”اچھی بات ہے... لیکن انہیں میں ٹھوکر کھا کر گر بھی سکتی ہوں۔!“
”اُس کی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی ہی میں رہنے کی کوشش کرتا۔ ہم اسی ہی جگہ گاڑی موڑیں گے جہاں تیز فارڈی ممکن نہ ہو گی۔ اسے بھی رفتار کرنی پڑے گی۔!“

”پناہیں کیا کرنا چاہتے ہو...؟“ وہ آہستہ سے بڑا کر رہ گئی۔
”وہ شہری آبادی سے دور نکل آئے تھے۔ آسمان ابر آلود ہونے کی بنا پر یہاں تار کی کچھ زیاد ہی لگ رہی تھی۔“

نیو نے اپنی گاڑی کچے میں موڑ دی۔ صدر نے مڑ کر دیکھا۔ پچھلی گاڑی سڑک پر رُک گئی۔ غالباً تعاقب کرنے والا فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

”وہ سڑک پر رُک گیا ہے۔!“ صدر نے کہا ”اب تم گاڑی روک دو...!“
”مم.... میں کیا... گک کروں۔؟“ روزا یک سیک نزوں ہو گئی۔!

”اتر کر اُس کی طرف دوڑ لگاؤ۔!“ نیو نے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔
”مک... کیسے...؟“

”اوہ.... جلدی کرو... درستہ کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ خود ہی بھاگ کھڑا ہو گا۔!“ نیو نے اس کاشانہ پکڑ کر دھیلتے ہوئے کہا۔

”وہ اتری تھی اور ”بچاؤ بچاؤ“ جھیٹ ہوئی دوسرا گاڑی کی طرف دوڑ پڑی تھی۔!
”کون ہے... کیا ہے...؟“ سڑک پر سے آواز آئی... ”خبردار...! فائز کر دوں گا۔!
ریو اور ہے میرے پاس...!“

”بچاؤ... بچاؤ...!“ وہ برا برچھے جا رہی تھی۔ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گری بھی تھی۔ پھر انھی اور گاڑی کی طرف دوڑتی رہی۔ گاڑی سے کوئی اتر کر آواز کی سمت بڑھا تھا۔ اُس نے اپنی گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔ اور ہیڈ لیمپ بھی روشن ہی رکھے تھے۔ لیکن ادھر تو انہیں رہا تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ روزا اسکے پہنچ گیا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے اُس کی کوئی ”مد“ کرنے سے قبل

خود ہی بے لمس ہو گیا ہو۔ کوئی وزنی چیز اس کے سر کے پچھلے حصے پر پوری قوت سے پڑی تھی اور وہ پہلے تو ششد رہ گیا تھا اور پھر چپ چاپ ڈھیر ہو گیا تھا۔

”کیسی رہی...؟“ روزا نے قریب ہی نیو کی آواز سنی۔

”ٹھیک ہے...! تم روزا کو لے جاؤ اور میں اس کو اسی کی گاڑی میں لے جاؤں گا۔“ یہ صدر کی آواز تھی۔!

نیو نے روزا کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی گاڑی کی طرف لے چلا۔!

”یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ وہ کپکاپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس لئے فی الحال خاموش رہو۔!“

روزا کے قدم لڑکھ رہے تھے کسی نہ کسی طرح وہ گاڑی تک پہنچی۔ نیو نے اسے بیٹھنے میں مدد دی تھی۔ وہ سیٹ پر بیٹھی ہانپتی رہی۔

”تم عجیب ہو...!“ نیو کچھ دیر بعد بولا۔ ”مغربی ممالک کی لڑکیاں تو بڑی اسارت اور ایڈوچر کی شائق ہوتی ہیں۔!“

”میں پڑھنے لکھنے والی لڑکی ہوں۔ ان فضولیات میں کبھی نہیں پڑی۔!“ وہ رہا تھی ہو کر بولی۔

”خیر... خیر... قصہ ختم ہو گیا۔ اب تمہیں کچھ نہیں کرنا۔“ نیو اُس کاشانہ تھپک کر بولا۔ اور ادھر تعاقب کرنے والے کی گاڑی شہری آبادی کی طرف مڑ رہی تھی۔!

روزا نے مڑ کر دیکھا۔ اور بولی ”وہ اُسے کہاں لے جائے گا۔؟“

”ان باتوں میں سر نہ کھپاؤ۔ یہ بتاؤ تمہاری طبیعت کچھ سنبلی یا نہیں۔!“

”ہاں... اب بہتر ہوں۔!“

نیو نے ان جن اشتافت کیا گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی اور پھر اسے سڑک پر لے گیا۔

”یہ تجربات زندگی بھریا رہیں گے! کیا تم لوگوں نے اُسے مارڈا۔“ روزا منتابی تھی۔

”ہم قاتل نہیں ہیں۔!“ نیو نے نہ کہا۔ ”صرف بیووش کیا ہے۔!“

”قاں نہ کسی خطرناک تو ہو۔ ایک بولیس وائل پر حملہ کر دیا۔!“

”یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ کبھی اُن کے قابو میں اور کبھی وہ ہمارے شکنچے میں۔!“

”اب تم لوگ بھی نہیں بچ سکو گے۔!“

"ہماری فکر نہ کرو!؟"

"پھر میرا کیا ہو گا!؟"

نیو پکھنے بولا۔ اُس کی گاڑی بھی اب شہری آبادی کی طرف جاری تھی۔

اسکم کے مطابق اب اُس عمارت کی طرف نہیں جانا تھا۔ جہاں روزا مقیم تھی۔

"آخر وہ اسے کہاں لے گیا ہو گا۔؟" روزا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"جہاں مناسب سمجھے گا لے جائے گا!؟"

"تمہارے بیہاں کی چر ساری دنیا میں مقبول ہے!؟"

"ہم بہت بیمار سے تیار کرتے ہیں۔؟"

"اوھر پولیس بھی بہت تیز ہے۔؟"

"ہوا کرنے۔ چرس باہر جا کر رہتی ہے۔؟"

"ہمارے بیہاں کے لوگ پولیس سے بھرنے کی کوشش نہیں کرتے۔؟"

"ہم لا جواب ہیں۔؟"

"ارے... ارے... اب کہاں لے آئے ہو....؟" روزا چوچک کر بولی۔ کیونکہ گاڑی ربانی پلیس کی کپڑاٹی میں داخل ہو رہی تھی۔

"دوسری جگہ... اس طرح پولیس نے ہمارا سرانغ گم کر دیا۔؟"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ صرف وہی ہماری گمراہی کر رہا تھا۔؟"

"قطعاً! کیونکہ واپسی کے سفر میں مجھے کوئی اور نہیں دکھائی دیا۔ اب وہ عمارت تو ضرور ان کی نظر میں رہے گی جس میں تم مقیم تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی سرانغ نہیں۔؟"

"تاب مجھے اپنے بارے میں نہ اسید رہنا چاہئے۔؟"

"باضابطہ طور پر تمہاری واپسی ناممکن ہے۔؟"

نیو نے اندر پہنچ کر گاڑی روک دی تھی اور اُس سے اتنے کو کہا تھا۔

"اوہ... یہ تو کوئی بہت بڑی عمارت ہے۔ کیا بیہاں تمہارا باہس زہتا ہے۔؟"

"باس کہیں نہیں رہتا اور ہر جگہ رہتا ہے۔؟"

"میرا خیال ہے کہ اب میں بیہاں قیدیوں کی طرح رہوں گی۔"

"تمہارا خیال درست نہے۔ اگر باہر نکلیں تو سیدھی بیتل جاؤ گی۔ کیونکہ تمہارے ہی سلسلے میں فوراً کا ایک آدمی غائب ہو گیا ہے۔؟"

"میں سمجھتی ہوں....؟ تم مطمئن رہو.... میں باہر نکلنے کی کوشش نہیں کروں گی۔؟" صدر برآمدے میں کھڑا تھا۔

"اُوہ... تو وہ بھی نیمیں لایا گیا ہے۔؟" روزا چوچک کر بولی۔

"اُسے بھول جاؤ۔؟" صدر بولا۔ اور صرف اپنے بارے میں سوچو۔؟"

وہ کچھ نہ بولی صدر نے اسے ایک کمرے میں پہنچایا تھا۔ اور پھر برآمدے میں واپس آگئی تھا۔... نیو نیمیں اُس کا منتظر تھا۔

"کیا ہوش میں آگئی....؟" نیو نے پوچھا۔

"نہیں.... تم نے شانکہ زور سے ہاتھ جھاڑ دیا تھا۔ سر پھٹ گیا ہے۔؟"

"خدا... یہ مرحلہ بھی طے ہوا.... وہ وہاں سے ہٹا دی گئی.... لیکن ہم بدستور اُسی عمارت میں رہیں گے یا ہمیں بھی اُس جگہ سے ہٹا ہے۔؟"

"اگر ہم وہاں سے ہٹ گئے تو مزید افراد کس طرح ہمارے علم میں آئیں گے۔؟"

"مطلوب یہ کہ ہمیں بھی اسی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔؟"

"کس لئے۔؟"

"جس طرح ہم نے اُنکے ایک آدمی کو قابو کیا ہے۔ اسی طرح وہ بھی ہم پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔؟"

"کیوں نہیں....؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی جاننا چاہیں گے کہ اُن کا آدمی کہاں غائب ہو گیا۔!

لیکن اگر ہم میں سے کوئی غائب ہوا تو ہمارے آدمیوں کو علم ہو گا کہ اُسے کہاں لے جایا گیا ہے۔!

"مطلوب یہ کہ ہم خود بھی اپنے آدمیوں کے زیر گمراہی ہیں۔؟"

"ظاہر ہے۔...؟"

"لیکن یہ چکرا بھی تک سمجھ میں نہ آیا۔؟"

"چکر سمجھانے والا بیہاں موجود نہیں ہے اور نہ چکر بھی سمجھ میں آ جاتا۔؟"

"کیا بھی تک شاہداری میں ہیں۔؟"

"میں نہیں جانتا۔! تمہارے بیان کے مطابق اگر وہ تار شاہدار اسے آیا تھا تو وہیں ہوں گے۔؟"

”وہ منیع ذہن سے چپ کر رہا گیا ہے۔ کتنا پچھے دینے والی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ ان کے لئے خوش خبری تھی یا کوئی مری اطلاع تھی۔!“
”تھکاتے رہوں ہم کو....!“

”اب ہمیں کیا کرتا ہے؟“

”اپنے ٹھکانے پر واپس چلیں گے!“

ٹھیک اُسی وقت بلیک زیر و برآمدے میں آیا تھا۔ جسے وہ طاہر کے نام سے جانتے تھے اور ان کی دانست میں وہ راتاپیش کا منتظر تھا۔

”وہ ہوش میں آگیا ہے؟“ اُس نے اطلاع دی۔

” تو پھر تم اسکے سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔ ہم سے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ اُسے قابو میں کرنے کے لیے پہنچا دیں!“ صدر بولا۔

”اب اُس کے بارے میں جو ہدایت ملے اُس سے مجھے مطلع کرو دیجئے گا!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔

”اچھی بات ہے....!“ صدر نے کہا اور واپسی کے لئے مرجیک۔ اُس بیچارے کو کیا علم تھا کہ ہدایت بھی اُسی سے ملیں گی اور اُسی کو پہنچائی بھی جائیں گی۔ کیونکہ عمران کی عدم موجودگی میں بلیک زیر وہی ایکس نوکاروں ادا کرتا تھا۔!



دن ختم ہو گیا۔... لیکن وہ دونوں واپس نہ آئے۔... اور اب تو شام بھی آہستہ تاریکیوں میں ڈوبی جا رہی تھی۔... ساتھ ہی غزالہ بھی آپ سے باہر ہو رہی تھی۔

”تم سے زیادہ یہ تو قوف آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔“ پھر کھانے والے بچے میں عمران سے کہا۔

”اب تو گزر گیا....!“ عمران لاپرواہی سے بولا۔

”یہاں سے نکل جانے کا بہترین موقع ضائع کر دیا۔!“

”اب تو جو کچھ ہوتا تھا ہو چکا!“

”رات بیہنیں گذرانی پڑے گی۔!“

”آرام نے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”چھپی رات یہو شی میں گذری تھی۔ اب ذرا ایک عذر ہوش والی بھی گذار لیں۔ ارے ہاں.... رات کے کھانے میں کیا ہو گا۔“
”میں نہیں جاتی!“

”ظاہر ہے کہ اٹھوں کے علاوہ اور کیا ہے یہاں... لیکن آخر یہ اٹھے آتے کہاں سے ہیں۔؟“
”خاموش رہو....!“

”ہی خوشی گذاری جائے تو آسان ہو جاتی ہے!“
وہ چند لمحے اسے تھر آلود نظروں سے گھوڑی ہوئی پھر بول۔ ”اب تو تم بھی مجھے اسی سازش کی ایک کڑی معلوم ہونے لگے ہو۔!“

”کڑی نہیں کڑا.... مذکر ہوں!“

”شش اپ....!“

”جیسی آپ کی مر رحمی! میں تو دل بھلانے کی کوشش کر رہا تھا۔!“
”میں کچھ نہیں سننا چاہتی!“

”کیا یہ بھی نہیں کہ اُس اشین گن کا میگرین بالکل خالی تھا۔!“
”کیا مطلب...؟“

”مطلوب یہ کہ اشین گن صرف دھمکانے کے لئے تھی۔ یعنی وہ نہیں چاہتے تھے کہ کہوا بھی کوئی گولی چل جائے۔!“

”اب شائد میں تمہاری ہی طرح پاگل ہو جاؤں گی۔!“

”اس سے بہتر کوئی بات نہ ہو گی۔ ویسے اس میں پاگل کر دینے والی کوئی بات نہیں....!“
”تم چونکہ پوری طرح پاگل ہو چکے ہو اس لئے تمہیں کسی بات کا احساس ہی نہیں ہو سکتا۔!
”میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں! نہیں آپ کے بارے میں غلط

فہمی ہو گئی ہے۔!
”کن کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔!
”وہی جن کے مہرے میں آپ کے والد صاحب!“

”تم خواہ مخواہ الزام تراشیاں کئے جاؤ گے۔!
”

”اگر ہرے نہیں پس تو ان کی پوزیشن اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے!“
 ”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“
 ”وہ سمجھے ہیں کہ شاند میں آپ ہی کے اشارے پر ادھر متوجہ ہوا ہوں!“
 ”اچھا تو پھر....!“

”اب وہ جانتا چاہتے ہیں کہ آپ ان معاملات سے کس حد تک واقع ہیں اور مجھے کتنا تباہ ہے!“
 ”اگر یہ بات ہے تو ڈیٹی بھی خطرے میں ہوں گے!“
 ”ہو سکتا ہے!“

”اور تم یہاں پیشے باشی بنتے رہو گے!“

”وہ ہمیں قتل کر دیتے اگر یہ نہ معلوم کرنا ہوتا کہ کوئی بات ہم سے آگے تو نہیں بڑھی!“

”اب خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو!“

”حقیقت عرض کر رہا ہوں میں نے تو بھائے کی کوشش کی تھی لیکن آپ نے نہیں بھاگنے دیا..... تمہارے خانے میں نہیں جانا چاہتا تھا!“

”لیکن تم نے اس وقت اُسے اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی تھی!“

”اہمیت نہ دیتا تو بھائے کی کوشش کیوں کرتا!“

”وہ کچھ نہ بولی۔ چلا ہونٹ دائقوں میں دالیا اور پیشانی پر سلو میں پڑ گئیں آنکھیں سوچ میں ذوبی ہوئی تھیں!“

عمران ہاتھ اٹھا کر بولا ”اب میرا مشودہ سنخ۔ اوھر دیکھئے! وہ ہم سے الگ الگ پوچھ گجھ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے صرف مجھے لے جانا چاہتا تھا۔ بہر حال آپ انہیں ہرگز یہ نہ بتائے گا کہ آپ مجھے بابا سگ پرست اور اپنے ڈیٹی کے تعلقات کے بارے میں کچھ بتاچکی میں..... بلکہ سرے سے اُس بابا کا ذکر ہی نہ آئے پائے!“

”میں نہیں سمجھی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ آخر بابا سگ پرست کا یہاں کیا ذکر...!“

”میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ آپ کے ڈیٹی اُسی کا مہرہ ہیں!“

”اپنے بیان کے مطابق تو تم نے پہلے کبھی اُن کا نام تک نہیں بنایا...!“

”اب سن لیا ہے نام لیکن شکل آج تک نہیں دیکھی!“

”پھر خواہ مخواہ حکم کیوں لگائیں گے ہو.... ان کا شمار شہر کے معززین میں ہوتا ہے!“

”بڑے بڑے جو جنم کے مر جکب معززین ہی ہوتے ہیں۔ چھوٹے موٹے لوگ نہیں!“
 ”کم از کم میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں کوئی بڑا جرم ان سے منسوب کر سکوں!“
 ”اگر آپ نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا تو خود ہی آنجمنی ہوں گی اور میرے لئے غلبہ آشیانی ہو جانے کا موقع فراہم کر دیں گی!“
 ”یعنی اگر میں نے بابا سگ پرست کا حالت بھی دیا تو ہم مارڈا بے جائیں گے!“
 ”فی الحال عقل بھی کہہ رہی ہے!“
 ”مسڑ ڈھپب یہ جیتی جاتی دنیا کی باتیں ہیں۔ اور بابا سگ پرست کسی نہ اسرار ناول کا کروڑ
 نہیں ہے۔ جیتی جاتی دنیا کے مجرم کم سے کم لوگوں کی نظر وہ میں آتا چاہتے ہیں اور ڈاتی پیشی
 سے دور بھاگتے ہیں۔ خود کو سگ پرست کہلوا کر اپنی شہرت کو چارچاند نہیں لگاتے!“
 ”کچھ لوگ بعض نفیاتی کمزوریوں کے بھی شکار ہوتے ہیں۔ جرم کرتے ہیں اور بار بار
 دوسروں کے سامنے آتے ہیں۔ محض اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ خود اعتمادی پیدا کر سکیں۔ بابا یہے
 ہی لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے!“
 ”ختم بھی کرو.....!“ وہ اکتا کر بولی ”میں اعتیاڑ کھوں گی اس سلسلے میں!“
 ”اور رات کے کھانے کا کیا ہو گا....!“

”ڈبل روٹی ختم ہو گئی..... آٹا گوند ہنا نہیں آتا..... روٹیاں کبھی نہیں پکائیں....!“
 ”تو وہ دال اور چاؤں ملا کر جو بآلاتے ہیں.... کیا کہتے ہیں اُسے لیکن دال موگ کی نہ ہو!“
 ”کچھڑی کچھڑی.....!“ عمران سر ہلا کر بولا ”لیکن موگ کی دال...!“
 ”مجھے بھوک نہیں ہے!“
 ”بہتر ہے! میں پھر چاکر گزارہ کرلوں گا۔ لیکن اب کیروں میں یہ پر تروشن کر دیجئے
 اندھیرا پھیل گیا ہے!“
 ”دفعتاً عجیب سا شور فضائیں گو نجتے لگا.... پہلے تو دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ لیکن پھر جلد ہی
 سمجھ گئے۔ بینڈ بائی کی آوارتھی۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے دروازے پر کوئی برات آٹھہری ہو۔
 عمران نے ہونقوں کی طرح غزالہ کی طرف دیکھا اور پھر صدر دروازے کی جانب آنکھیں

پھاڑنے لگا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دروازہ بھی بیٹھا جا رہا ہو۔ غزالہ جلدی سے کچن کی طرف دروازہ اور لیپ روشن کر لائی۔

دروازہ اب بھی بیٹھا جا رہا تھا۔ اس نے عمران سے کہا ”دروازہ ہرگز مت کھولنا۔“

”لیکن بینڈ باجائے کر کیوں آئے ہیں۔؟“

”میں کیا جاؤں۔؟“

”میں تو ادھر کے روانج سے واقع نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے اپنے موقع پر بینڈ باجا بھی لاتے ہوں۔؟“

”کیسے موقع پر۔؟“ غزالہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”مطلوب یہ کہ۔؟“

وہ کچھ اور نہ کہہ سکا کیونکہ اس کا ذہن اچانک طاری ہو جانے والے شانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ باجوں کی آوازیں تھیں اور دروازہ بھی نہیں بیٹھا جا رہا تھا۔

یہ دونوں بدستور راہداری میں کھڑے تھے۔ اور غزالہ نے دونوں ہاتھوں سے کیر و سین لیپ پکڑ کر کھا تھا!

یک بیک باہر سے آواز آئی۔ ”دروازہ کھولنے پورہائی نس، آپ نواب آف جھاپک ٹولا۔۔۔ کے مہماں ہیں۔۔۔ حضور نواب صاحب نے خاصہ بھجوایا ہے۔“

عمران نے لاوؤں کی طرح دیدے نچائے کیونکہ خود بھی کسی زمانے میں پرنس آف ڈھمپ رہ چکا تھا!

”دروازہ کھولنے جتاب۔۔۔!“ آواز پھر آئی۔

”یہاں کوئی ہرہائی نس نہیں رہتا۔!“

”دروازہ کھولنے پورہائی نس۔۔۔ حضور نواب صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ کے دشمن پا کر دیئے گئے ہیں۔!“

”اوہ۔۔۔ بڑی اچھی خبر لائے ہو تم۔۔۔ ہم خوش ہوئے۔!“ عمران بولا۔۔۔ اور غزالہ جرت سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔ عجیب سا ہجہ لگا تھا۔ بالکل شہزادوں ہی کے سے انداز میں بولا تھا۔

”خاصہ بھیجا ہے نواب صاحب نے۔۔۔!“ باہر سے آواز آئی۔

”ارے اس کی زحمت کیوں فرمائی۔۔۔ ہم کچھڑی پکوانے جا رہے تھے۔!“

”خاموش رہو۔۔۔!“ غزالہ بھنا کر بولی۔

”یہ مذاق نہیں ہے محترمہ! ہم حقیقتاً پرنس آف ڈھمپ ہیں۔!“

”اس بار ضرور جان سے جاؤ گے۔۔۔!“ وہ دانت پیس کر بولی۔

”آپ یہ کیوں نہیں دیکھتیں کہ بابتے گا جے کیا تھے آئے ہیں ضرور خاصہ ملا شئے ہوں گے۔!“

”خاصہ کیا۔۔۔؟“

”تناول فرمانے کی چیز ہے لیکن ایک بہت بڑے شاہزادے اور شاعر نوش بھی فرماتے ہیں! اور خاص طور پر ڈرامے میں۔!“

”لیکا بکواس کر رہے ہو۔!“

”اُردو ادب کی تاریخ مرتب کر رہا ہوں۔!“

”یہاں اُردو ادب مرتب ہو رہا ہے۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو بھول ہی گیا تھا۔۔۔ کہ۔۔۔ پرنس آف ڈھمپ کے لئے خاصہ آیا ہے!“

”بہر حال دروازہ کھونا ہی پڑئے گا۔!“

”تم نہیں مانو گے۔۔۔!“

”وزرا عقل استعمال کیجئے۔!“ عمران آہستہ سے بولا ”کی آدمی معلوم ہوتے ہیں۔۔۔ دروازہ توڑ دیں گے۔!“

”اچھا تو میں کمرے میں بند ہوئی جاتی ہوں۔!“

”آپ کی مرضی لیکن۔۔۔ لیپ نہیں چھوڑ جائیے گا۔ ورنہ خاصے کا جائزہ کیسے لوں گا۔!“

وہ اسے لیپ تھا کہ خود کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا عمران لیپ کو ایک اسٹول پر رکھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔

”دروازہ کھولنے جتاب۔۔۔!“ باہر سے پھر آواز آئی۔

عمران نے دروازہ کھول دیا۔ ایک آدمی باہر کھڑا ہوا نظر آیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ خالی نہیں تھے۔

”آداب بجالاتا ہوں پورہائی نس۔۔۔!“

”ضرور بجاو... بلکہ اندر آ کر بجاو...!“
وہ روشنی میں آگیا... اس کے ایک ہاتھ میں ناشتہ دان تھا اور دوسرے میں کیسٹ پلیر۔

”کوئی اور بھی ہے...!“

”نہیں جتاب...!“

”تو پھر میں دروازہ بند کر دوں!“

”ضرور جتاب... اور بند ہی رکھئے گا! ان اطراف میں بھیڑیے بکثرت ہیں...!“

”اور وہ بینڈ بجے والے کہاں ہیں...؟“

”اوہ... جناب... وہ تو میں کیسٹ چلا رکھتا۔ اب اس طرح کام چلا ہے تقریبات پر...
نام کے نواب رہ گئے ہیں۔ اختیارات گئے۔ زمینیں گئیں۔ وضع داری نجماں کے لئے نواب
صاحب نے فرمایا تھا کہ کیسٹ پلیر لے جاؤ!“

”خوب... خوب... اور خاصے میں کیا ہے...!“

”اس کا تو مجھے علم نہیں...!“ اس نے ناشتہ دان عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے
کہا۔ ”نواب صاحب نے فرمایا تھا کہ اپنی موجودگی میں... میرا مطلب ہے کہ اگر آپ میری
موجودگی ہی میں تناول فرمائیں تو بہتر ہے!“

”ناشستہ دان واپس لے جاؤ گے!“

”یہی حکم ملا ہے...!“

”تو کیا نہم تواب جھاپک ٹولا کا ناشتہ دان لے کر بھاگ جائیں گے... یاد رہے کہ ابھی ہم با
اختیار ہیں اور ہماری ساری زمینوں پر لفظی تعالیٰ کدو کی کاشت ہو رہی ہے!“

”ضرور ضرور... یورہائی نس...!“

”نواب صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کے ساتھ آپ کی سکریٹری بھی ہوں گی!“

”نواب صاحب سے کہہ دینا کہ سکریٹری خیریت سے ہے...!“

”آپ خاصہ تناول فرمائیں...!“

”اچھی بات ہے... تم ہیاں اس کرے میں بیٹھو...! اب ہم اتنے بد تہذیب توہین نہیں
کہ ناشتہ دان ہی میں کھانا شروع کر دیں گے!“

”آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں میں بچن سے بر تن لا رہا ہوں!“
”نہیں... تم یہیں بیٹھو...!“

عمران نے اُب کرنے میں دھکیلتے ہوئے کہا۔ ناشتہ دان پہلے ہی اُسکے ہاتھ سے لے چکا تھا۔
کرنے میں اندر رکھا تھا۔ ابھی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اتنے میں عمران نے دروازہ بند کر کے باہر
سے بولٹ کر دیا۔

”یورہائی نس... یورہائی نس...!“ اندر سے آواز آئی۔

”یہیں کسی کے سامنے کھانا کھاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس لئے تمہیں تموزی دیر سک بند
رہنا پڑے گا۔ ہم تواب صاحب سے مغفرت کر لیں گے اس کے لئے!“

پھر وہ ناشتہ دان لئے ہوئے اُس کرنے کی طرف بڑھا تھا۔ جس میں غزالہ بند تھی۔ ”اب باہر
آجائیے...!“ اس نے دروازہ بجا کر کہا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

دوسری بار ذرا زور سے دروازہ پیٹھا تھا۔ لیکن دوسری طرف بدستور خاموشی چھائی رہی۔!

”دروازہ کھولئے...! وہ میرے قابو میں ہے۔ ایک ہی تھا!“ عمران نے کسی قدر اوپنی آواز
میں کہا۔ لیکن اندر سے غزالہ کی آواز نہ آئی۔

اس نے ناشتہ دان فرش پر رکھ دیا اور لیپ اٹھا کر وہ دونوں کرنے بھی دیکھے جو خالی تھے۔ پھر
اُس کرنے کی طرف پلٹا جس میں دروازہ کو بند کیا تھا۔ بولٹ کھکھا کر دروازوں کو دھکا دیا۔
دروازے تو کھل گئے لیکن نووارد کا کہیں پتا نہیں تھا۔

عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کیا تھا۔ اور کھڑکیاں بھی سلاخوں دار تھیں تو پھر کیا وہ ہوا
میں تخلیل ہو کر باہر نکل گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

کہیں غزالہ بھی نہ اسی طرح غائب ہو گئی ہو....! وہ کرنے سے لکھا اور اس کا دروازہ بند
کر کے دوبارہ باہر سے بولٹ کر دیا۔

پھر غزالہ والے کرنے کے سامنے پہنچ کر رکھا۔ لیپ فرش پر رکھ دیا۔ احتیاط ایک بار
پھر دستک دی۔ اور کوئی جواب نہ ملنے پر دروازہ ہی توڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن پھر دوسرے

کروں کا خیال آیا کیوں نہ ان کے دروازے بھی باہر سے بولٹ کر دیے جائیں۔ اس خیال کے
تحت پلنے ہی والا تھا کہ آنکھوں میں تارے ناچ گئے... کسی نے گردن پر کراٹے کا بھر پورا تھا

اور پھر وہ سچ مسیح رہ گیا کیونکہ اُس کرے میں داخل ہونے والی غزال نہیں بلکہ جو لیا فر
واڑ تھی!

اُس کامنہ بھی حرث سے کھلا تھا۔ اور پھر اُس نے سختی سے جزو سچ لئے تھے۔

”کیا تم اسے پہچانتے ہو؟“ عمران سے سوال کیا گیا۔

”سورت تو کچھ جانی پہچانی سے لگتی ہے.... کہیں دیکھا ضرور ہے۔“

”تم جھوٹے ہو..... یہ تمہارے ہی گروپ سے تعلق رکھتی ہے۔“

”میرا گروپ.....؟“ عمران نے حرث سے کہا۔ ”میرا کوئی گروپ نہیں ہے! اذھول بھائیاں ک
تو آتا نہیں مجھے.... تم گروپ کی بات کر رہے ہو۔“

”ہم میں سے ایک تمہیں اس کے ساتھ بھی دیکھ چکا ہے۔“

”اُس نے اُس وقت زیادہ پی رکھی ہو گی۔“

”خاموش رہو.....!“

”تم ہی مفعکہ خیز باشیں کر کے مجھے بولنے پر مجبور کر دیتے ہو۔“

دفعتاً ایک نقاب پوش نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر جو لیا سے پوچھا ”یہ کون ہے....؟“

”میں نہیں جانتی....!“ اُس نے کڑے تیوروں سے جواب دیا۔ اُس نقاب پوش کو گھورتی
رہی اور پھر بولی ”مجھے میرے گھر سے اٹھا کرنے جانے کیاں لایا گیا ہے.... اور کیوں لایا گیا ہے۔“

”کیا بھی یہ بتانا پڑے گا کہ یہ سب کچھ روز امیکسوں کی وجہ سے ہوا ہے....!“ نقاب
پوش نے کہا۔

”اوہ.... وہ لڑکی....!“

”اُن لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے جو اُس لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔!“

”میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے میں نے تو ترس کھا کر اُسے اپنے ساتھ رکھنے کی پیش کش
کی تھی۔ کیونکہ اُس کے پاس طہران کا واپسی کا لگٹ نہیں تھا۔ اور نہ اتنی رقم ہی تھی کہ وہ لگٹ
خرید سکتی.... دو دن گزار لینے کے بعد ہوش کے اخراجات بھی برداشت نہ کر سکتی۔!“

”ایک بات اور بھی ہے.... روز امیکسوں کی وجہ سے ہمارا ایک آدمی تمہاری گھرانی کر رہا
تھا۔ وہ اچانک غائب ہو گیا۔!“

”میں نہیں جانتی کوئی میری گھرانی بھی کر رہا تھا.... آخر جھسے کون سی غلطی سرزد ہوئی
تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ لڑکی میرے لئے ایسی پریشانیوں کا سبب بن جائے گی۔!“

”تمہیں بتانا پڑے گا..... کہ وہ آدمی کہاں ہے جو تمہاری گھرانی کر رہا تھا۔!“

”میں نہیں جانتی۔ پتہ نہیں تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس کی جرأت کیوں نکر ہوئی آخر میں
اپنے گھر سے کس طرح ہٹائی گئی کہ مجھے علم تھی نہ ہو سکا....!“

”تم بیووش کر دی گئی تھیں۔!“

”تو گویا تم لوگ ڈاکو ہو۔!“

”غیر ضروری باتیں نہیں.... یہاں تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔!
”خواہ خواہ....!“

”بس....!“ نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تمہیں صرف بارہ گھنٹے اور دیے جاسکتے ہیں۔
اپنے ساتھیوں کے نام اور پتے بتا دو۔!“

پھر اُس نے مسلسل آدمیوں کو اُسے لے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ اس دوران میں عمران ہونگوں
کی طرح کبھی جو لیا کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی بولنے والے نقاب پوش کی طرف۔

ایک مسلسل آدمی جو لیا کو دہاں سے لے گیا۔... نقاب پوش پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔
”شائد اب تمہاری موت ہی آگئی ہے۔!“

”اگر ایسا ہے تو بندہ لاچار ہے.... مر جائے گا....! لیکن تمہیں اسی بد دعا دے جائے گا کہ
کبھی پنپ نہ سکو گے....!“

”تم محکمہ خارجہ کے لئے کام کرتے ہو۔!“

”بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو تم لوگ.... ہاں یہ درست ہے۔!
”عہدہ کیا ہے۔!“

”تو کری نہیں کرتا....!“ عمران منہ بنا کر بولا ”فری لانسر ہوں.... مختلف کاموں کے
مختلف معاوضے وصول کر لیتا ہوں۔!“

”مر سلطان نے جو یکرش سروس ترتیب دی ہے اُس کا سربراہ کون ہے۔!“

”اب پھر تم نے ایسا ہی سوال کیا ہے جس کا جواب مجھے نہیں آتا.... ذرا آسان سوال پوچھو

رسید کر دیا تھا.... دانت بج کر رہ گئے.... اور وہ منہ کے ملن فرش پر چلا آیا۔ ایسا ہی، چاڑا ہاتھ تھا کہ پھرنے اٹھ سکا۔

پھر آنکھ کھلی تھی تیز قدم کی روشنی میں اور وہ الودیں کی طرح دیدے پھر انے گا تھا۔

”تم ہوش میں آپکے ہواں لئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ....!“ ایک گوئی جملی آواز سنائی دی۔

وہ فرش پر چلت پڑا ہوا تھا۔ اور چھت بھی پچھے جانی پچھانی سی لگ رہی تھی غالباً یہ آواز بھی پہلے کہیں سن چکا تھا!

بڑی پھر تھی سے اٹھ بیٹھا اور پھر فور آئی پوری بات سمجھ میں آئی.... وہی پانچوں نقاب پوش کر سیوں پر بتوں کی طرح بیٹھے نظر آئے۔ جن سے ایک بار پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی! اُس نے چند حیائی ہوئی آنکھوں سے اُن کی طرف دیکھا اور سہم جانے کی ایکٹگ کرنے لگا!

”س... س... سماں لیکم!“ وہ ہکلایا اور پھر روانی سے بولے لگا! سبھی صاحب مر جائیں گے لیکن وہ چیز آپ لوگوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ آپ نے اُن کا بازو تو زکر بھی دیکھ لیا۔ اگر لڑکی کا اغوا ہو گیا ہے تو انہیں اس کی بھی پرواہ نہ ہو گی۔ میں تو خیر کسی شمار قطار میں نہیں ہوں!“

”علی عمران.... بکواس بند کرو:...!“ ایک نقاب پوش غرایا جس کے ہاتھ میں چڑے کالما سا چاپک بھی تھا۔

”اوہ.... تو یہ بات ہے....!“ عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”ہم احمد حق تو نہیں ہیں!“

”شکلین دیکھے بغیر اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا!“

”میں کہتا ہوں بکواس بند کرو:...!“

”میں نے تمہارے ایک بیان کو مشروط کیا تھا اور تو پچھے نہیں بولا۔!“

”تم یہاں کیوں آئے ہو!“

”بڑی غلطی ہوئی کہ آپ لوگوں سے اس کی اجازت طلب نہیں کی تھی!“

”ہم واقعی سختی کریں گے۔ اگر تم نے سنجیدگی سے ہمارے سوالات کے جواب نہ دیئے۔!“

”پوچھو کیا پوچھتا ہے۔!“

”تم یہاں کیوں آئے ہو....؟“

”سیٹھ کی لڑکی کو حیم آباد میں دیکھا تھا۔ بس پاکل ہو گیا۔ تعاقب کرتا ہوا شاہدار اسکے اور کتیا کے بھانے بنگلے کے قریب والی پلیا پر ڈریہ ڈال دیا!“

”ناقابلی یقین.... تم لڑکوں کے پیچے نہیں بھاگتے....!“

”زندگی میں کبھی نہ کبھی یہ حدادی بھی ضرور ہو جاتا ہے۔!“

”آس سے کہیں زیادہ خوبصورت لڑکوں نے تمہیں چاہا ہے لیکن تم نے انہیں لفٹ نہیں دی۔!“

”آن موقع پر میرا عمدہ ٹھیک نہ رہا ہو گا۔!“

”بات نہ بڑھاو۔!“ ایک اور نقاب پوش بولا۔ لیکن تھاٹ چاپک والے نقاب پوش سے تھا۔ اُس نے پھر کہا۔ ”آس عورت کو یہاں بلوا۔!“

چاپک والے نے دروازے کی طرف دیکھا جاں دو سلسلہ آدمی اپنی اشین گنیں سنجاۓ کھڑے تھے۔!

”آس عورت کو لاو۔!“ نقاب پوش نے کہا۔ اور آن میں سے ایک باہر چلا گیا۔

”لیکن!“ عمران ہاتھ انداز کر بولا ”میں نے اُسے ابھی تک اطلاع نہیں دی کہ مجھے اس سے وہ ہو گئی ہے۔!“

”تمہیں کبھی کسی سے وہ نہیں ہوئی۔... خاموش کھڑے رہو۔!“

”ہمیشہ خاموش ہی ہوئی ہے! بولتی ہوئی کبھی نہیں ہوئی۔ خاموش محبت میں جو لذت ہے وہ اظہار میں نہیں ملتی۔!“

”تم ہمیں یہ وقوف نہیں بنا سکتے۔ اپنے آف ڈھمپ اہم میں سے ایک تمہیں الگینڈ کے ونڈ لیٹر کیس میں دیکھے چکا ہے۔ ڈجز آف ڈنلیٹر تو تمہیں یاد ہو گی۔!“

”اچھی طرح یاد ہے۔... دراصل بے خودی میں کبھی کبھی میں اپنے قدمے بھی اونچا چلا جاتا ہوں۔... لیکن پہلی ہی محبت میں ساری چوکریاں بھول گیا ہوں۔... ویسے تم لوگوں نے ظلم کیا کہ اس طرح ملا کر جدا کر دیا۔ اس حرکت کو اردو ادب میں کیا کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔!“

استھے میں زنانہ جو توں کی کھٹ کھٹ سنائی دی تھی اور عمران سوچنے لگا کہ غزالہ تو چلپیں پہنچے ہوئی تھی یہ ناپ ہیل والے کھاں سے نصیب ہو گئے۔

”ہم تو یہاں تمہاری موجودگی کی وجہ جانا چاہتے ہیں!“
 ”کبھو تو اب دو چار عشقیے اشعار بھی سنادوں!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولے
 ”علی عمران.... شاہدار میں تمہاری دھیان لا جائیں گی۔ یہ تمہارا شہر نہیں ہے... ہم
 تمہارے باپ یا سر سلطان کی پیش سے باہر ہیں!“
 ”اسی لئے اس قدر پریشان نظر آتے ہو!“
 ”ہم قطعی پریشان نہیں ہیں!“
 ”پھر یہاں میری موجودگی کی وجہ جانتے کے لئے اتنے پاپر کیوں نیل رہے ہو!“
 ”اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے!“
 ”خاص اضافہ کر دیا ہے میں نے تمہاری معلومات میں!“
 ”ہمیں وہ معلوم ہوتا چاہتے جو ہم جانا چاہتے ہیں!“
 ”تم تو خواہ خواہ اجنبی لوگوں کو سامنے لا کر ان سے میری جان پیچان ثابت کرنے کی بھی
 کوشش کرتے ہو....!“
 ”تو تم اُس عورت جو لیا فڑواڑ کو نہیں جانتے!“
 ”نہیں میں نہیں جانتا... پتا نہیں تم لوگ کس قسم کے بخار میں مبتلا ہو گئے ہو۔ میں فی الحال
 صرف مریض عشق ہوں!“
 ”صرف بارہ گھنٹے.... تمہیں بھی صرف بارہ گھنٹے دیے جاتے ہیں!“
 ”کس بات کے....!“
 ”ملکہ خاذجہ کی خصوصی سیکرٹ سروس کے سربراہ کے بارے میں....!“
 ”بلیں....!“ عمران اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”نے بارہ گھنٹے نہ بارہ دن.... جس کے بارے
 میں کچھ نہیں جانتا کیا تا سکوں گا۔ میرا خیال ہے اس کے لئے تمہیں سر سلطان ہی کو پکڑ لے گوں اپنے
 گا.... دیے تم لوگوں کی کوئی بات میرے پلے نہیں پڑی۔ بھی یہاں میری موجودگی کا اصل
 مقصد معلوم کرنا چاہتے ہو اور کبھی سیکرٹ سروس کے سربراہ کی بات کرنے لگتے ہو!“
 ”ہمارا خیال ہے کہ اُس کے سربراہ کم ہی ہو...!“
 ”اس پر عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک پشتار ہا پھر بولا۔ ”مختہ پن کی حد ہوئی

کہ میں جلدی سے اُس پر چہرہ کو دوبارہ دیکھ سکوں جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں!“
 ”تم نے پھر غیر متعلق باتیں شروع کر دیں!“
 ”بھائی صاحب....! سر سلطان نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ انہوں نے کوئی سیکرٹ سروس
 ترتیب دے رکھی ہے۔ پھر مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس کا سربراہ کون ہے۔؟ مجھے تو براہ
 راست سر سلطان سے کہیں ملتے ہیں.... کیس کیا.... کیس کیا ایک آدھ حصہ....!“
 ”وضاحت کرو....!“
 ”مطلوب یہ کہ کبھی کبھار ان کے لئے معلومات فراہم کر دیتا ہوں۔ چونکہ شہر بھر کے
 بد معاش مجھ پر ترس کھاتے ہیں۔ اس لئے ان کے توسط سے میرا پیش بھی پلٹا رہتا ہے!“
 ”تو یہاں تمہیں سر سلطان نے بھیجا تھا!“
 ”تم کھا سکتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھے عاشق ہو جانے کا مشورہ نہیں دیا۔ اس معاملے میں
 بالکل ہنس آدمی ہیں....!“
 ”تم غلط کہہ رہے ہو کہ تمہیں یہاں سر سلطان نے نہیں بھیجا!“
 ”اگر تم یقین کرنے پر تیار نہیں تو میں تمہیں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔ عجیب
 اتفاق ہے کہ میں باقاعدہ طور پر جیلانی سیٹھ کے ہتھے چڑھ گیا۔ آخر اُس تہہ خانے میں ہوتا کیا ہے
 جس کا علم ان کی صاحب زادی کو بھی نہیں!“
 ”تم دراصل یہی معلوم کرنا چاہتے تھے!“
 ”میں نہیں معلوم کرنا چاہتا۔ بلکہ ان کی صاحب زادی اُس چیز کے بارے میں معلوم کرنا
 چاہتی تھیں۔ جس کی وجہ سے سیٹھ جیلانی پر ایسے مظالم ہو رہے تھے۔ ایک بازو ہی تو زکر کھ دیا۔“
 ”کیوں بکواس کر رہے ہو....!“ تم نے اُسے خواب آور دوادے کر معلوم کر لیا تھا۔ کہ بازو
 صحیح و سلامت ہے!“
 ”میا کرتا.... ان کی شکل ہی سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ بازو ٹوٹ گیا ہے۔ ظاہر ہے
 اصلیت معلوم ہو جانے کے بعد مجھے تشویش ہوئی ہو گی کہ آخر اس فرماذ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔
 پس ثابت ہوا کہ سیٹھ صاحب صرف میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہ بھی حفاقت
 تھی بجکہ تم لوگ مجھے اچھی طرح جانتے تھے!“

”شکر کرو کہ تمہیں اس چاک کا تجربہ نہیں ہوں!“
”چلو یہ بھی ہو جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں!“
”بیو بات ہے...؟“

”ہاں... ہاں... آجائو میدان میں!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے لکھا تھا۔
نقاپ پوش آہستہ آہستہ کری سے امتحانا۔ اور بڑی میانت سے چلتا ہوا کرے کے وسط میں
اگیا۔ پھر اپاٹک چاک کی ”شاپیں“ کمرے میں گوئی... اور عمران چھلائک لٹا کر ایک طرف
ہٹ گیا۔ وار خالی گیا تھا۔

نقاپ پوش نے پھر بڑی پھرتی سے چاک گھمایا۔ لیکن عمران نے اس بار بچھ کی کوشش
نہیں کی تھی بلکہ سیدھا نقاپ پوش کی طرف دوڑ گیا تھا۔ اس طرح چاک اس کے جسم سے پلتا چلا
گیا۔ نقاپ پوش کو سختی کا بھی موقع نہ مل سکا۔ اور عمران پوری قوت سے اس سے جانکرایا۔
دونوں فرش پر گرے تھے۔ پھر قبل اس کے نقاپ پوش اپنی کوشش سے اٹھ لکتا! عمران اسے بھی
سینتھا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس طرح وہ اسے ڈھال بنا کر اشین گن والے کی طرف مرتا ہوا
بولا۔! اب یوں فائز کرو کہ گولی اس کے جسم کو چھیدتی ہوئی میرے جسم میں پوسٹ
ہو جائے! اشین گن والے کے ہاتھ کا نپ کر رہے گئے۔

نقاپ پوش اس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے پورا ذرور صرف کرہا تھا۔ لیکن کامیابی
نہیں ہو رہی تھی۔

”اگر کوئی بھی قریب آیا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اگر تم لوگ واقعی مجھ سے
واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔“ عمران نے کہا۔
جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔... پھر عمران اشین گن والے نے بولا ”پہلے تم اشین گن فرش پر
ڈال دو۔... پھر دروازہ بولٹ کر دو۔... چلو جلدی کرو۔... ورنہ یہ مر امیرے ہاتھوں!“

دوسری مسلخ آدمی ایک واپس نہیں آیا تھا۔ عقب سے ایک نقاپ پوش بولا۔
”جو کہہ رہا ہے... وہی کرو۔... اس کے باوجود بھی یہ یہاں سے نکل نہیں سکے گا۔...
اشین گن فرش پر ڈال دو۔...!“
مسلخ آدمی نے خاموشی سے قیل کی تھی....! جب وہ دروازہ بند کر چکا تو عمران نے اس

میں اور کسی اوارے کا سر برداہ... کیا بات کی ہے تم نے... سر برداہ حکے کھانے کے لئے نہیں
ہوتے... وہ صرف نقشہ مرجب کیا کرتے ہیں۔ فیلڈور کرز کے لئے!“
”تو تمہیں اُمی سے ہدایات ملتی ہیں۔!“

”ہرگز نہیں۔...! بزرگ سلطان سے براؤ راست میرا راطہ رہتا ہے۔!
اور تم آج کل ان کے لئے اُس لڑکی کے بارے میں معلومات فراہم کر رہے ہو جو طہران
سے آئی ہے!“

”ایسا کوئی کام میرے پر نہیں کیا گیا۔!“ پکھ دریر کے لئے سنا تا چھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے ان کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ اب ان سے کیا پوچھیں۔ دفتار عمران بولا۔!

”اب تم بھی میرے ایک سوال کا جواب دے کر میری الجھن رفع کر دو۔!
”پوچھو۔!“ نقاپ پوش چوک کر بولا۔

”غزالہ اور تمہارا وہ آدمی کروں سے کیسے غائب ہو گئے تھے!“
”اُس عمارت میں بھی تھے خانہ موجود ہے اور چاروں کروں میں اسکے راستے موجود ہیں۔!
”ایک بڑی الجھن رفع کر دی تم نے... میں سمجھا تھا شائد کچھ جادو دادو کی کہانی سناؤ گے۔!

”بس اب جلدی سے مجھے اس سے ملا دو۔...!
”تم اب اس سے نہیں مل سکتے!“

”بڑا وہ کھلایا۔...!“ عمران نے اس امنہ بنا کر بولا۔
”کیا مطلب....?“

”خواہ مخواہ تمہارے سوالات کے جواب دیتا رہا۔ میں تو سمجھا تھا کہ اس کے بعد تم مجھے اس
کے پاس پہنچاؤ گے۔!
”تم نے ابھی تک نہیں صرف وہی بتایا ہے جو ہم پہلے ہی نے جانتے ہیں۔!
”یا پھر وہ پوچھا ہے جس کا علم مجھے نہیں ہے۔!
”صرف بارہ گھنٹے علی عمران! اس کے بعد قتل کر دیئے جاؤ گے۔!

”تمہاری وجہ سے قتل ہو جانے کا بھی تجربہ ہو جائے گا۔ بہت شکریہ۔ لیکن یہ تم ہاتھ میں
چاک کیوں لئے بیٹھے رہتے ہو۔ دوسرے تو خالی ہاتھ ہیں۔!
”

کپٹن سے جاگی۔

”اپنی گن فرش پر ڈال دو....!“ عمران آہستہ سے بولا۔

اُس نے نیکھلوں سے عمران کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی اور گن ہاتھ سے چھوڑ دی تھی۔

”تم بھی اُسی طرح کھڑے ہو جاؤ!“ عمران نے کہا۔

اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔... عمران نے دروازہ بند کر کے بولتے

کیا اور کسی قدر فاصلے سے ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

”خواتین و حضرات!“ اُس نے انہیں مخاطب کیا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں

آپ کا اچار ڈالوں یا ٹل کر کھاؤ!....! ویسے میرے طرز مخاطب پر بُرانا منئے گا۔ خواتین اس

لئے کہا ہے کہ نہیں نے آپ پانچوں میں سے تین کی آواز تک نہیں سنی اسی لئے شہبہ ہوتا ہے کہ

آپ میں کوئی خاتون بھی ہو سکتی ہیں۔!“

وہ کچھ نہ بولے.... عمران نے کہا ”آپ نے میرے پہلے عشق میں کھنڈت ڈالی ہے اس لئے

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اردو شاعری کے اعتبار سے آپ کے ساتھ کیا بر تاؤ کیا جائے۔

رقبوں کے تھوڑے محاذ کی مثال اردو شاعری کی تاریخ میں تو نہیں ملتی۔ پہنچیں یہ طریق کا ر آپ

نے کہاں سے اخذ فرمایا ہے۔!“

”میں پھر کہتا ہوں کہ تم نہیں سے نکل نہیں سکو گے....!“ وہی نقاب پوش بولا جس نے

شیخی میں آکر عمران پر چاپک برسانے کی کوشش کی تھی۔

”میرے نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جہاں وہ غزال حسن وہاں میں!“

”وہ یہاں نہیں ہے۔!“

”پھر کہاں ہے!“ مجھے اُس کا پتہ بتا کر وعدہ کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں

کروں گا....!“

”اپنی خیر منما۔!“ نقاب پوش مخفیکانہ انداز میں بنس کر بولا۔

”میں کہتا ہوں خواہ جخواہ بات نہ بڑھاؤ....! لڑکی میری ذمہ داری تھی....! اُسے میرے

حوالے کر دو۔ میں اُسے گھر تک پہنچا دوں۔ پھر تم لوگ تو ہو ہی زبردست.... دو بارہ اٹھا لاتا۔!“

”اوہ تمہیں کس خوشی میں چھوڑ دیا جائے۔!“

سے کہا ”اب اشین گن کو ٹھوکر مار کر میری طرف روانہ کر دو۔!“

”یہ نہیں ہو سکتا....!“ عقب سے ایک نقاب پوش بولا۔

”خاموش یہیٹھے رہو ہو....!“ عمران غریبا۔ ”ابھی تک مجھے غصہ نہیں آیا تھا۔ اب آگیا ہے۔

”چلو کھکا کا اور اشین گن ورنہ یہ مراء....!“

اس کی گرفت میں آیا ہوا نقاب پوش گلو خلاصی کے لئے خاموشی سے جذوجہد کئے جا رہا تھا۔

”تو کیا ماری ڈالوں۔!“ عمران دھاڑا۔

اشین گن فرش پر پھلتی ہوئی اُس کے پیروں کے قریب آر کی۔ عمران نے گرفت میں

آئے ہوئے نقاب پوش کو دھکا دیا اور وہ کسی قدر فاصلے پر جا پڑا۔ پھر عمران نے بڑی بھرتی سے

اشین گن اٹھائی تھی۔

”اب کیا خیال ہے دوستو۔!“ اُس نے انہیں لکارا۔

نقاب پوش ہتھیلیاں نیک کر فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا

جیسے اب اس کے جسم میں اس کی بھی سکت نہ رہی ہو۔!

”اب تم سب یہاں ایک قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔!“ عمران نے اشین گن کو جنیش دے کر

کہا۔ اتنی دیر میں گراہوا نقاب پوش پھر اٹھ کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

”لائن میں.... دوسری طرف مڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔!“

”تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے....!“ چوٹ کھانے والا نقاب پوش کراہ کر بولا۔

”یہ میرا مسلسلہ ہے تمہارا نہیں۔!“ عمران نے کہا اور اشین گن والے سے بولا ”تم بھی اور

ہی آؤ.... چلو....! ہاں ٹھیک ہے....! میں کھڑے ہو جاؤ....!“

اس نے انہیں ایسی جگہ کھڑا کیا تھا کہ دروازہ کھلنے پر دوسری طرف والوں کو نظر نہ آسکیں

اور وہ خود ان کے عقب میں تھا۔!

دفعتا کسی نے دروازے پر دستک دی....! عمران انہیں کو رکھنے ہوئے تیزی سے دروازے کی

طرف بڑھا تھا۔ پھر اُس نے دروازہ اس طرح کھولا تھا کہ خود اوت میں ہو گیا.... جو لیا کو ساتھ

لے جانے والا مسلح آدمی کرے میں داخل ہوا تھا۔ اُس کی نظر نقاب پوشوں اور اپنے ساتھی پر

پڑی۔ اور وہ متین انداز میں پوری طرح اُن کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران والی گن اس کی

دوسری راہداری میں مرنے سے قبل اُس نے دونوں اشین گوں کے مگرین چک کے تھے۔ دونوں ہی بھرے ہوئے تھے۔ ایک گن کاندھے سے لٹکائی اور دوسری ہاتھ میں لئے ہوئے دوسری راہداری میں مڑ گیا۔

دوسری راہداری پہلی کی نسبت مختصر تھی۔ اور یہاں ایک جانب صرف ایک ہی دروازہ نظر آتا تھا۔ اُسے بھی جلدی سے کھول کر بوکھلائے ہوئے بجھ میں بولا۔ ”کلو جلدی سے... یہ اکثر ہوں گوں بیٹھی ہوئی ہو۔“

جو لیانا اچل پڑی۔ کیونکہ اُس کا رخ دروازے کی طرف نہیں تھا۔

”ک... کیا ہوا...؟“ وہ لڑکڑاتی ہوئی اُس کی طرف بڑھی۔ لیکن عمران نے کچھ کہے بغیر اُس کا ہاتھ پڑا اور جیزی سے راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہاں سے باہمیں جاتب ایک دوڑھائی فٹ چوڑا راستہ تھا جو خاصاً طویل ثابت ہوا۔ اور پھر اُس کے اختتام پر تو عمران بھی اچل پڑا تھا۔ یہ تو ہی جگہ تھی جہاں وہ اور غزالہ بیہوئی طاری کرنے والی ڈارٹوں کا نشانہ بنے تھے۔ یعنی غزالہ کے بنگلے والا تہہ خانہ تھا۔ سامنے ہی لفت کچھ نظر آیا۔ لیکن لفت موجود نہیں تھی۔

”یہ ایک اشین گن تم سن جاؤ۔“ عمران نے جو لیا سے کہا۔ ”اور اس راستے پر نظر رکھو اگر مختلف سمت سے کوئی آتاد کھائی دے تو بے دریغ فائز کر دینا۔“

”وہ لوگ کہاں ہیں۔“ جو لیا نے بھرا کی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”میں انہیں اُسی کرے میں بند کر آیا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی طرح نکل آئیں اُس صورت میں اور ہر ہی آئیں گے۔“

جو لیا وہاں سے ہٹ کر بتائی ہوئی گلہ پر جا پہنچی۔ اشین گن اُس کے ہاتھوں میں تھی۔ عمران لفت کچھ کی طرف آیا۔ اور سونچ بورڈ کے اُس بن پر انگلی رکھ دی جس سے لفت نیچے آتی۔

ذرانی سی دیر میں لفت نیچے آئی تھی اور کچھ کا دروازہ کھل گیا تھا۔

”چلو... جلدی کرو... واپس آؤ...!“ اُس نے جو لیا کو آواز دی۔

وہ دوڑتی ہوئی اُس کے قریب آئی تھی۔ اور دونوں لفت میں داخل ہو گئے تھے۔

”ہم اور جائیں گے یا نیچے۔“ جو لیا بانپتی ہوئی بولی۔

”اس خوشی میں کہ تم لوگ میرے لئے قطعی انجمنی ہو۔ بس اتفاقاً تم بھیڑ ہو گئی جن معاملات کا میری ذات سے تعلق نہ ہوان میں دخل اندازی نہیں کرتا۔“

”ہم تو ہمیں سمجھتے ہیں کہ تم نے دخل انداز ہونے کی کوشش کی ہے۔“

”محض غلط فہمی... میں صرف لڑکی میں دل پھی لے رہا تھا۔ تم لوگ تو خواہ مخواہ بازی ہو گے۔“

وغماً دونوں نے سکھانشا شروع کر دیا جو نقاب پوش نہیں تھے۔ عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ اُس نے بھی کسی قسم کی گیس کی بوس کر لی تھی۔ سانس روکے کھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان لوگوں کے عقب میں چلا گیا۔

وہ دونوں نبڑی طرح کھانتے ہوئے گھنٹوں کے مل بیٹھے گئے تھے! لیکن نقاب پوش پہلے ہی کی طرح نہ سکون کھڑے رہے۔ پھر عمران کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ ظاہر معمولی نقاب محسوس ہوتے تھے لیکن حقیقتاً گیس ماسک تھے۔

اُس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور بولٹ گرا کر پھر تی سے دروازہ کھولا۔ دوسری اشین گن ابھی تک دروازے کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی اُسے ٹھوکر مار کر راہداری میں کھکھاتا ہوا خود بھی نکل آیا۔ نقاب پوش اپنی جگہوں سے ہلے بھی نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کی قوت نیصلہ جواب دے گئی ہو۔

ومرمان نے دروازہ بند کر دیا۔ خوش قسمتی سے وہ اس طرف سے بھی بولٹ کیا جا سکتا تھا۔ اور نکای کا صرف یہی ایک دروازہ تھا۔ عمران نے اُسے بولٹ کرتے ہوئے دو تین لمبی سانسیں لیں۔ اس دوران سانس روکے ہی رہا تھا۔ پھر بھی گیس اس حد تک تو اثر انداز ہوئی چکی تھی کہ ناک کے بانے میں سوزش محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ ایک جانب چل پڑا۔ کچھ ایسی زیادہ احتیاط بھی نہیں برداشت رہا تھا۔ جلد سے جلد اُس جگہ تک پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں جو لیانا فٹ و اٹر کو رکھا گیا تھا۔ اور غزالہ کے بارے میں یقین نہیں تھا کہ وہ بھی بیکیں ہو گی۔

اس راہداری میں مختلف جگہوں پر تین مزید دروازے نظر آئے تھے۔ وہ انہیں بے دھڑک کھوٹا چلا گیا تھا۔ لیکن وہ تینوں ہی کرے خالی ملے۔

”اوپر... پوری طرح ہو شیار ہتا...!“
عمران نے سوچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
لفٹ حرکت میں آئی تھی۔ اور جولیا خلا ہونٹ دانتوں میں دبائے۔ عمران کو نہ تشویش
نظر وہ سے دیکھتی رہی تھی۔

لفٹ کو بنگلے کے گراڈنڈ فلووی پر روک دیا گیا۔۔۔ دونوں باہر نکلے۔

”اور اب تم اس جگہ کھڑی ہو کر چوکس رہو۔ میں ذرا اس لفٹ کو ناقابل استعمال بنادوں۔!“
جو لیا شین گن سنجال کر اس جگہ کھڑی ہو گئی جہاں سے دوسری طرف نظر رکھتی۔

عمران نے نچلے سوچ بورڈ کو بڑی تیزی سے بنا کر بناۓ کی کوشش کی تھی اور اس میں
کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اب لفٹ تھہ خانے تک پہنچنے کے قابل نہیں رہ گئی تھی۔!
بنگلے میں سناٹا چھلایا ہوا تھا۔ وہ جولیا کو دہیں روک کر پکن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن وہاں
کوئی بھی نہ ملا۔ ویسے کم از کم ایک آدھ ملازم وہاں ہر وقت ہی موجود رہتا تھا۔ پھر اس نے پوری
چخی منزل دیکھ دیا تھی لیکن ایک متفس بھی نہیں نظر آیا تھا۔

”آخر ہم کہاں میں۔ اور تم کے تلاش کر رہے ہو۔!“ جولیا نے الجھ کر پوچھا۔
”یہ ایک ایسے شخص کا بنگلہ ہے جس کا میں ملازم تھا۔!
”میں نہیں سمجھی۔!“

”اطمینان سے تباوں گا۔ لمی کہاں ہے....!“ عمران نے کہا اور اوپری منزل کے زینوں کی
طرف بڑھ گیا۔ اس سے پہلے وہ یہ دیکھنا نہیں بھولا تھا کہ پلی منزل کا کوئی دروازہ کھلا ہوا تو نہیں
ہے۔ سب سے پہلے وہ غزال کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ لیکن وہ خالی ہی طی پھر جیلانی سیٹھ کی
خواب گاہ کا درج کیا۔

ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔۔۔ اور اس کے ہونٹ سیٹھ بجائے کے سے انداز میں سکڑ گئے۔
جیلانی سیٹھ بستر پر چت پڑا ہوا نظر آیا تھا۔ قریب پہنچنے سے قبل ہی عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ
اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔

سرہانے ایک لفافہ رکھا نظر آیا جس پر غزالہ کا نام تحریر تھا۔ لیکن لفافے کو بند نہیں کیا گیا
تھا۔ اس میں سے ایک تھہ کیا ہوا پر چہ برآمد ہوا۔ یہ غزالہ ہی کے نام ایک خط تھا۔!

”غزالہ! تم نے مجھے سخت مایوس کیا ہے...۔ میں نے ماں بن کر تمہاری پرورش کی تھی اور
اپنی تربیت دینے کے انداز پر نازاں تھا۔ تصویر بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم اُس کر سچین ملازم کے
ساتھ فرار ہو جاؤ گی.... میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے زہری رہا ہوں....
اگر تم میں ذرہ برابر بھی غیرت باقی ہے تو تم بھی زندہ نہ رہنا اگر دوسروں کی نظر وہ میں بلکی ہو کر
بھی جیسا پسند کرو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تو دنیا سے جارہا ہوں۔ محض شرمندگی سے بچنے
کے لئے.... خدا مجھے عاف کرے.... اگر تم سے یہ گناہ سرزد نہ ہوا ہوتا تو مجھے سے بھی یہ گناہ
سرزد نہ ہوتا!“

تحریر کے اختتام پر اس نے اپنام لکھا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور جولیا سے بولا۔

”جتنی جلدی ممکن ہو نکل چلو.... ہو سکتا ہے پویس بیٹھنی ہی رہی ہو!“

”آخر قصہ کیا ہے.... یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے.... کون ہے....؟“

”وہی.... جس کا میں ملازم تھا!“ عمران نے لفافہ اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور میز پر
رکھے ہوئے گلاس کو بغور دیکھتا ہوا خواب گاہ سے نکل آیا۔ جولیا اس کے پیچے تھی۔ وہ صدر
دروازے کی بجائے عمارت کے عقبی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ سڑک پر نہیں لکھنا چاہتا تھا۔
کیونکہ سامنے والی زیر تعمیر بستی کے بیرونی لوگ اسے جانتے تھے!

اس نے دروازہ کھولا تھا.... اور دونوں بنگلے سے نکل آئے تھے.... اس طرف دیرانہ ہی
تھا۔ سڑک کے کنارے ہی کنارے بنگلے تھے اور ان کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کچھ دور چلنے
کے بعد وہ ایک خلک نالے میں اتر گئے!

”آخر ہم جا کہاں رہے ہیں!“ جولیا تھوڑی دیر بعد کہا کر بولی۔ دفعتاً اس کا بایاں نچہ مڑکیا
تھا اور وہ گرتے گرتے پچھی تھی!“

”کیا تم اپنے گھر میں ان جو توں سمیت سوئی تھیں!“

”قطیعی نہیں.... آرام سے بستر پر سوئی تھی۔ لیکن یہ کم بخت میرے جوتے ساتھ لانا نہیں
بھولے تھا!“

”خوش ذوق لوگ معلوم ہوتے ہیں!“

”کہیں پیٹھنے کا ٹھکانا بھی ہے یا یو نہیں بھکلتے پھریں گے!“

"ہے کیوں نہیں۔ اصل قیام تو پیلس ہوٹل میں تھا جو پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے واقع ہے!"
"کیتا نے پچھے جو دیے یا نہیں...!"

عمران چلتے چلتے رک رک آسے گھونٹنے لگا۔

"چلتے رہو...!" وہ روا روی سے بولی "یہ بات تو بھی جانتے ہیں کہ تم شاہزادہ کی حاملہ کیتا کے لئے تشویش میں جلا ہو کر گھر سے بھاگے تھے۔"

"اوہ... تو شاہزادہ ٹیلی گرام میز پر ہی رہ گیا تھا!"

"اور اس وقت نیو بھی وہی موجود تھا۔" جولیا نے کہا۔

"خیر دیکھوں گا اسے بھی!"

"کیا قصہ تھا!?"

"پچھے دیکھ کر چلو درست یہ ناپ ہیل جوتے میرے کاندھے پر سوار ہو جائیں گے۔!"

"کتنا اور چنان پڑے گا!"

"میں نہیں جانتا کہ یہ خلک نالہ کہاں لے جائے گا!"

"بس تو پھر فی الحال یہیں بیٹھ جاؤ۔ باعث میں تھے میں تکلیف برھتی جا رہی ہے... کہیں موجود نہ آگئی ہو...!"

"بھوک کے مارے نہ احوال ہے۔ پا نہیں کب سے کھانا نصیب نہ ہوا ہو۔ آج کون سی تاریخ ہے...!"

"بادہ فروری.... کیوں....!"

"اوہ.... تو اس حال میں تین دن گزرے ہیں.... گیا... ڈیڑھ دن سے میں نے پچھے نہیں کھلایا....!" عمران کراہ کر بولا۔ "بس بیٹھ ہی جاؤ۔ تاحق تاریخ بتائی تھی تم نے۔ اب تو مجھ سے بھی نہیں چلا جائے گا۔" جولیا ایک پتھر پر بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگی۔

عمران اپنے پیٹ کی قراقرہ سن کر منہ بتا رہا تھا۔ جولیا جوتے اتار پھیلی۔ بیان مخفی مٹولی ہوئی بولی "خت تکلیف ہو گئی ہے۔!"

"بتاؤ.... میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!"

"بھک مارتے رہو...!"

"یہ ناممکن ہے کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی نے تمہارے انوہا کنندگان کا تعاقب شروع کیا ہو۔" عمران نے پہ تشویش لجھے میں کہا "کیونکہ نقشہ کچھ اسی طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔!"
جو لیا نے اپنا اور جوزف کا کارناسہ بیان کرتے ہوئے کہا "وہ ہاگ کاگ سے آیا تھا۔ تعلق پیری ہاگ سے تھا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ نشایات کی اسکنگ کا چکر معلوم ہوتا ہے۔!"
"آس سے اور کیا معلومات حاصل ہوئیں... لیکن ظہر ہو...! ہم شاہزادہ کی نائلے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔!" عمران نے کہا اور اٹھ ہی رہا تھا کہ منہ کے بل پیچے چلا گیا۔ جولیا خود اس پر آگری تھی... ایسا ہی زبردست دھماکہ تھا۔ زین الکرہ گئی تھی... دھماکہ زیادہ دوسرے نہیں ہوا تھا... وہ اٹھنے کی کوشش کرنے والی رہے تھے کہ تھوڑے ہی فاصلے پر اینہوں اور پھر وہ کی بارش ہونے لگی۔

"بھاگو...!" عمران اسے کھینچ کر اٹھاتا ہوا بولا "شاہزادہ میرے فرار نے انہیں اس حرکت پر مجبور کر دیا۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ ہائی وے کی طرف آنکھ تھے... اور جولیا نبڑی طرح ہاپ رہی تھی۔ پا نہیں کس طرح گر کر تی پڑتی یہاں تک پہنچی تھی۔ باسیں پیر کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔!

"اب تو نہیں چلا جاتا...!" جولیا کراہتی ہوئی بولی۔

"بھر بیٹھ جاؤ...!" عمران بے بسی سے بولा۔ "اگر سڑک پر تمہیں کاندھے پر بھاڑوں کا تو دوسرے بھی ہاتھ بٹانے کے لئے دوڑ پڑیں گے۔!"

"کہیں ہو...!" کہتی ہوئی وہ سڑک کے کنارے بیٹھ گئی۔

"شاہزادہ پولیس کو وہاں بلے کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکے۔!" عمران نے کہا "میں کچھ نہیں سن رہی! ابھی الفاظ نہ ضائع کرو...! سوال تو یہ ہے کہ ہم اس ہوٹل کی کیسے پہنچیں گے جہاں تمہارا قیام ہے۔!"

"شاہزادہ کسی سے لفڑ مل جائے!"

"لیکن ہم لفڑ دینے والے کو کیا بتائیں گے...!"

"تم اس کی فکر نہ کرو...!"

تھوڑی دیر بعد عمران نے ایک گاڑی رکوئی۔ اور گاڑی والے کو ایک دکھ بھری داستان

سنانے کے لئے اشارت لیتا ہوا بولا۔
”اور پھر ان دونوں نے روپورٹ نکال لئے۔ ہمیں گاڑی سے اتار کر سڑک کے کنارے کمرا
کر دیا اور خود ہماری گاڑی لے کر چھپت ہو گئے۔“

”لکھ رہے ہیں۔!“ گاڑی والے نے پوچھا۔
عمران نے مخالف سمت میں ہاتھ اٹھا دی۔

”چلے دیکھتے ہیں۔!“

”جی نہیں! وہ دونوں مسلح ہیں۔! میں آپ ازدواج کرم ہمیں پولیس ہڈ کوارٹر کے سامنے اُتار
دیتھے گا... ہم زپورٹ وزج کر دیں گے...!“

”اس سے کچھ بھی نہیں ہو گا۔“ گاڑی والے نے کہا۔ ”یہاں اپنے معاملات خود ہی نہیں
پڑتے ہیں۔ پولیس ہمارے باپ کی نوکر نہیں ہے۔!“

”ذیکھا جائے گا جب۔... میں ان کے پیچھے جانے کا غطرہ مول نہیں لے سکتا۔ آپ دیکھ
رہے ہیں کہ یہ ایک غیر ملکی خاتون ہیں۔... بزرگ سیاحت ہمارے ملک میں تشریف لائی
ہیں۔... اور اس خوفناک تجربے کی یادیں لے کر وابس جائیں گی۔!“

”آپ کی مرہنی۔... بیٹھ جائیے پچھلی سیٹ پر۔...!“

اس طرح وہ پولیس کے ہڈ کوارٹر تک پہنچے۔ پولیس ہوٹل اس کے سامنے ہی تھا۔

”میرے لائق اور کوئی خدمت۔...!“ گاڑی والے نے پوچھا۔

”جی نہیں شکر یہ! میں پیلس ہوٹل میں مقیم ہیں۔ روپورٹ درج کرائے وہیں چلے جائیں گے۔!“

پھر آدھے گھنٹے کے اندر اندر عمران کو معلوم ہو گیا تھا کہ سینٹھ جیلانی کا بیکل ایک دھماکے
کے بعد ملے کے ذہیر میں تبدیل ہو گیا!

”در اصل ہماری وجہ سے ہے سب کچھ ہو۔!“ عمران نے پر تو شویش لجھ میں کہا۔!

”لب تم اپنی کہانی سن سکتے ہو۔!“ جولیا بولی ”آخر تم ان سات آدمیوں کو کس طرح ڈون ڈے
سکتے۔...!“

”انہوں نے خود تباہی پنے کے گڑھا کھو دا تھا۔!“ عمران نے کہا اور اس کرے کی رو دا سنا تا ہوا
بولا۔ ”میں نے انہیں قبو میں کر لینے کے بعد نکل جانا چاہا تھا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت کرے کے۔“

کسی حصے سے گیس خارج ہونے لگی۔ وہ پانچوں نقاب پوش دراصل گیس ماسک پہنے ہوئے تھے۔
اس لئے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ دونوں مسلح آدمی جو بے نقاب تھے۔ کھانے کھانے
بیو ش ہو گئے تھے۔...!“

”تم تو گیس ماسک نہیں پہنے ہوئے تھے۔! پھر کیسے بیٹھ لکھ۔!“

”بس دم کی مشق نے سہارا دیا تھا۔!“

”وہ کس کی لاش تھی جو ہم نے اُس بیٹھ کے بیڈروم میں دیکھی تھی۔!“

عمران جیلانی سینٹھ کے بارے میں بتا نہ لگا۔

”اوہ.... تو کوئی لڑکی بھی تھی تمہارے ساتھ۔“ جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

”تھی تو لیکن اب نہ جانے کہاں اور کس حال میں ہو گی۔!“

”تو اس کے باپ نے خود کشی کر لی۔...!“

”مجھے اس پر شہمہ ہے۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”اُسے زہر پہنچنے پر مجبور کیا گیا

ہو گا۔ غالباً ان کی اسکیم یہ تھی کہ پولیس کو اُس لاش کے بارے میں اطلاع دے دیتے۔ اور

سرہانے پیلا جانے والا خط ہم دونوں کو اس کا ذمہ قرار دیتا اور پولیس ہماری علاش میں نکل کرڑی

ہوتی۔ لیکن میرے فرار نے اُن کا کھیل بگاڑ دیا۔ پھر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ لاش کو پولیس

کے ہاتھ نہ لگنے دیں۔ اب اگر ملے سے لاش برآمد بھی ہوئی تو زہر کے بارے میں نہیں سوچا

جائے گا۔ پولیس دھماکے کے اسباب کا پتا گانے میں مشغول ہو جائے گی۔

”خواہ نگواہ انہوں نے اتنا گھماڑ پھر اور اختیار کیا۔ اُس کے باپ سے تمہارے خلاف بھی کے

اغواہ کی روپورٹ کر دیتے۔!“

”اور پھر میں پولیس کے ہتھے چڑھ کر اسے اُس تہہ خانے کی موجودگی کی اطلاع دے دیتا جس

میں انہوں نے کسی قسم کی مشین لگا رکھی تھیں۔ ویسے میں اتنی جلدی میں تھا کہ اُن مشینوں کے

بارے میں چھان میں نہ کر سکا۔!“

”تو کیا وہ سب ختم ہو گئے ہوں گے۔!“

”مجھے اس میں بھی شہمہ ہے۔! میری دانست میں عمارت اُنجی لوگوں نے تباہ کر دی۔ اگر میں

فرار نہ ہو گیا ہوتا تو عمارت بھی برقرار رہتی۔!“

”لیکن آخر انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو مار کر بول ڈالا۔“
”اس لئے کہ میری اصلیت نے واقف ہو گئے تھے۔ سیمہ جیلانی بودا آدمی تھا۔ ان کی دانست میں وہ مجھے سبب کچھ بتا دیتا۔“

”اس لئے انہوں نے اسے ختم ہی کر دیا۔“ جو لیا نے جملہ پورا کر دیا۔ لبھ ایسا ہی تھا جیسے عمران کے بیان کو محض بکواس بکھر رہی ہو۔

عمران نے لاپرواہی ظاہر کرنے کیلئے شانے سکوڑے تھے اور دوسرا طرف دیکھنے لگا تھا۔
خوبزدی دیر بعد اُس نے کہا۔ ”بھی تک تم نے مجھے وہ فون نمبر نہیں بتایا جس پر وہ آدمی کسی سے رابطہ قائم کر کے احکام لیا کرتا تھا۔“

”ایک سوت نے بتایا تھا کہ نمبر مقامی نہیں ہے۔ سات اندوا کا تھا۔“
”اور تم نے اپنے طور پر معلوم کرنے کی بھی کوشش کی تھی کہ نمبر کہاں کا ہے۔“

”نہیں.... میں صرف اُسی میں سر کھپاتی ہوں جو میرے ذمے ڈال دیا جاتا ہے۔“
”مجھے بتاؤ اگر یاد ہو۔“

”سات ایک تین دو پانچ آٹھ تین....!“
”اگر تمہاری یاد داشت دھوکا نہیں دیتی تو سات ایک ڈائریکٹ ڈائیلکٹ سسٹم میں شاہدارا کا نمبر ہے....!“

”نہیں....!“ جو لیا چک پڑی۔
”اب یہ دیکھا ہے کہ یہاں تین دو پانچ آٹھ تین کس کا نمبر ہے۔“ عمران نے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر روم سروس والوں سے ایک میلی فون ڈائریکٹری طلب کر لی۔
”مجھے نیند آرہی ہے....!“ جو لیا برسانہ بنا کر بولی۔

”جا کر سو جاؤ۔“ عمران نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔
یہ تین کمروں والا سوت تھا۔

”نہیں ابھی نہیں....!“ جو لیا سر ہلاکر بولی ”حامدہ کتیاوالی بات تو رہ ہی گئی۔“
”اس نے بچ جن دیے تھے۔“
”کم کرہ ۱۲۰۰۰“

”کوڈ میں نہیں تھا حقیقت تھی۔!“

اُتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی تھی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔
روم سروس کا ویٹر ٹیلی فون ڈائریکٹری لایا تھا۔ اُس کے چلے جانے پر جولیا بولی ”کیا وہ تمہاری کوئی رشیت دار تھی۔!“

”بہر حال سو نہیں تھی....!“ عمران ہایو سانہ انداز میں سر ہلاکر بولا۔
”سو نہیں کتائیں نہیں ہوتیں۔!“

”لیکن بھوکتی بھی ہیں اور کامیتی بھی ہیں۔!“

”تو پھر میں دانت ہی تیز کر کھوں۔“ جو لیا اٹھتی ہوئی بولی تھی۔ اور دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ عمران ڈائریکٹری کے ورق التاثرہا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ اُس نمبر کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔... کسی خان ضر غام کی اقامت گاہ کا نمبر تھا۔ عمارت کا نام تھا خان و لا۔



کیپن خاور اور لیفٹینٹ چوہان شاہدارا میں بھکتے پھر رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے آخر کار جو لیا فٹر ڈائریکٹر کا سر اٹھ کر خود بیٹھا تھا۔ اغوا کنند گان کا تقاضہ کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ محض اتفاق تھا کہ شاہدارا کی ایک سڑک پر اُن کی گاڑی کا انجن اچاک بند ہو گیا۔... اور اغوا کنند گان کی گاڑی آگے نکلی چلی گئی....! پھر وہ آوھے کھنٹنے سے قبل انجن کو دوبارہ کار آمد نہیں بنانے کے تھے۔ رات کا بقیہ حصہ ایک ہوٹل میں گزار کر پھر نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن بن یونی بھکتے پھر رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ گاڑی کی نمبر پلیٹ جعلی تھی۔ اس یقین کی تصدیق یوں ہو گئی کہ رجسٹریشن آفس میں اُس نمبر کی گاڑی کا اندر راجح نہیں تھا۔!

”اب کیا کریں؟“ خاوز ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”بھبھر کے علاوہ اور کیا چاہرہ ہے۔!“ چوہان فی الحال اور کیا کہہ سکتا تھا۔

”عمران بھی تو یہیں ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق....!“

”ہاں.... اگر شاہدارا کی کوئی قصہ تھا تو یہیں ہونا چاہئے....!“

”تو پھر اُسی کی تلاش کریں۔!“

چیخنچا پائیں۔"

"اوہ.... یہ یہاں کیا کر رہی ہے! "دفعاتا خاور چوک کر بولا۔

"کون....؟" چوبان اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ڈاکٹرز بیا.... اور کچھ پریشان سی بھی لگ رہی ہے! "

اس حادثے سے قبل ہی وہ زیبایا کو تلاش کر کے اُس کے مکان اور مطب دکھل تھے اور دور سے خود اُسے بھی دیکھا تھا....!

"ہاں ہے تو وہی...." چوبان نے کہا! اور غیر معمولی طور پر مضطرب نظر آتی ہے.... میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اس نے بات کرنی ہی چاہئے! "

"لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے...! "

"کچھ نہیں.... دیکھا جائے گا!" چوبان نے کہا اور آگے بڑھ کر زیبایا کے قریب جا کھڑا ہوا! "

"ڈاکٹرز بیا.... پلیز....؟" وہ آہستہ سے بولا۔ اور زیبایا چھل پڑی۔

"فف.... فرمائیے....! "

"ایک بنے حد اہم مسئلے پر آپ سے بات کرنی تھی....؟" "یہاں.... اس وقت....؟"

"جی ہاں.... اور وہ مسئلہ ہے علی عمران....؟"

"اوہ....؟" زیبایی کی آواز کا پنگی۔ "آپ کون ہیں؟"

"ای کا ایک ساتھی....؟"

"یعنی کہ....؟"

"آپ یقین کچھے میں وہ مسیح بھی دھر اسکتا ہوں جو آپ نے میل گرام سے اُسے بھجوائی تھی! "

"چچ.... چلے.... میری گاڑی کی طرف.... یہاں اس بھیڑ میں بات نہیں کر سکتی یہ کیا

ہوا.... اور کیسے ہوا....؟"

خاور اور چوبان اُس کے ساتھ گاڑی تک آئے تھے۔

"وہ نہیں تھے.... اسی عمارت میں! " زیبایا پنچتی ہوئی بُوئی۔

"عمران! یہاں تھا....! "

"اس سے کیا ہو گا....؟" چوبان نے تھکر لیجھ میں بولا۔

"اگر وہ بھی اس کیسے متعلق یہاں کچھ کر رہا ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر اُس کی نظر میں ہوں گے! ان کے ٹھکانوں سے ڈاکٹر ہو گا.... ہو سکتا ہے جو لیا ہیں کہیں لے جائی گئی ہو! "

"بات تو ٹھیک ہے.... لیکن عمران ہی کو کہاں تلاش کریں! "

"اُس کے سلسلے میں یہاں کی کسی لیڈی ڈاکٹرز بیا کا نام سن گیا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ مسیح کی لیڈی ڈاکٹرز بیا کی طرف سے تھا! "

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم براہ راست اُس سے پوچھ گچھ کر بھی نہیں گے یا نہیں پہلی ہی حماقت پچھتا دیں ہوئی ہے۔ ہمیں ان کا تعاقب کرنے کی وجہے مداخلت کرنی چاہئے تھی۔ پتا نہیں

بیچاری کا کیا شر ہوا ہو! "

سہ پہر تک وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ انہیں اب کیا کرنا چاہئے۔

پھر انہوں نے شاہ داریا میں ایک ترددست دھانکے کی گوئی سنی تھی اور سارے شہر میں زار لہ سا آگیا تھا۔ لوگ گھبرا کر چھتوں کے نیچے سے کھلی فضاء میں نکلن آئے تھے۔ عجیب سی بد

حوالی طاری ہو گئی تھی پورے شہر پر.... کوئی کہتا ہوا جہاز گرا ہے۔ کوئی فون کے اسلئے کے ذخیرے کی تباہی کی کہافی ساختا۔ کہیں غیر قانونی طور پر بنائے جانے والے بھوں کی بات چھڑی ہوئی تھی۔

اصل واقعہ دگھنے کے بعد معلوم ہو سکتا۔ شہر کے ایک متول فرد جیلانی سیمہ کا بگھٹہ دھانکے سے اڑ گیا تھا اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ نکتے افراد بلے میں دب کر مر گئے ہوں!

"کہیں یہ بھی اُسی سلسلے کی کوئی کڑی نہ ہو....! " خادر نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں....! " چوبان بولا۔ "اُس سر پھرے کا معاملہ ہے۔! "

"لیکن ایکس ٹونے اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا تھا! "

"وہ بیچارہ.... مجھے تو ایسا لگتا ہے چیزے دہ بھی عمران نے ہاتھوں کٹھ پتیں بن کر رہ گیا ہو! " خلقت کے بھوم میں مل کر وہ دونوں بھی اوہر جانکے تھے جہاں حادثہ ہوا تھا۔ وہ بگھ تو دھیر ہو ہی گیا تھا لیکن آس پاس کی چند اور عمارتیں بھی اُس دھانکے سے متاثر ہوئی تھیں.... پو لیں

نے ابھی تک اُس علاقے کی حد بندی نہیں کی تھی.... اس نے فائز بر گیڈ کے عملے کو اپنے کام میں دشواری پیش آرہی تھی.... ویسے پو لیں کوشش کر رہی تھی کہ لوگ بلے کے قریب نہ

"میں ہاں....!
وہ کس طرح...!"

"جب آپ یہی نہیں جانتے تو آپ کو ان کی تلاش بھجوں کیسے لے آئی ہے!-
خاصاً اندھیرا چھل گیا تھا۔ وہ لوگ بھیڑ سے الگ تھلک گاڑی کے قریب کھڑے ہوئے تھے!

"یہ بتانا بہت مشکل ہے ڈاکٹر!"

"تب پھر آپ ان کے ایسے ساتھیوں میں سے نہیں ہو سکتے جو انہیں تلاش کرتے ہوئے
بیہاں تک پہنچے آئیں!"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈاکٹر! گاڑی کے عقب سے آواز آئی۔

"یہ کون تھا...! زیبا چھل پڑی۔

"وہی... جس کی ہمیں تلاش تھی! خاور عمران کی آواز پیچان کر بولا۔

"لیکن ڈاکٹر میں فی الحال تمہیں اپنی شکل نہیں دکھاسکتا! آواز پھر آئی۔ اور اس بار زیبا کو
بھی یقین آگیا کہ وہ عمران ہی کی آواز ہو سکتی ہے۔

اس گھجھ خاصاً اندھیرا تھا کیونکہ زیبانے اپنی گاڑی زیر تعمیر بستی کے ایک حصے میں کھڑی کی تھی۔

"اور ڈاکٹر... یہاں تمہاری موجودگی مناسب نہیں ہے! ان دونوں کو یہیں چھوڑ دو...
اور خود یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

ڈاکٹر زیبانے چپ چاپ تعلیل کی تھی۔ دونوں گاڑی سے الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور وہ
نکل چل گئی۔ وہ دونوں تاریکی میں آنکھیں چھاڑنے لگے۔

"تم کہاں ہو...! بالآخر خاور نے اسے آواز دی۔

"اوھ... میرے پیچھے چلے آؤ...!" عمران کی آواز آئی اور ایک دیوار کی اوٹ سے ایک
سایہ نکل کر بائیں جانب بڑھا۔ خاور نے چوہاں کو شہو کا دیا تھا اور وہ اس کے پیچھے چل پڑے تھے۔
کچھ دور چلنے کے بعد سایہ رک گیا اور ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں ایک دشواری میں پڑ گیا
ہوں۔ اس لئے میک اپ میں ہوں!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چوہاں بولا۔ "ہم تمہیں آواز سے بھی پیچان سکتے ہیں...
اور ہم بھی ایک دشواری میں پڑ گئے ہیں!"

"تمہاری دشواری بھیں ہوئیں کے کمرہ نمبر سانیس میں اس وقت غالباً گھری نیند سوری
ہو گی!-

"کہ... کیا مطلب...?"

"جو لیا...!"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو!"

"میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں نے آخر اس طویل سفر کی زحمت کیوں مول
لی۔ جیسے ہی احساس ہوا تھا کہ وہ اُسے شہر سے باہر لے جادہ ہے ہیں۔ اُسی وقت مداخلت کی ہوتی!-

"ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے! یہیں پہنچ کر اچانک ایک جگہ ہماری گاڑی کا انجن بند ہو گیا
اور وہ نکل گئے!"

"محض اتفاق تھا کہ میں بھی اُسی جگہ جا پھنسا جہاں وہ پہلے ہی سے موجود تھی ورنہ شاکد وہ اپنی
زندگی سے ہاتھ دھو چکی ہوتی!-

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے!"

"ایک عدالت میں چوروں کی طرح داخل ہوتا ہے!"

"آخر تم کرتے کیا پھر ہے ہو۔؟" خاور بھٹاکر بولا۔

"کوئی سر پیدا بھی ہے اس کہانی کا...؟"

"یہاں کھڑے رہ کر گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے! عمران نے کہا "تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

"اوھ، سڑک پر...!"

وہاں صرف اپنی کی گاڑی پارک نہیں تھی۔ درجنوں گاڑیاں تھیں۔ جیلانی گمنام آدمی نہیں
تھا۔ بہتیرے ذی میختیت لوگ جن سے اُس کے تعلقات تھے دریافت حال کے لئے آئے تھے۔
خاور کی گاڑی اُن کے درمیان اس طرح پھنس کر رہ گئی تھی کہ کئی گاڑیوں کو ہٹانے بغیر وہاں سے
ہل بھی نہیں سکتی تھی۔

زیبا اس دشواری سے واقف تھی اس لئے اپنی گاڑی بستی کے اندر کھڑی کی تھی! عمران
نے کہا "لیکن تم پھنس گئے ہو ایسے موقع پر جہاں کوئی گاڑی کھڑی دیکھو وہاں ہرگز اپنی گاڑی
پارک نہ کرو...! تھوڑی دیر بعد اپس آؤ گے تو اسی صورت حال سے دوچار ہو جاؤ گے!-

”اچھا والد صاحب....!“ خاور بھتا کر بولا۔ ”آج تمہیں موقع مل گیا ہے کے جاؤ صحیتیں!“
”دوسری بات...!“ عمران نے نرم لبجھ میں کہا۔ ”یہاں ساری کی ساری شہر ہی کی گاڑیاں
ہوں گی۔ آپ کی گاڑی پر دوسرے شہر کی نمبر پلیٹ موجود ہے۔ اگر کسی باریک میں پولیس والے
کی نظر پر جاتی تو اس وقت تک گاڑی کی چھت پر چڑھا بیٹھا رہتا جب تک آپ حضرات سے
ملاقات نہ ہو جاتی۔!“

”اب بس بھی کرو...!“ چوہاں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”غلطیوں کا بھی سیزن ہوتا ہے! اور پھر
حالات سے بے خبری بھی پوڈا دیتی ہے!“
”وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دوسری گاڑیوں میں بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اوپنی آوازوں میں
حادث سے متعلق باشیں کئے جادہ ہے۔“

”ہاں تو تم بے خبری میں پہنچ جانے کی بات کر رہے تھے۔!“ عمران بولا۔
”یقیناً تم سے زیادہ باخبر رہتے ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں ہمیں موجود کیوں ملتے؟“
چوہاں نے کہا اور خاور بولا۔

”اور اب بتاؤ کہ کتنا کے بچوں اور روزا میکسونیل کے درمیان کیا تعلق ہے....؟“
”ہمارے ایک بیر وی انجنت نے آگاہ کیا تھا کہ روزا میکسونیل نامی لاکی طہران سے پہنچ رہی
ہے.... مشن نامعلوم! جولیا کے بیان سے معلوم ہوا کہ مشن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہماری
ٹیم کو مع سر براد روشنی میں لایا جائے۔ اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ ہمارا وہ انجنت بھی ان لوگوں
کے علم میں ہے۔ اور انہوں نے اُسے خصوصیت سے اپنی طرف متوجہ کر کے نہ صرف روزا کو
یہاں بھجوایا تھا بلکہ یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی نامعلوم مشن پر جادہ ہی ہے۔!
”اچھا تو پھر....؟“

”جو لیا نے جس غیر ملکی کو پکڑا تھا۔ وہ پیری تانگ کا آدمی ہے.....!“
”ہم جانتے ہیں....!“

”لیکن جولیا ہی کے بیان کے مطابق وہ یہاں کے کسی فرد کی نشان دہی نہیں کر سکا البتہ ایک
فون نمبر بتایا تھا جس پر وہ کسی کو اپنی رپورٹ دیتا رہتا تھا۔!
”ہمیں فون نمبر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم...!“

”وہ فون نمبر شاہدار کی ایک عمارت کا ہے....! اذا رکب ذا نیگ!“
”اور کتنا نے اُسی عمارت میں بچے دیے ہیں!“ خاور نے نکلا اگایا۔
”فی الحال کتیا کو الگ رکھو....!“

”تم تو اسی مسیح پر یہاں آئے تھے!“
”وہ دوسرا معاملہ ہے اُس کے بارے میں اُبھی کچھ نہیں بتا سکتا۔! بہر حال ہمیں آج رات کو
اُس عمارت میں....!“

”پہلے کتیا کے بچے....!“ خاور بات کاٹ کر بولا۔

”جب تک کوئی معاملہ خود میرے ذہن میں صاف نہیں ہو جاتا اُس وقت تک میں اُسے
زبان پر نہیں لاتا.... وہ تو نیو کے بچے نے رسو اکر دیا ورنہ کسی کو کافوں کاں خبر بھی نہ ہوتی....
بہر حال رات اُس عمارت میں....!“

”ہمیں اُس کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ملی کہ تمہاری کسی جو جیز پر عمل کریں۔!“ خاور
نے سرد لبجھ میں کہا۔

”شب بغیر....!“ عمران نے کہا۔ اور گاڑی کا دروازہ کھوں کر باہر نکل گیا۔

”اُرے اُرے سو تو سہی!“ خاور نے بوکھلا کر کہا۔ لیکن اُس نے مڑ کر دیکھا تک نہیں تھا۔
”تم نے اچھا نہیں کیا....!“ چوہاں بولا۔ ... پھر وہ بھی گاڑی سے اتر اٹھا۔ لیکن عمران کہیں
نہ دکھاتی دیا۔



کتوں کے شور سے پورا ہاں گونج رہا تھا۔! لیکن وہ شخص جو بابا سگ پرست کہلاتا تھا اس غل
غپاڑے میں اتنا مطمئن اور پر سکون دکھائی دیتا تھا جیسے اُس کے آس پاس آرکسٹرا کی موسيقی
انکھیاں کرتی پھر رہی ہو۔

دفعتا ایک جانب سے کھنی کی آواز آئی تھی۔ اور وہ اُسی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مجید طرح
کی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ اُسی جانب کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا
گیا۔ دروازے سے گذر کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا تھا.... یہاں دو آدمی پہلے سے موجود
تھے۔ اُسے دیکھ کر اخترنا کھڑے ہو گئے۔

”میںھو... میںھو...!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”مجھے علم ہے کہ تم اپنی دانست میں کوئی نبی خبر لائے ہو...!“

”آپ روشن ضمیر ہیں...!“ ان میں سے ایک بھراں کی آواز میں بولا۔

”لیکن میں تمہاری زبان سے سنا چاہتا ہوں...!“

”وہ نکل گیا... اور اُس عورت کو بھی اپنے ساتھ لے گیا!“

”میں جانتا تھا کہ یہی ہو گا۔ لیکن میں تمہاری صلاحیتوں کو بھی آزمانا چاہتا تھا!“

”اس کے بعد ہم نے ڈائیماجیٹ کا نائیم سونج آن کیا۔ اور سرگنج نمبر تین سے باہر نکل آئے!“

”یہاں تم نے اپنے باصلاحیت ہونے کا ثبوت دیا ہے....!“ دھماکا نشا تھا میں نے...!“ وہ مکرا کر بولا۔

”وہ دونوں حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ اور وہ ہس کر بولا۔ ”اس طرح نہ دیکھو میں دنیا میں اس نے نہیں آیا کہ ملامت اور سرزنش کرتا پھر وہ...!“ تم خود غور کر دو کہ تم سے کہاں غلطی ہوئی تھی خان ضرغام...!“

”مجھے احساس ہے بابا.... میں خود کو ملامت کر رہا ہوں۔ شنی میں آکر میں اُس پر اپنی چاہک اندازی کی دھاک بھٹکا چاہتا تھا!“

”چلو خیر... کوئی بات نہیں۔ وہ بھی فتنہ ہے!“

خان ضرغام نے پورا واقعہ دھر لایا۔ اور پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”ان کی حاضر دماغی کی وجہ سے اُسے بھاگنا پڑا اور نہ وہ تو نہیں قابو میں کرہی چکا تھا۔ انہوں نے کرسی سے اٹھتے وقت کیس اسٹور تھک کالیور دبادیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد گیس کا انحراف شروع ہو گیا!“

”لڑکی کہاں ہے...!“

”جنگل والی عمارت کے تہہ خانے میں... اُسے وہاں سے نہیں ہٹایا گیا تھا!“

”کیا اُسے علم ہے کہ وہ کہاں اور کن لوگوں میں ہے!“

”بھی نہیں!“

”خیر... اب جو کچھ کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سنو...!“ بگ گامگ سے آنے والا بھی ان

کے قبضے میں آگیا ہے... اُسے خان والا ہی کا نمبر دیا گیا تھا... ظاہر ہے کہ انہوں نے اُس سے اگلوالیا ہو گا!“

”تجی ہاں.... لیکن ابھی تک خان والا کے آس پاس کوئی مشتبہ آدمی نہیں دیکھا گیا!“

”فی الحال عمران یہاں تھا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آئندہ شاہد تھا نہ ہو۔ اس مقابلے میں وہ لوگ مقامی پولیس سے مد نہیں طلب کریں گے۔ کیونکہ پولیس کو ریفر کرنے کا مطلب ہوتا ہے پہنچی اور اگر وہ حق مجھ کیتوں کے بچوں ہی کے لئے یہاں آیا تھا تو اس مقابلے کی پہنچی محکمہ خارجہ کو ہرگز منظور نہ ہو گی۔ لہذا مقامی پولیس کو سرے نے خارج از امکان سمجھو... ویسے بھی اگر پولیس سے مددی گئی ہوتی تو مجھے اس کا علم ہو جاتا...!“

”میں سمجھ رہا ہوں...!“ خان ضرغام سر ہلا کر بولا۔

”لہذا امیداں میں عمران اور اُس کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔ اب یہ تمہاری صلاحیتوں پر مختصر ہے کہ اُن کا خاتمه کس طرح کرتے ہو...!“

”آپ کی ہدایات کے بغیر ہماری صلاحیتوں کی کام کی نہیں!“

”اچھا تو سنو... غزالہ کو خان والا میں لے آؤ۔ طریقہ یہ ہو گا کہ تم جنگل والی عمارت پر زیارت کرو گے اور اُسے باور کرانے کی کوشش کرو گے کہ میرے حکم سے تم اُسے تلاش کر رہے ہتھے۔ جب وہ اپنی کہانی سنائے تو عمران ہی کو اصل مجرم قرار دینا۔ اور خان والا میں لانے کے بعد اُسے بتانا کہ عمران ہی کے ہاتھوں اُس کے باپ پر کیا گذری!“

”اور اُس کے پیٹکے والے تہہ خانے کے بارے میں کیا بتاؤں گا!“

”کہہ دینا کہ اُس کا باپ سونے کی اسمگنگ کرتا تھا اور تہہ خانے میں ذخیرہ کرتا تھا!“

”ہاں یہ مناسب ہو گا!“

”خان والا میں اُس پر اُس کے علاوہ اور کوئی پابندی نہ ہوئی چاہئے کہ وہ عمارت کی حدود سے باہر قدم نہ نکالے البتہ کھڑکیوں کے قریب کھڑی ہو کر باہر کا نظارہ کر سکتی ہے.... بہر حال اُس کا مقصد بھی ہے کہ کسی طرح عمران کی نظر اُس پر پڑ جائے اور پھر وہ تمہاں اپنے ساتھیوں سمت خان والا میں گھسنے کی کوشش کرے!“

”میں سمجھ گیا.... آپ خان والا کو جال اور غزالہ کو چارہ بیانا چاہیجے ہیں!“

”ٹھیک سمجھ! اسی طرح تم اس پر قابو پاسکو گے!“

”لیکن پولیس کو بھی بحیثیت ڈھمپ اس کی تلاش ہوگی!“

”میک اپ کامابر ہے۔ پولیس اس پر ہاتھ نہ ڈال سکے گی۔ البتا اس کا اہتمام رکھنا کہ پولیس کی نظر غزالہ پر نہ پڑنے پائے۔ کیونکہ ایکم کے مطابق تو جیلانی کی طرف سے دونوں کے فرار ہو چانے کی روپورٹ درج کرادی گئی تھی۔“

”اب ہم خاصے محتاط رہیں گے!“

”بس اب جاؤ...!“ وہ اٹھتا ہوا بولا تھا۔

وہ دونوں عمارت سے نکلے اور رات کی بیکران تاریکی میں گم ہو گئے۔

بابا اس کمرے سے ہال میں دوبارہ والبیں آگیا تھا۔ اچند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ایک اوز دروازے سے گذرتا ہوا برآمدے میں نکل آیا۔

برآمدہ پوری طرح روشن تھا اور دہاں ایک لڑکی آرام کریں پر نیم دراز برآمدے کے باہر پھیلے ہوئے اندر ہیرے میں گھوڑے جاری تھی لیکن آنکھوں کی ویرانی نے پورے چہرے کو نہ جانے کیا تباہ کر رکھ دیا تھا۔

”عماڑہ....!“ بابا نے کچھ فاصلے پر رُک کر اسے آواز دی۔

وہ چونکہ کرمی تھی۔ لیکن دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بیکران و سعتوں میں کبی حریرے ذرے کو مرکز نگاہ بانے کی کوشش کر رہی ہو۔!

”تو آج بھی میرے احترام کو نہیں اٹھی۔!“ بابا نے کہا۔

”احترام....! کس کا احترام....! میرے علاوہ اس وسیع کائنات میں اور ہے کون....؟“ وہ بولی تھی اور ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کہیں دو گھنیاں سی بھی ہوں....!

”خان ضرغام بھی ہے....!“ بابا نے کہا۔

”میں تو نہیں سمجھتی....!“

”خان ضرغام ہے اور تو اچھی طرح جانتی ہے۔!“

”میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اپنے علاوہ اور کسی کے بارے میں سوچ سکوں۔!“

”خان ضرغام کا وجود ہے....! کیا تو نے اسے نہیں دیکھا....!“

”میں کسی کو بھی نہیں دیکھتی.... تم جو بول رہے ہو.... محض ایک آواز ہو اور میں... میں خیسیں سن رہی ہوں دیکھ نہیں رہی....!“

”تم خان والا جاؤ گی اور اپنے طریقے سے خان ضرغام کا خاتمه کر دو گی.... میری طرف دیکھ.... مجھے آنکھیں ملا... ورنہ میں تجھے آسمان سے زمین پر کھینچ لاؤں گا۔!“

”نہیں....!“ دفعتہ وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔ ”مجھے آسمان سے زمین پر مت لانا...!“ تم جو کہو گے کروں گی....!“

”خان والا جانا ہے تجھے.... خان ضرغام تجھے پند کرتا ہے....! صبح مجھے اطلاع ملنی چاہئے کہ وہ اپنی خواب گاہ میں مردہ پایا گیا۔!“

”پہلے تم وعدہ کرو کہ مجھے کبھی آسمان سے زمین پر نہیں لاوے گے۔!“

”یہ تیرے اپنے روپے پر منحصر ہے....!“

”میرا اپنا کوئی روپیہ نہیں...!“ تم جو کہتے ہو کرتی ہوں.... کرتی رہوں گی....!“

”بس تو پھر خان والا میں جانے کی تیاری کر۔!“

”میں تیار ہوں۔!“

”صبح مجھے اسکی موت کی اطلاع ملنی چاہئے۔! لیکن تو وہاں اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑے گی۔!“

”کیا وہ خان والا میں تھا ہے....!“

”آج رات تھا ہی ہو گا۔ کوئی ملازم بھی نہیں ہو گا۔!“

”تب پھر میں وہاں اپنا نشان نہیں چھوڑوں گی۔!“ اُس نے کہا۔... اور کسی سے اٹھ کر ایک جانب بڑھ گئی۔... صرف اُس کے پیر حرکت کر رہے تھے۔ چہرے پر بھی کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جیسے وہ چل رہی ہو۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی لاش اٹھ کر چلنے لگی ہو۔

اور پھر برآمدے کے باہر پھیلے ہوئے اندر ہزرے نے اُسے بھی نگل لیا۔

عمران سیریز نمبر 99

مہکتے محافظ

(تیسرا حصہ)

پیشہ

اس بارہ سب سے پہلے ان بھتیجیوں سے بات کروں گا جنہوں نے پلائینم جوبلی نمبر کی قیمت سن کر آسمان سر پر اٹھایا ہے۔ ایک بھتیجے نے لکھا ہے کہ پانچ روپے کے اندر اندر خرید سکوں گا۔ کیونکہ پاکٹ منی اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتی۔ چھ روپے کی کتاب کے لئے ایک روپیہ کسی نہ کسی کی جیب سے پار کرنا پڑے گا۔ خدا کے لئے بھتیجے! ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا.... ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ جب اسی دشواری کی بناء پر ”بیچارہ ڈائیکنڈ جوبلی نمبر“ بالا قساط شائع کیا تھا اُس وقت بھی ایسے ہی طوفان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چاروں طرف سے لے دے ہوئی تھی کہ آخر ایسا کیوں کیا۔ آٹھ دس روپے کی ایک صیہم کتاب چھاپ دیتا۔۔۔ کسی نے بھی میرے اس ”دروڈ مندانہ“ روپیے پر میری حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ کسی نے بھی میری اس ”ہمدردی“ کو نہیں سر اٹھا تو اب جو میں نے چھ روپے کی کتاب کا اعلان کیا ہے تو پھر وہی لے دے شروع ہو گئی۔ حالانکہ نہ آٹھ کی ہو گی اور نہ دس کی۔۔۔ میں تو سرے سے اس کا قائل ہی نہیں کہ مہنگی اور صیہم کتابیں چھاپی جائیں۔ آپ ہی حضرات کے بے پناہ اصرار پر اس قسم کا اعلان کر بیٹھا ہوں!۔۔۔

دوسرے صاحب رقم طراز ہیں جب میگزین آپ کی ملکیت نہیں ہے تو آپ نے یہ دوسرے کیوں مول لیا ہے (ویسے ان کو میگزین بے حد پسند آیا ہے اور ”ترک دوپیازی“ کو خاصے کی چیز بھتیہ ہیں)۔ پھر لکھتے ہیں۔ آپ کے نام سے کوئی دوسرا کیوں فائدہ اٹھائے۔ کیا آپ اتنے غریب ہیں کہ ایک میگزین نہ نکال سکیں۔۔۔

ہاتھ رکھ دیا۔

”تم کہیں نہیں جاؤ گے!“

”مم.... میری سمجھ میں.... نہیں آتا....!“

”تھی بہتر ہے...! میں بھی اب کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ برواشت کی بھی حد ہوتی ہے۔!“

”میاں نہیں جانتے۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”مم.... میں بابا کے کام سے باہر جا رہا ہوں۔!“

”کہہ دو کہ تم اچانک بیمار ہو گئے ہو.... نہیں جاسکتے۔“ وہ فون کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

”لل..... لیکن کیوں؟“

”بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!“

”اگر انہیں میرے جھوٹ کا علم ہو گیا تو۔!“

”نہیں ہو سکے گا۔ اس کی ذمہ داری میں لیتی ہوں۔!“

”لیکن کچھ لوگ باہر میرے منتظر ہیں۔!“

”آن سے کہہ آؤ کہ وہی وہ کام انجام دے لیں۔ اچانک تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ تم اُن کا ساتھ نہیں دے سکو گے۔!“

”بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے تم نے.... تھما کہنا تال سکتا ہوں.... اور نہ....!“

”بس....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر سخت لمحے میں بولی۔ ”تم وہی کرو کے جو میں کہہ رہی ہوں۔...“
ریسیور اٹھاوا اور بابا کو مطلع کرو کہ تم نہیں جاسکتے۔!

وہ دم بخود کھڑا رہا۔... عامرہ نے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کرنے اور ریسیور کو ضر غام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”چلو جلدی کرو....!“

وہ لیزتے ہوئے ہاتھ میں ریسیور لے کر ماڈم ٹیس میں بولا۔ ”میں ضر غام ہوں
جناب.... جی ہاں.... اچانک.... میری طبیعت خراب ہو گئی ہے.... بھی پیٹ میں ایٹھن۔....“

جی ہاں تیور موجود ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھی بلوالیا ہے۔ جی بہتر.... بہتر.... میں اُس سک آپ کا حکم پہنچائے دیتا ہوں۔!“

ریسیور کریٹل پر رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور عامرہ کی طرف دیکھ کر مسکرا یا۔

”تمہاری بات رہ گئی....!“ اُس نے کھوکھلے لمحے میں کہا۔ ”اب صرف تیور ہی جائے گا۔....“

”میں اُس سے کہہ کر آتا ہوں۔!“
ضر غام پاہر چلا گیا اور عامرہ کمرے میں ٹھلپتی رہی۔ نہ اُس کی آنکھوں کی دیرینی کم ہوئی تھی
اور نہ چہرے پر کسی قسم کے یہجان کے آثار ہی پائے جانتے تھے۔
توھڑی دیر بعد خان ضر غام واپس آگیا۔ اُس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ آنکھوں کی چک عود کر آئی
تھی۔!

”مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔!“ اُس نے عامرہ کو بھوکی نظروں سے
دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم خواب نہیں دیکھ رہے۔... میں اپنی زندگی کی یکسانی سے بھگ آگئی ہوں۔... شیری کی
کاک نیل کیسی رہے گی۔....!“

”جو تم پسند کرو۔... چلو بار میں میٹھیں گے۔....!“

”بار میں نہیں میٹھیں گے۔....!“ عامرہ بولی ”تم خواب گاہ میں پڑھو میں کاک نیل بنا کر وہیں
لے آؤں گی۔....!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔!“

”میں اندر ھی تو نہیں ہوں۔ جذبات سے عادی بھی نہ سمجھو! بہت کچھ تمہاری آنکھوں میں
پڑھتی رہی ہوں۔!“

”بے تو مجھے اپنے مقدر پر تاز کرنا چاہئے۔!“

”باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔... جاؤ۔....!“

وہ چلا گیا اور عامرہ اُس کمرے میں آئی جہاں بار تھی۔ اُس نے کاک نیل کے دو گلاس ٹیار
کئے اور انہیں ہاتھوں میں لئے ہوئے خواب گاہ میں پہنچ گئی۔

”ارے بس دوہی گلاس! میں تو سمجھا تھا جگ میں بناو گی۔....!“ ضر غام نے کہا۔

”اس کے نئے میں ڈوب جانے کے بعد میں خود کو محسوس نہ کر سکوں گی۔!“

ضر غام نے اُس سے گلاس لے کر ایک گھونٹ لیا اور منہ چلا کر بولا ”فائن۔.... اب یہ جتا ہو کہ
تھیں مجھ پر رحم کیے آگیا۔!“

وہ خان دلا کی کپاڈ میں داخل ہوئی۔ لیکن برآمدے کی طرف بڑھتی تھی کہ اندر سے کئی لوگوں کے بولنے کی آوازیں آئیں اور وہ بڑی پھر تی سے ایک درخت کے تنے کی اوٹ میں ہو گئی۔ کچھ لوگ اندر سے برآمدے میں آئے تھے۔ برآمدہ پوری طرح روشن تھا۔ اُس نے انہیں لوگوں میں خان ضرغام کو بھی دیکھا۔ وہ ان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

”تم گاڑیوں میں بیٹھو.... میں آ رہا ہوں....!

عامرہ نے کپاڈ کے باہر دو گاڑیاں کھڑی دیکھی تھیں۔ جب وہ لوگ کپاڈ سے نکل گئے تو وہ آگے بڑھی۔ خان ضرغام دوبارہ اندر جا چکا تھا۔ عامرہ نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

خان ضرغام نشست کے کمرے میں ملا۔ فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ لیکن عامرہ پر نظر پڑتے ہی ڈائیل پر سے انگلی ہٹائی۔ اور حیرت سے آنکھیں چھاڑے اُسے دیکھا رہا۔

”تم کہیں نہیں جاؤ گے....!“ عامرہ نے سر گوشی کی۔

”لل... لیکن تم....!“

”میں یہ رات تمہارے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہوں۔!“

خان ضرغام کے ہاتھ سے فون کا رسیور چھوٹ گیا۔۔۔ یوکھائے ہوتے انداز میں رسیور اٹھا کر کریڈل پر رکھا تھا۔

وہ آہتہ آہتہ آگے بڑھی اور اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

خان ضرغام کے ہونٹ ملے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔۔۔ عامرہ نے اُس کے بازو پر

بھیا! گذارش ہے کہ کسی دوسرے کے فائدے سے مجھے کوئی نصان نہیں پہنچتا۔ خود مجھے نکالنا ہوتا تو کبھی کا نکال چکا ہوتا۔ کیا آپ حضرات دس دس روپیے کے شیئر خرید کر میری مدد بند کرتے (اگر اتنا ہی غریب ہوں)۔۔۔ نہ کبھی نہ سوچئے کہ کسی دوسرے کے کام آکر آپ خسارے میں رہیں گے اور پھر وہ صاحب میرے دوست بھی تو ہیں۔

تیرے صاحب نے بہت ہی بیڈھ بہ سوال کیا ہے۔ وہ مجھ سے سچے مسلمان کی تعریف پوچھ رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا عرض کروں۔ دیے اپنے ”آس پاس جس قسم کی باتیں سننا رہتا ہوں اُس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جس کی بیوی کو چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو.... واللہ اعلم بالصواب....

مجھ سے ایسے مشکل سوال نہ پوچھا کیجئے۔ ورنہ کراچی کی رکشاوں کے میڑر کی طرح کبھی صحیح بتاؤں گا اور کبھی غلط.... رکشاوں کی بات یوں نکل آئی کہ ایک صاحب نے سر گودھا سے کراچی کی رکشاوں کی شکایت لکھی ہے۔ سر گودھا سے کراچی سیر کرنے آئے تھے۔ یہاں ایک ہی فاصلے کے لئے مختلف رکشاوں کے میڑ مختلف کرایہ بتاتے رہے تھے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی ہے۔ وجہ ظاہر ہے.... رکشاوں کے میڑ غیر مسلم ممالک سے بن کر آتے ہیں اور ہمارا ایمان ”خراب“ کرتے رہتے ہیں۔ کسی برادر مسلم ملک میں میڑ بنانے کا کارخانہ لگ جاتا تو بہتر تھا.... ”سچے“ میڑ اسی طرح میر آنکھیں گے۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔ مہکتے محافظ۔ اس سلسلے کی آخری کتاب اور

”مجھے اجازت دیجئے....! والسلام

ابن صفحہ

۲۱ فروری ۷۴۹

”در اصل اس پھر لیے ماحول سے فرار کا ذریعہ صرف تھی ہو سکتے تھے۔“
”تو... کیا... تم...!“

”بُس اب کچھ نہیں...!“ دہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”اس موضوع پر گفتگو نہیں ہو گی۔“
عمرہ نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنا گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا تھا۔ اور ضرغام کو اس طرح
دیکھتی رہی تھی جیسے اس سے بھی بھی چاہتی ہو۔۔۔ پھر جیسے ہی ضرغام نے اپنا گلاس میز پر رکھا
تھا۔ عمرہ نے خواب گاہ کی روشنی بجھادی تھی۔
ضرغام کی حیرت زدہ سی آواز اندر ہیرے میں گونج کر رہا گی۔

دو نوں کے علاوہ بھی اور کوئی موجود تھا۔ اسی کمرے میں جہاں عمران نے اُسے بند کیا تھا۔ مگر وہ
آدمی عمارت میں کیسے داخل ہو سکا ہو گا جبکہ بیر و فی دروازہ ایک پل کے لئے بھی نہیں کوولا گیا
تھا۔ خدا جانے اُن لوگوں نے ڈھنپ کو ترندہ بھی چھوڑا ہو گایا فوری طور پر ختم کر دیا ہو گا۔۔۔ اُس
کے لئے اُس کا دل کڑھنے لگا۔۔۔ ذرا دیر پہلے آنے والا غصہ یکسر کافور ہو گیا۔
لیکن آخر یہ سب کیا تھا۔ وہ اپنے باپ کو ایک سیدھا سادھا تاجر سمجھتی تھی۔ کسی غیر قانونی
م Schroffit کا خیال بھی محض اس لئے آیا تھا کہ شہر کے بعض بدنام تاجروں سے اُس کے تعلقات
تھے۔۔۔ لیکن تجارتی رابطے تو بہر حال رکھنے پڑتے ہیں۔ اسکلروں کے دکھاوے والے کاروبار
سے تو بھی کا سبقہ پڑتا ہے وہ بھی سمجھتی تھی کہ اُن سے اُس کے وہ تعلقات محض سطحی ہیں۔
لیکن اپنے بیگلے والے تہبہ خانے کا راز مکشف ہوتے ہی اُسے پوری طرح یقین آگیکا تھا کہ اُس کا
باپ حقیقتاً کسی غیر قانونی حرکت کا بارہ کتاب کر رہا ہے۔

وہ گھنٹوں ایسے ہی حالات میں الجھی رہی تھی۔۔۔ یہاں اس تہبہ خانے میں اتنی گھنٹن تھی کہ
اگر وہ اپنے ذہن کو دوسرے معاملات میں نہ الجھائے رکھتی تو جو مقدم گھٹ جاتا۔۔۔
کئی گھنٹوں کے بعد اچاک ایسا لگا تھا جیسے چھٹ پر ضریبیں لگائی جا رہی ہوں۔ وہ اُس جگہ سے
ہٹ کر دوسرے گوشے میں جا کھڑی ہوئی۔

اور پھر اُس نے دیکھا کہ اُس بیگلے سے جہاں ضریبیں پڑ رہی تھیں کوئی چیز آہستہ آہستہ نیچے
آرئی ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ وہ تو لوہے کی سیر ہیاں تھیں۔۔۔ فرش پر رکتے ہی ایک آدمی نیچے اترتا
وکھائی دیا۔ اُس کی شکل صاف نہیں نظر آرہی تھی۔

”غزالہ بیٹی۔۔۔ کیا تم یہاں ہو۔۔۔!“ اُس نے اُس کی آواز سنی۔

”گک۔۔۔ کون ہے۔۔۔!“ وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

”اُنکل تیمور۔۔۔!“

وہ سنائی میں آگئی۔۔۔ اُس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا تیمور۔
پھر شائد آنے والے کی آنکھیں اندر ہرنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اُس نے غزالہ کو دیکھ لیا
تھا۔ سیدھا اُسی طرف آیا۔

”خدامت پر رحم کرے میری بچی۔۔۔!“ وہ اُسکے سر پر ہاتھ رکھ کر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور وہ جو

غزالہ پر جو کچھ گذری تھی۔۔۔ عام حالات میں اُس کا تصور تک نہ کر سکتی۔۔۔ عمران سے بچھنے
کے بعد وہ اپنی تقدیر پر شاکر ہو گئی تھی۔۔۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اُس تہبہ خانے میں اُس کا دام
نہ گھنٹن لگتا۔۔۔ اُسے تو پاہی نہیں چل سکا تھا کہ اُس نے تہبہ خانے تک کیوں کر پہنچی تھی۔۔۔ عمران
نے اُسے تاریک کرے میں بند کر دیا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اُس کرے میں تھا ہے
اُس نے تاریکی ابھسن کا باعث نہیں بنی تھی۔۔۔ لیکن اچاک جب کسی نے اُسے دبوچ کر اُس کا منہ
بچھنگ لیا تھا تو وہ دہشت کے مارے بیہوش ہو گئی تھی۔۔۔ اور اس بیہوشی کے دوران میں اُس پر کیا
گذری تھی۔۔۔ اُس کا علم ہوش میں آنے کے بعد بھی نہ ہو سکا۔۔۔ اکونکہ اُس کے بعد اُس نے خود
کو تھاپیا تھا۔۔۔ لیکن یہ وہ کرہ تو نہیں تھا جس میں بیہوش ہوئی تھی۔۔۔ سرے سے کرہ ہی نہیں تھا۔
کیونکہ نہ اُس میں کوئی کھڑکی نظر آرہی تھی اور نہ دروازہ۔۔۔ تو ایک بار پھر اُسے کسی تہبہ خانے
سے دوچار ہوتا پڑا تھا۔۔۔ پھر وہ ڈھنپ کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔۔۔ پا نہیں اُس پر کیا گذری
ہو گی۔۔۔ یکایک اُسے اُس پر غصہ آگیا۔۔۔ یہ پتا اسی لئے پڑی تھی اُس نے اُس کا کہنا نہیں مانا تھا۔۔۔ وہ
دروازہ کھولنے کی مخالفت ہی کرتی رہ گئی تھی۔۔۔ اور اُس پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اُس نے
اُسے کرے میں بند کر کے بیر و فی دروازہ کھولا تھا اور کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن
خود اُس پر ہونے والا حملہ تو اتنی جلدی ہوا تھا کہ اُس وقت تک بیر و فی دروازے تک بھی نہ پہنچ
سکا ہو گا۔۔۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ بیر و فی دروازہ کھلنے سے قبل ہی عمارت کے اندر ان

”ضرور کوئی بات ہے۔ آپ چھار ہے ہیں۔!“
 تمیور کچھ نہ بولا۔ وہ بار بار پوچھتی رہی آخر وہ جھگٹا کر بولا۔ ”خان والا پچھنے تک صبر کرو!“
 وہ عمارت سے باہر آئے تھے۔ یہاں دو گازیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی میں تمور کے ساتھی بیٹھے تھے۔ اور دوسری میں یہ دونوں ... تمور خود ہی ڈرائیور کر رہا تھا اور غزالہ اس کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور پچھلی سیٹ پر ایک بندوق بردار بیٹھا تھا۔
 پچھجے یہ عمارت کی جنگل میں واقع تھی۔ قریباً آدمی گھنٹے تک جنگل ہی میں چکراتے رہے کے بعد گازیاں پختہ سڑک پر آئی تھیں۔ پھر دو گھنٹے شاہدار ایک پچھنے میں صرف ہوئے تھے۔
 گازیاں سید ہی خان والا کی طرف چلی گئی تھیں!“
 غزالہ اور تمور کی پاؤٹ کے پھانک پر اتر گئے۔ پھانک کھلا ہوا ہی ملا۔ پھر وہ گاڑی وہاں سے چلی گئی تھی جس میں تمور کے ساتھی تھے۔

”خدا کرے وہ مجھے کوئی نبیری خبر نہ سنائیں!“ غزالہ کپکاپتی ہوئی آواز میں بولی۔
 پھر انہوں نے خاموشی سے کیا ہڈٹے کی تھی۔ برآمدے میں پچھے۔ صدر دروازہ مقفل نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ سارے کرے روشن نظر آرہے تھے۔ تمور خان ضرغام کو آوازیں دیتا پھر رہا تھا۔ اور غزالہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ عجیب ساخوف اُس کے ذہن پر سلطنت تھا۔ ساری تیزی اور طرازی رخصت ہو گئی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے گردون میں پڑی ہوئی زنجیر کا دوسرا سراکسی اور کے ہاتھ میں ہوا اور وہ غیر ارادی طور پر گھشتی پھر رہی ہو۔ تمور بالآخر خواب گاہ کے سامنے رکا تھا۔

پہلے آوازیں دیں اور پھر پینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ یہاں بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
 خان ضرغام بستر پر چلتا ہوا نظر لیا۔ چہرے پر کرب کے آثار محمد ہو گئے تھے۔
 تمور نے پھر اسے آوازیں دی تھیں۔ لیکن اُس نے جنس بھی نہ کی! غزالہ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔
 تمور اسے جھنگوڑ کر جگانے کے لئے آگے بڑھا۔ اور پھر جنگ مار کر پیچھے ہٹ آیا۔
 ”لک... کیا ہے....!“ غزالہ اس کے بازو سے چلتی ہوئی ہکلائی۔
 ”وہ.... وہ.... مر گیا ہے....!“

چ کسی شخصی کی طرح رونے لگی۔ یہ بھی نہ سوچ سکی کہ وہ یہاں تک پہنچا کس طرح ہو گا! بہر حال تہہ خانے سے نکلی تھی تو خود کو اُسی عمارت میں پایا تھا۔ جہاں اُس نے اور عمران نے دن گزارا تھا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے انکل....!“ وہ بے بی سے بولی تھی۔
 ”خدای جانے... ہمارے تو فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکتا۔ اگر بابا کی رہنمائی شامل حال نہ ہوتی!“

بابا کے ہام پر وہ سنائے میں آگئی تھی... اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے کہ کہیں کوئی بات زبان سے نکل نہ جائے۔ اُسے ڈھمپ کی باتیں یاد آگئی تھیں۔

”لیکن وہ کہاں ہے جسکے بارے میں تمہارے بابے نے پولیس کو بتایا تھا۔“ تمور نے سوال کیا۔
 ”میں نہیں جانتی!“ اُس نے کہا اور اپنی رودادہ بہرانے لگی۔

”خدای جانے کیا پچکر ہے!“
 ”ڈیڑی کہاں ہیں!“
 ”یہ ابھی نہ پوچھو میری بچی!“
 ”لک... کیوں...؟“

”میں کچھ بھی نہیں جانتا... اس کے بارے میں تمہیں خان ضرغام ہی بتائیں گے۔ میں تمہیں پہلے خان والا ہی لے جاؤں گا۔“
 ”لیکن باتانے کیسے رہنمائی کی تھی!“

”یہ سب کچھ ضرغام ہی سے معلوم ہو سکے گا کیونکہ اُسی نے نیپال کا پتا دے کر مجھے بھیجا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ باتانے اُس کے لئے مراقبہ کیا تھا۔ وہ خود بھی آرہا تھا لیکن چلتے وقت اُس کی طبیعت خراب ہو گئی!“

”میں نے ڈیڑی کے بارے میں پوچھا تھا!“
 ”اُن کے بارے میں بھی ضرغام ہی بتائے گا!“
 ”وہ خیریت سے تو ہیں نا!“
 ”میں کچھ نہیں جانتا ہی... مجھ سے ضرغام نے جو کچھ کہا تھا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں!“

تیور نے آگے بڑھ کر خط اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اُسے پڑھنے لگا۔ اُس کی سر ایسکی بڑھتی جاری تھی۔ غزالہ پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی! خود اُسے ایسا محسوس ہوا رہا تھا جیسے دماغِ شش ہو کر رہ گیا ہو۔

”میں چرس ورس اور اس سارے معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!“ بالآخر تیور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیا یہ سچ ہے کہ ڈیڈی زندہ نہیں ہیں؟“

”ہاں اُسیں خود تمہیں نہیں بتانا چاہتا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ خود ضرغام ہی کی حرکت تھی۔ ایک زور دار دھماکہ پورے شہر میں گونجا تھا۔ اور تمہارا بنگلہ ڈھیر ہو گیا تھا۔... خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں تو جادہ ہوں یہاں سے.... ورنہ پولیس کے چکر میں کون پڑے گا.... تم جانو اور ضرغام!“

”ٹھہریے....!“ وہ سخت لہجے میں بولی ”آپ نے اُس بابا کا نام لی تھا!“

”ضرغام نے یہی کہا تھا۔ میں کسی بابا و بابا کو نہیں جانتا....! میں جارہوں ہیں!“

تیور دز دوازے کی طرف مراحتا اور پھر اچھل کر کرے کے وسط میں آگرا تھا۔ غزالہ بوکھلا کر دور ہٹتی چلی گئی اور پھر اُس کے حلق نے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نگلی تھی کیونکہ تیور کی پیشانی سے خون کافوارہ پھوٹ رہا تھا۔

یقیناً گوئی گئی تھی لیکن اُس نے گوئی چلنے کی آواز نہیں سنی تھی۔ فوراً ہی سائیلنٹر نگے ہوئے پستول کا خیال آیا۔ اور وہ جہاں تھی وہیں ستمی کھڑی رہ گئی۔

کیا بہ وہ خود بھی شناختے بنے والی ہے۔ ٹھٹھا ٹھٹھا اپسینہ سارے جسم سے پھوٹا رہا۔... ایسا محسوس ہوا رہا تھا کہ جہاں کھڑی ہے وہاں سے مل بھی نہ سکے گی!“

تیور ساکت ہو گیا تھا۔ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد اُسے احساس ہوا تھا کہ وہ کن حالات میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اُسے بھی اب یہاں نہ ٹھہرنا چاہئے۔ فرش سے ضرغام کا خط اٹھایا اور اُس کمرے سے نکل آئی۔ لیکن کچھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اور کہاں جائے.... پھر خیال آیا کیوں نہ اس خط سمیت پولیس اسٹیشن پہنچ جائے اور اپنی رو دواد سناوے۔ اگر وہ حسپ بچھ بس کاری آدمی تھا تو اُسے اپنے بیان کی صداقت منوالینے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

”عن..... نہیں.....!“

”یقین کرو.... وہ زندہ نہیں ہے.... میرے خدا.... یہ کیا ہو گیا....!“ کہتا ہوا وہ پھر آگے بڑھا۔ سائیڈ نیبل پر ایک گلاس رکھا ہوا تھا جس میں تھوڑی سی شراب باقی تھی۔ اور گلاس کے قریب ہی ایک لفافہ نظر آیا۔ جس پر بڑے بڑے حروف میں غزالہ کا نام لکھا ہوا تھا۔

تیور اُس کی طرف مراکر بولا ”قریب آؤ...!“

”گک.... کیوں....!“

”تمہارے نام ایک خط ہے.... شاہزادے نے قتل....!“

غزالہ غیر ارادی طور پر آگے بڑھ آئی۔ تیور نے لفافہ اٹھا کر اسے تھوڑا دیا۔ لفافہ چاک کر کے اُس نے خط نکالا اور اُس کی تہہ کھول ہی رہی تھی کہ تیور اُس کا بازو پکڑ کر بولا۔ ”یہاں سے چلو....! میرا دم گھٹ رہا ہے۔!“

وہ خواب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئے۔ غزالہ خط پڑھنے گئی۔

”زہر پینے سے قبل میں یہ خط لکھ رہا ہوں.... جو کچھ میں نے کیا ہے.... اُس کے بعد زندہ رہ کر کردوں گا۔ جیلانی میرا بہترین دوست تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اُس نے ایک سرکاری آدمی سے سازباز کر لی.... نہ تم دونوں تہہ خانے تک پہنچتے اور نہ یہ سب کچھ ہوتا۔... تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اور جیلانی چرس کے ایکسریکٹ کا کاروبار کرتے تھے اس کے لئے تمہارے بنگلے والے تہہ خانے میں ہم نے مشینیں لگارکھی تھیں۔ تم دونوں میری ہی قید میں تھے.... میں اُس آدمی کے بارے میں چھان میں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ فرار ہو گیا۔ تہہ خانے کے راستے سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے تمہارے بنگلے کو اتنی جلدی سے ڈائیماہیٹ کر لیا کہ تمہارے باپ کو وہاں سے نکل آنے کی مہلت نہ مل سکی۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اندر ہی تھا.... میں سمجھا تھا شاہزادے بالکل خالی ہے۔ بہر حال اب میں بھی خود کشی کر رہا ہوں۔ اگر جیلانی نادانستگی میں نہ مارا گیا ہو تو اسکی نوبت نہ آتی۔ لیکن اب میں اپنے ضمیر پر یہ بوجھ لے کر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں!“

”کیا یہ سچ ہے....!“ غزالہ تیور کی طرف مراکر چھینی۔

”کیا لکھا ہے....?“

”کیا ڈیڈی زندہ نہیں ہیں!“

وہ آگے بڑھتی رہی۔ صدر دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ رہداری میں اُس نے سیاہ رنگ کا ایک پستول پڑا دیکھا جس کی نال پر سائنس فر لگا ہوا تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر اُسے اٹھانے کے لئے جگھی ہی تھی کہ عقب سے آواز آئی۔ ”آسے ہاتھ مت لگائیے!“

وہ اچھل پڑی۔ ... بولنے والا قریب پہنچ چکا تھا۔ تیزی سے اُس کی طرف مڑی۔ ... عجیب شکل کا آدمی تھا۔ بڑے بڑے دانت۔ ... پچھر کی طرح نکلے ہوئے پر چھانے ہوئے تھے۔

”آلہ قتل پر آپ کی انگلیوں کے نشانات پر جائیں گے... جبکہ آپ نے قتل نہیں کیا!“

”آپ کون ہیں!“

”خانوشا سے نکل چکے!“

”اکپ بیان کیا کر رہے ہیں!“

”آپ کی حفاظت... جلدی کجھے... اگر پولیس آپنی تو آپ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتی!“

”چلو... اب میں کسی سے نہیں ڈرتی... مجھے اس کی بھی پرواد نہیں ہے کہ تم کون ہو اور مجھے کہاں نے جاؤ گے...!“

”میں دشمن نہیں ہوں... مطمئن رہئے...!“

وہ کپاٹ نہ میں پہنچتے تھے... اور اُس آدمی نے کہا تھا۔ ”توہڑی دیر میں صح ہو جائے گی۔!“

”تو پھر...!“ وہ چلتے چلتے رک کر بولی۔

”اس سے پہلے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچ جانا چاہئے۔!“

”اگر تم میرے ہمدرد ہو تو مجھے پولیس اسٹشن لے چلو...!“

”وہ کس لئے...؟“

”خان والائیں ایک آدمی نے خود کشی کر لی ہے اور دوسرے مارا گیا ہے۔!“

”انہیں جہنم میں چھوکلتے... اپنی فکر کجھے!“ اُجھی نے کہا۔ وہ کپاٹ نہ تھے باہر آگئے تھے۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی نے خود کشی کی تھی!“ اُجھی نے سوال کیا۔

”آس کا خط ہے... میرے پاس...!“

”اوہ... تو اسی لئے آپ پولیس اسٹشن جانا چاہتی ہیں۔!“

”لیکن تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے.... کیونکہ....!“

”کوئی ایسی بات نہ کہہ دیجئے گا کہ مجھے آپ کا گلاہی دباد بنا پڑے۔!“

”مجھے اب کی بات کی بھی پرواد نہیں۔!“

”تو آپ جانتی ہیں کہ آپ پر کیا گذر چکی ہے۔!“

”تم آخر ہو کون....!“

”اگر دوسرے آدمی کا قاتل نہیں ہوں تو آپ کا ہمدردی ہوں گا۔!“

”تمہارے علاوہ تو اور کوئی بھی نہیں تھا اندر....!“

”میرے پہنچنے سے قبل ضرور تھا کوئی....!“

”تم بتاتے کیوں نہیں کہ کون ہو....!“

”بندوں گا... کیا آپ سائیکل کے ڈنٹے پر بیٹھے سکیں گی کیونکہ اُس پر کیر یہ رہیں ہے۔!“

”بہاں انہیں ہرا تھا اور وہ اُس کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن اس بار اُس کی آواز کچھ بدی ہوئی سی محسوس ہوئی تھی۔!“

”آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!“

”ہاں.... میں بیٹھے سکوں گی.... کہاں ہے سائیکل۔!“

”چلتے.... کچھ دور پیدل چلنے پڑے گا۔!“

”اُبھی تمہاری آواز مجھے کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔!“

”دانتوں کی وجہ سے کسی مرٹل پر چوک ہو گئی ہو گی۔!“

”کیا مطلب....!“ وہ چلتے چلتے رک گئی۔

”دانت مصنوعی ہیں.... اور بھاگ دوڑ میں کسی قدر ڈھیلے بھی پڑ گئے ہیں۔! لیکن اب انہیں

نکالے دیتا ہوں۔!“ اُس نے کہا۔

”تت.... تم....!“

”تام لینے کی ضرورت نہیں!“ اُس نے کہا تھا اور اس بار اُس نے اُس کی آواز پہچان لی تھی۔!

”خدایا....!“ غزالہ کے قدم لڑکھرانے لگے۔

”دیکھئے... خود کو سنبھال لئے... اسلئے میں اپنی جگہ پہنچ بغیر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔!“

لیکن غزالہ بہوت پڑی تھی۔ ملبلأ کروئی تھی.... وہ خاموش کھڑا رہ۔ ویسے غزالہ خود پر قابو پانے کی کوش بھی کر رہی تھی.... لیکن چکیاں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں! وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر ادھر ادھر اندر ہیرے میں آنکھیں چھاڑنے لگا۔ کسی ٹھکاری کے کی طرح چوکنا تھا۔

”چلو....!“ غزالہ بھرائی ہوئی آواز میں یوں۔ ”میں بہت تھک گئی ہوں اس طرح سو جانا چاہتی ہوں کہ پھر کبھی جا گناہ پڑے۔!“

پکھ دو رچنے کے بعد وہ ایک جگہ رکھا۔ اور زمین پر پڑی ہوئی سائکل انھائی تھی۔

”تم مجھے وہاں چھوڑ کر نکل جاگے تھے۔!“ وہ ہیندل پر زور دے کر سائکل پر بیٹھتی ہوئی ہوں۔

”اُبھی پکھنہ کہے! اپنی مرضی سے آپ کو تھا نہیں چھوڑا تھا۔!“

وہ سیٹ پر بیٹھ گیا اور سائکل چل پڑی۔ بڑی تیزی سے پیدلگ شروع کی تھی۔

”آخر جانا کہاں ہے۔!“ غزالہ نے کہا۔

”زیادہ دور نہیں۔!“

”سیاڑی کی لاش مل گئی ہے۔!“

”جی نہیں! لمبے ہٹانا آسان کام نہیں ہے.... کم از کم دو تین دن لگیں گے۔!“

”ہو سکتا ہے.... ذیڈی اس وقت بننکے میں نہ رہے ہوں۔!“

وہ پکھنے بولا۔ یکساں رفتار سے پیدلگ کے جا رہا تھا۔ اور غزالہ پر بے حسی سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بھی اس طرح خاموشی اختیار کر لی جیسے اس کا اٹھایا ہوا سوال سرے سے لاپیٹی رہا ہو۔

تحوڑی دیر بعد اس نے بریک لگا کر دو فوٹ پیروز میں پر نکادیے اور غزالے اترنے کو کہا۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی جو تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

غزالہ سائکل سے اتری تھی لیکن وہ اسی طرح سیٹ پر بیٹھا رہا تھا۔

”زرادیکھے....! کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں ہے۔!“ اس نے غزالے سے کہا۔

”مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ پہا نہیں کہاں لے آئے ہو۔ کتنی تاریکی ہے۔“

”آئیے....!“ وہ سائکل سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ اندر پہنچ کر اس نے

ماچس جائی تھی۔ اور ایک کیرہ سینے نیپ روشن کر دیا تھا۔ کمرے میں ایک چارپائی پڑی تھی اور تین عدد سانحورہ کر سیاں نظر آرہی تھیں۔

”بیٹھ جائیے....!“ وہ اس کے لئے ایک کھکھاتا ہوا بولا۔

”اب اتنے احترام سے پیش نہ آؤ....!“ وہ گلوگیر آواز میں یوں۔

”آپ ہر حال میں قابل احترام رہیں گی۔ کیونکہ آپ کو غیر قانونی حرکات سے نفرت ہے۔!“

”بہت نماداغ لگا ہے ذیڈی کی شہرت کو... شہر میں ان کی عزت تھی۔!“

”آپ خان والا کس طرح بیٹھنی تھیں۔!“

اس نے ایک اٹک کر اپنی کہانی دہرائی اور خان ضرغام کا خط اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔... پھر

جب وہ خط پڑھ رہا تھا غزالہ بولی تھی۔ ”خدا کے لئے.... اب تو ان کریہہ دانتوں کو نکال دو۔!“

”اوہ.... یہ تو بھول ہی گیا تھا۔!“ اس نے کہا اور مصنوعی دانتوں کو نکال کر جب میں ڈال لیا۔

خط پڑھ پکنے کے بعد طویل سانس لے کر بولا۔ ”یہ خط بکواس ہے.... اس نے خود کشی ہرگز

نہیں کی۔.... ورنہ اس جھوٹ کے طومار کی کیا ضرورت تھی....!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”اے مارا گیا ہے.... یہ خط اس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔!“

”خدا جانے.... اس سے پہلے اس کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری۔!“

”میرے ایسے سمجھنے کی معقول وجہ ہے! آپ کے ذیڈی عمارت کے منہدم ہو جانے سے

قبل ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور ان کے قریب بھی مجھے ایک خود کشی کا اعتراف نامہ ہی ملا تھا۔!

”کیا کہہ رہے ہو....?“

اب عمران نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ جو لیانا فڑ والڑ کا ذکر غیر ضروری تھا۔ اس نے اس کا

حوالہ دیئے بغیر بولا۔ ”اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ جا پہنچا جہاں آپ کے بیٹکے والے تھے خانے

میں لفٹ کا کچھ تھا۔ لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچا۔ خواب گاہ میں آپ کے ذیڈی کی لاش بستر پر پڑی

نظر آئی اور اس کے قریب ہی ایک لفافہ پڑا تھا جس پر آپ کا نام تحریر تھا۔ میں نے اسے کھوں

ڈالا خط آپ کے نام لکھا گیا تھا۔ آپ کے ذیڈی کی طرف نے۔ انہوں نے آپ کو اپنی خود کشی کا

ذمہ دار تھہرایا تھا۔!“

”نمیں....! وہ جیخ کر... کھڑی ہو گئی....!
بیٹھے جائیے... پوری بات سن لیجئے۔ انہیں اس کا علم تو نہیں تھا کہ ہم پر کیا گزری تھی۔
وہ سمجھتے تھے شاندار آپ میرے ساتھ فرار ہو گئی ہیں!“

”خداوند... میں زندہ کیوں ہوں!“ وہ سینے پر دھھر چلا کر بلباٹھی۔

”خود کو قابو میں رکھئے... آپ کو دلیر ان مقابله کرتا ہے۔ انہیں جنم رسید کرتا ہے جو اس حادثے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ہی اس کی بھی تصدیق کریں گی انہوں نے بھی خود کشی کی تھی یا مارے گئے تھے؟“

”میں کس طرح تصدیق کروں گی!“

”خط میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اُسے وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ اگر میں فرار نہ ہو گیا ہوتا تو وہ آپ کے بیٹگے کو کبھی منہدم نہ کرتے۔ لاش پولیس کے ہاتھ لگتی۔ خود کشی کا کیس بنتا اور پولیس ہماری تلاش اور نیاہ شدومہ سے شروع کر دیتی۔ پھر ہم دونوں ہی ختم کردیے جاتے اور بات بھی وہیں ختم ہو جاتی!“

”لاؤ... مجھے دھکاؤ... کہاں ہے وہ خط!“ وہ محض بانہ انداز میں بولی۔

عمران نے کوٹ کی اندر ونی جیب سے لفافہ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”خان ضرغام والے خط میں یہ بالکل درست لکھا گیا ہے کہ بیٹگے والے تہہ خانے میں کسی قسم کی مشینیں موجود تھیں!“

غزالہ نے بڑی بے صبری سے خط کی تہہ کھوئی تھی اُسے پڑھتی ہوئی روئی رہی تھی۔

”میں نے کہا تھا کہ خود پر قابو پانے کی کوشش کیجئے!“ عمران مغموم لیجئے میں بولا۔

”یہ ذیہی کی تحریر ہرگز نہیں ہے۔ کسی نہیں کے سے انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے!“

”چلئے یہ بات بھی طے ہوئی کہ انہوں نے خود کشی نہیں کی تھی.... ضرغام بھی کسی

دوسرے ہی کے ہاتھوں مرائے۔ اور تیمور تو آپ کے سامنے ہی مراحتا۔

”اور یہ بات بھی حقیقت ہی ہے کہ میں آپ کے ذیہی کے پیچھے نہیں تھا۔ انہوں نے خود

ہی مجھ سے معاملہ کیا تھا۔ اگر اس پلیا کے نیچے کوئی حاملہ لکھتا ہوئی تو ادھر کارخ ہی نہ کرتا!“

”یہ بات میرے علق سے نہیں اترتی۔“

”مجھے افسوس ہے کہ اس معاملے پر مزید روشنی نہیں ڈال سکوں گا۔ بہر حال آپ کو یہ نہ بھونا چاہیے اُس کے بچوں کو کچھ نامعلوم آدمی اخالے گئے تھے اور اُسے گولی مار دی گئی تھی۔ کیا آپ کو واقعہ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا!“

”میوں نہیں!“

”بُن تو پھر یقین کیجئے کہ میں آپ کے ذیہی کی ٹوہ میں نہیں تھا۔ وہ خود ہی میری ٹوہ میں پر کر اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے گئے!“

”تم اس وقت سید ہے خان والا کیسے آپنچھے تھے!“

”اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہاں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ خان والا کا تعلق ایک دوسرے معاملے سے تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ ساری گھریاں ایک ہی سلسلے کی ثابت ہو رہی ہیں!“

”صل معااملہ کیا ہے!“

”میں پھر عرض کروں گا کہ اس معاملے پر پر دھوپی بھی میرے فرائض میں شامل ہے!“

”خیر میں مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر میری رہائی کو اس طرح ڈرامہ کیوں بنایا گیا!“

”بُر امناسب لظا استعمال کیا ہے آپ نے ڈرامہ... بے شک یہ ڈرامہ ہی تھا۔ اچھا یہ بتائیے اگر اتفاقا میں وہاں نہ پہنچ جاتا تو آپ کیا کرتیں!“

”سید ہی پولیس اسٹیشن جاتی...!“

”نمیک! وہ آدمی یعنی اس گروہ کا سربراہ ہی بھی چاہتا تھا۔ مقصود پولیس کو غلط را پر ڈالنا تھا۔ آپ کے بیٹگے والے حادثے کا معہ خان ضرغام کے خط سے حل ہو جاتا!“

”لیکن پھر تیور کا قتل...!“

”پہلے میں کچھ اور سمجھا تھا.... لیکن اب کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ وہ پستول آپ کو یاد ہے جو راہداری میں پڑا ہوا تھا!“

”تم نے میں وقت پر ٹوک دیا ورنہ شاندار میں بے خیالی میں اُسے ضرور اخالتی!“

”میں پہلے بھی سمجھا تھا کہ وہاں اسی لئے ڈالا گیا ہو گا کہ اُس پر آپ کی انگلیوں کے نشانات پائے جائیں!“

”پھر اس کا کیا مقصد تھا۔ قائل اُسے دہل کیوں پھیک گیا تھا۔ آسانی ساتھ ہی لے جا سکتا تھا!“
”میری دانست میں یہ پتوں جس کا بھی ہے وہ پولیس کے ہاتھ نہ آ سکے گا۔ پولیس پتوں کی
وساطت سے اُس کے مالک کا پتہ ضرور رکھ لے گی۔ لیکن مالک اُس کے ہاتھ نہ گلکے گا!“
”میں نہیں سمجھی!“

”پولیس اُسے زمین پر تلاش کر رہی ہو گی۔ اور وہ زمین کے یقین ہو گا۔۔۔ اُسے مار کر دفن
کر دیا جائے گا!“ عمران نے قدرے توقف سے کہا۔
”خدائی پناہ!“

”یہ جرام پیشہ لوگوں کی گردہ ہی سیاست کھلاتی ہے۔ اگر گروہ کا کوئی شخص پولیس کی نظر میں
آجائے تو پھر اُس کا دجود پورے گردہ کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی وجہ بن جاتا ہے۔ لہذا قبل
اُس کے کو پولیس اُس کی وساطت سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے اُسے ختم ہی کر دیا جاتا ہے!“
”تو یہ تین جانیں اس لئے ضائع ہوئیں۔۔۔!“

”اور جو تھا آدمی یعنی پتوں کا مالک ان معاملات پر روشنی ڈالنے کے لئے پولیس کو کبھی نہ مل
سکے گا!“

”گویا چار قتل۔۔۔!“
”جی ہاں۔۔۔ چوتھا اور فی الحال ان کی دانست میں آخری قتل۔۔۔ پولیس چوتھے آدمی کو تلاش
ہی کرتی رہ جائے گی!“

”یکن اب میں کیا کروں۔۔۔!“
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے لئے کیا کروں۔۔۔!
”تو تم کر سچیں نہیں ہو۔۔۔!“
”میری سات پیشوں میں بھی کوئی نہ رہا ہو گا!“
وہ طویل ساش لے کر رہ گی!

”کیا آپ اپی اور تیمور کی گفتگو ایک بار پھر دہرائیں گی!“
”کوشش کروں گی۔۔۔ ویسے خان ضرغام کا خط پڑھنے کے بعد سے پوری طرح ہوش میں
نہیں رہی تھی۔۔۔!“

”اُس نے ذہن پر زور دے کر اپنی اور تیمور کی گفتگو دہرائی تھی۔ عمران گھری سوچ میں ڈوبا ہوا
کبھی کبھی سر ہلا دیتا تھا۔

”تو یہ بابا۔۔۔!“ وہ اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ ”صاحب کشف بھی ہے۔ دیکھو میری
نشان دہی کب کرتا ہے!“

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیمور بابا کے تذکرے پر خواص باختہ ہو جاتا تھا۔ اور آخر میں۔۔۔
اُس نے کہا تھا کہ وہ کسی بابا و بابا کو نہیں جانتا۔ اس کے بارے میں بھی اُسے خان ضرغام ہی سے
معلوم ہوا تھا!“

”عمران کچھ نہ بولا۔ غزالہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ ”سوال تو یہ ہے کہ اب میں کیا
کروں۔۔۔؟“

”کوئی قربی عزیز یہاں موجود ہے۔۔۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”ہاں! میری ایک خالہ شاہدار اہی میں رہتی ہیں۔!“

”یکن اُن کے پاس جانے سے قبل آپ کو پولیس اٹھیشن جانا ہو گا۔ اس خط سمیت! اور یہ
بھی بتانا پڑنے گا کہ تیمور آپ کی موجودگی ہی میں مارا گیا۔ آپ خان والے نکل کر کسی نہ کسی
طرح پولیس اٹھیشن سک پہنچی ہیں۔!“

”اپنی گشندگی کے بارے میں پولیس کو کیا بتاؤں گی۔ اور پھر سب سے پہلے وہ تمہارے متعلق
پوچھیں گے۔ کیونکہ تیمور کے بیان کے مطابق ڈیٹی نے میری اور تمہاری گشندگی کی رپورٹ
درج کرائی تھی۔ اگر انہوں نے پوچھتا تو میں کیا بتاؤں گی۔!“

”میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کن حالات میں کیا ہو گا۔۔۔ اگر ضرغام کی
تحریر جعلی ثابت ہوئی تو آپ کس پوزیشن میں ہوں گی۔۔۔ تیمور بھی آپ کے بیان کی تصدیق
کرنے کے لئے زندہ نہیں۔!“

”اوہ۔۔۔ اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا!“

”لہذا اس مشکوک خط کے ساتھ پولیس سے رابط قائم کرنا پر بیشائیں کو دعوت دینا ہو گا!“

”یکن تم سر کاری آدمی ہو۔!“

”محترم۔۔۔ محترم۔۔۔ عام آدمی نہیں جانتا کہ بعض مجھے ایسے ہیں جن کی کار کردگی کا کسی

کو بھی علم نہیں ہونے پاتا۔ اگر فرض کیجئے میں دھر لیا جاؤں تو مجھے چپ چاپ جیل ہی گی ہوا کھانی پڑے گی۔ عام مجرموں کی طرح سزا بھگتوں گا!“
”بُرَوْيِ عجیب بات ہے!“

”ہم میں سے اب تک کسی چاہنی بھی پاچے ہیں۔ لیکن اُن تک نہیں کی۔ چپ چاپ مر گئے!“
”میں یقین نہیں کر سکتی!“

”بروزِ حشر ہی یقین دلا سکوں گا!“

”تو پھر مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہیں!“

”کسی نہ کسی طرح آپ کو ان اقدامات سے باز رکھنا ہے جن کی بناء پر نہ صرف آپ مزید دشواریوں میں پڑ جائیں گی بلکہ ہمارا کھیل بھی گزار جائے گا!“
”لیکن پھر میں کیا کروں... کہاں جاؤں...!“

”جب تک بہتری کی کوئی صورت نہ لٹکے میرے ہی ساتھ قیام فرمائیے...!“

”تم خود بھاگے بھاگے پھر رہے ہو۔ میں قیام کہاں کروں گی!“
”صح ہونے دیجئے... سب تھیک ہو جائے گا۔ اگر آپ فرائی سو جانا چاہتی ہوں تو آرام کیجھ... دوسری باتیں پھر ہو جائیں گی!“

”اب نیز نہیں آئے گی....! جگل والی عمارت کے تہہ خانے کو یاد کر کے روکنے کھڑے ہو گئے ہیں.... ہر چند کہ وہاں کھانے پینے کی چیزوں بھی موجود تھیں لیکن ایک نوالہ بھی حق سے نہیں اُنبار سکی تھی۔ کیسی دہشت اگیز تھائی تھی؟ لیکن بُری عجیب بات تھی کہ اُس صندوق نما کرے میں نہ کوئی دروازہ تھا۔ کوئی کھڑکی تھی اور نہ روشن دان۔ اس کے باوجود بھی کہیں سے اتنی روشنی ہر وقت آتی رہتی تھی کہ سب کچھ دکھائی دے سکتا تھا!“

”خاصے ذہین اور سائنسی لیکٹ طور پر کام کرنے والے لوگ معلوم ہوتے ہیں!“
”اور ڈیڑی اُن کے ساتھی تھے...!“ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

”میرا خیال ہے کہ وہ کسی وجہ سے اُن لوگوں کے دباؤ میں تھے۔ اپنی خوشی سے اُن کے شریک کار نہیں بنے تھے۔ وہ حق مجھ اُن سے خاف تھے۔ اور اپنی گلوغلاصی کے خواہاں تھے!“
”مجھے بھی یقین نہیں آتا!“

”اس بناء پر میں نہیں چاہتا آپ پویس تک جائیں اور وہ اُس خط کے ذریعے سے اس معاملے کو دیکھنا شروع کر دے.... ویسے ایک بات تو بتائیے کہ ضرغام اور تیمور کے علاوہ اور کن متول آدمیوں سے اُن کے مراسم تھے!“

”بُتیروں کو تو میں نے دیکھا بھی نہیں۔ وہ بہت سو شل آدمی تھے۔ ہر طبقے میں اُن کے دوست تھے....!“

”ضرغام اور تیمور کو ذہن میں رکھ کر مزید تین ایسے ہی آدمیوں کو تلاش کیجئے!“
”تین ہی کیوں....؟“

”نقاب پوش پاٹھ تھے۔ اور ہاں! پہلی بار جب مجھ پر سر بازار خوشبو کا حملہ ہوا تھا اور میں بیویوں ہو گیا تھا تو دوبارہ آنکھ بنگلے والے تہہ خانے میں کھلی تھی۔ یہ بعد کے تجربے سے ثابت ہوا!“
”خدا کی پناہ....!“

”جی ہاں، دوسری بار بھی پاٹھی تھے!“

”جب پھر کہیں اُن میں ڈیڑی بھی نہ رہے ہوں!“

”دوسری بار تو ناممکن ہے.... کیونکہ تہہ خانے سے نکل کر میں نے اُن کی لاش دیکھی تھی۔ اور موت واقع ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے!“

”بہت قریب کے لوگوں کے پاٹھ یا چہ نام دے سکوں گی....!“

”عمران نے نام نوٹ کے تھے اور اٹھتا ہوا بولا تھا۔ ”بس تھوڑی ہی دیر آپ اس گھنٹن میں گذاریں۔ آج ہی قیام کے لئے کسی بہتر جگہ کا انتظام ہو جائے گا۔ اور ہم پورے شہر میں گھوٹتے بھی پھریں گے....!“

”وہ کس طرح....؟“

”بس آپ کی ٹھکل میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی.... آپ بے آسانی ایک یورپیں لڑکی بن جائیں گی!“

”اور تم وہی دانت لگالو گے....!“ وہ کراہت ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

”وہ توبریڈی میڈ میک اپ تھا۔ آپ کہیں گی تو تھوڑا سا لگفام بن جاؤں گا!“

”اچھا ایک بات تو بتاؤ.... جب تم میک اپ کے ایسے ہی ماہر ہو تو پھر اس طرح کھل کر

کیوں سامنے آئے تھے کہ خود مجرم ہی تمہارے پیچے ڈالے!“
”بھی کبھی نامعلوم مجرموں کو سامنے لانے کے لئے ایسا بھی کرتا ڈالتا ہے! ایک جرم ہو رہا تھا
اور مجرم پر دہراز میں تھے لہذا انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کتیا کے پچوں کا والد بزرگوار بننا
پڑا تھا۔ لیکن خدا شاہد ہے میں انہیں جانتا تھا کہ آپ کے ذیلی ہی سب سے پہلے متوجہ ہوں گے!“

”متذکر کرو ان کا... دم گھٹے لگتا ہے!“

”اچھا... اب کچھ دیر آرام تھے!“

”تم کہاں جاؤ گے...!“

”دوسرے کمرے میں!“

دونوں کی لاشیں پولیس کو مل گئی تھیں۔ ان کا پوسٹ مارٹم بھی ہو چکا تھا۔ ایک کی موت
گولی لگنے سے واقع ہوئی تھی اور دوسرا کیس زہر خورانی کا تھا۔ دونوں ہی شہر کے متول لوگوں میں
سے تھے اور آپس میں دوست بھی میان کے جاتے تھے۔ سیمہ جیلانی سے بھی ان کے قربی
تعلقات تھے۔ حالانکہ شاہدار اسے شام کا کوئی اخبار شائع نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی سارے شہر میں یہ
نئی خبر بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی!

بیاسنگ پرست کی محلہ میں بھی اس کاڈ کر چھڑا ہوا تھا۔

”یہ دونوں بھی مجھے بے حد عزیز تھے!“ بیانے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”پا نہیں کیا
ہو رہا ہے... اس معاملے میں تو مر اتنے سے بھی کچھ نہیں معلوم ہو رہا۔ پا نہیں کس مشترک دشمن
کی بھینٹ چڑھے ہیں یہ لوگ... جیلانی ضرغام اور تیمور تیوں آپس میں بہترین دوست تھے!“

”آپ کو کشف سے یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ تیوں چس کی اسمگنگ میں ملوث تھے!“
مجموع سے ایک آدمی بولا۔

”تمہارا انداز گفتگو مجھے پسند نہیں آیا۔“ بوڑھے نے سخت لمحے میں کہا ”کم از کم یہاں میری
چھت کے نیچے نہ کوئی کسی پر طنز کر سکتا ہے اور نہ کسی کو نہ اکھہ سکتا ہے!“

”معافی چاہتا ہوں جناب....!“ وہ یوکلا کر بولا۔

”ہم بھی کسی بھی پہلو سے نہے ضرور ہیں... لیکن قلعی طور پر نہے نہیں اس لئے
کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی کو نہ اکھے... ہاں پہلے خود فرشتہ بن جائے! آئندہ اختیار کھانا!“

”بہت بہتر جناب....! میں سخت شر مند ہوں، مجھے معاف کرو تجھے!“

”تمہاری طرف سے میرا دل نہیں ہوا تھا... مطمئن رہو... سید حارست دکھانا میرا
کام ہے سو دکھاتا ہتا ہوں!“

پھر لوگوں نے ان تیوں کی خوبیوں کاڈ کر شروع کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجمع کم ہونے لگا۔
پھر دہاں صرف دو ہی افراد بیٹھ رہے گئے۔

”کیا تمہیں کچھ کہنا ہے؟“ بوڑھے نے ان سے پوچھا۔ یہ شہر کے دو مل اونز شہر یا اور داود تھے!
”سردار واحد بھی کل رات سے گھر نہیں آیا!“ شہریار بولا۔

”خدا خیر کرے....!“ بوڑھے نے پر تشیش لمحے میں کہا اور انہیں آنکھیں پھٹا پھٹا کر
دیکھنے لگا۔

”بھیجھیں آتا کہ ضرغام اور تیمور کا یہ حشر کرنے والا کون ہے؟“ داؤ نے کہا اور شہر یا
کی طرف دیکھنے لگا۔

”وہ دونوں پچھلی رات میرے پاس آئے تھے!“ بوڑھے نے کہا ”میں نے انہیں مشورہ دیا
تھا کہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے جو کچھ کیا تھیک کیا۔ اب اسے بھول جانے کی
کوشش کرو۔ جنگی حکمتِ عملی کے طور پر کبھی کبھی اپنے ہاتھوں ہی خود کو بھی نقصان پھینپھانا پڑتا
ہے.... وہ مجھ سے پر سکون رہنے کا وعدہ کر کے چلے گئے تھے۔ پھر کیا ہوا میں نہیں جانتا!“

”کہیں وہ جاسوس تو نہیں....!“

”کہیں ہم دونوں کی دشواری میں سہ پڑ جائیں!“ شہریار بولا۔
بوڑھے نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا ”یو تو فوں کی سی باتیں کرتے رہے تو ضرور پڑ جاؤ گے!“

”میں نہیں سمجھا جناب....!“

”بہت زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اب اس مسئلے پر خاموشی اختیار کرو....
پولیس اگر تم سے کچھ پوچھے تو لا علی ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ ظاہر کرنا!“

”لیکن جناب....! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی....!“ داؤ نے پھر لمحے میں کہا۔

”وہ کیا ہے....؟“
”ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرا کو گولی باری گئی۔ کیا دونوں کے لئے ایک طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا تھا!“

”میں بھی اسی مسئلے پر غور کرتا رہا ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اس معاملے میں میری روحاںی قوت بھی کام نہیں آرہی۔ پتا نہیں پولیس نے کیا معلوم کیا۔۔۔ شہر و۔۔۔ میں ایسی پی سے بات کرتا ہوں!“

وہ اٹھ کر اس کرے میں چلا گیا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

”بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہیں!“ شہریار نے داؤد سے کہا۔

”مجھے خود بھی حیرت ہے....!“

”ہو سکتا ہے ہماری ہی طرح خود بھی وسوسوں کا شکار ہو گئے ہوں!“

”سردار و اجد کی گذگی نے مجھے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا!“

”میں شروع ہی سے مخالف تھا!“

”کس کے....؟“

”اس امر کا کہ اس جانوس کو چھیڑا جائے۔!“

”بس عاموش رہو!“

”میں تو اب تک آگیا ہوں۔ اچھے بھلے دھندے سے لگے ہوئے تھے کہ یہ بابا ہم پر مسلط ہو گیا۔“ شہریار نے اوہڑ اوہڑ دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”انتہے میں بڑھا دیا اپس آگیا اور انہوں نے اسکی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار دیکھے۔!“

”واقعی اعمالات پچیدہ ہوتے جا رہے ہیں!“ اس نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”کیا ہوا....؟“ داؤد نے سوال کیا۔

”خان والا کے جس کرے میں تیمور کی لاش ملی تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر رامبراری میں ایک سائلنسر لگا ہوا پتوں بھی پرالما تھا۔۔۔ تیمور پر اسی سے فائز کیا گیا تھا۔۔۔ جانتے ہو وہ پتوں کس کا ہے؟“

207

”دونوں نے احتمون کی طرح سر ہلاز دیے....!“

”سردار و اجد کا!“

”نہیں!“ دونوں بوكھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”وہ سردار و اجد ہی کے نام سے رخصت کیا گیا تھا۔ پولیس نے پتا کالیا ہے لیکن ابھی تک سردار و اجد کا سراغ نہیں مل سکا!“

دونوں خشک ہونوں پر زبان بھیڑ کر رہ گئے۔

”معاملہ اور بھی الٹھ گیا ہے....!“ بوزھے نے کہا۔

”لیکن سوچنے کی بات ہے کہ وہ اپنے پتوں وہاں کیوں پھیک گیا۔۔۔!“ شہریار بولا۔

”عقل حیران ہے....!“ بوزھے نے طویل سانس لے کر کہا۔

”بھی نہیں ہو سکتا۔ واجد اتنا حمق نہیں ہو سکتا....!“

”سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے کی کیوں لگا!“ بوزھے نے کہا۔

”اب کیا ہو گا جتاب....!“ داؤد بھرا کی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں نہیں جانتا....!“

”کچھ سمجھے جتاب....!“ شہریار بولا۔

”تم کیا سمجھتے ہو.... میں فکر مند نہیں ہوں....!“

”لیکن آخر وہ جا سوں خان والا کیے جا پہنچا ہو گا!“

”نہایت آسانی سے.... ہنگ کا ہنگ سے آنے والا اگر یہ اُن کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ وہ خان والا کے فون پر اپنی رپورٹ دیتا تھا۔ اُس سے نمبر معلوم کر لیا گیا ہو گا۔ وہ اسی طرح پہنچ سکتا ہے خان والا تک اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں!“

”تو گویا اُس نے واجد کا پتوں چڑھا لیا۔ کام میں لایا اور وہیں ڈال گیا کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے!“

”میں بھی اسی تیجے پر پہنچا ہوں....!“ بوزھے نے کہا۔

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پانچوں نقاب پوش ہونے کے باوجود بھی پہنچان لئے گئے تھے!“ شہریار بولا۔

”عمران جانتا ہے کہ سربراہ کون ہے....!“
 ”لیکن انگلا نہیں کسی صورت سے....!“
 ”اب گرفت میں آیا تو اسے انگنا پرے گا.... کیونکہ اب خود میں ہی اُسے دیکھوں گا تم لوگوں
 کے بس کا نہیں تھا!“
 ”الیں پی تو آپ کا کلاس فیلو ٹھا شاہد!“

”نہیں.... مجھ سے بہت جو نہیں تھا۔ اس کا بڑا بھائی میرا کلاس فیلو تھا۔ بہت احترام کرتا ہے
 میرا.... کیا تمہیں اس سے کوئی کام ہے....؟“
 ”جی نہیں.... بس یونہی پوچھتا تھا....!“
 ”سنو.... اتنے معمولی ہمہ بے کے لوگ تو خود ہی دوڑ کر میرے پاس آتے ہیں اپنے کام
 کرنے کے لئے.... میرے کسی کام نہیں آسکتے!“

”مجھے علم ہے جناب.... چیف فنٹر....!“ داؤ نے جملہ پورا کرنا چاہا تھا لیکن وہ باتھ اٹھا کر
 بولا۔ ”بس! غیر ضروری باشیں نہیں!“
 داؤ نے سر جھکایا.... شہریار بھی دم بخود تھا۔ اور اُس نے بھی نظریں پیچی کر رکھی تھیں۔
 لیکن بوڑھا نہیں بغور ذکر کیے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا ”بن اب جاؤ.... مختار رہنا...
 پولیس تم سے واجد کے بارے میں پوچھتے تو صرف لا علیٰ ظاہر کر دینا.... زیادہ گفتگو کرنے کی
 ضرورت ہی نہیں.... اور اب میں عمران کی فکر کروں گا!“

”آپ مطمئن رہئے جناب.... ایسا ہی ہو گا۔“ شہریار بولا۔
 پھر وہ دونوں چلے گئے تھے اور بوڑھا سوئنکنگ چیز پر نیم فراز آگے پیچھے جھوٹا رہا تھا۔
 تھوڑی دیر بعد اُس نے میز پر رکھے ہوئے انٹر کوم پر کسی کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ ”تلن فی کو
 بیچج دو....!“

اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کرسی پر مسلسل جھوٹے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید
 فام بونا کرے نیں داخل ہووا۔
 ”لیں....! یور ہولی نس....!“ اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔
 ”بوڑے نے آنکھیں کھولیں اور اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔“ اُس لفافے کا ذکر بھی

”نہ پہنچانے جاتے اگر خان ضر غلام شجنی میں آگر انپی چاپک اندازی کی مہارت نہ دکھانے لگتا!“
 ”لیکن جناب....! اگر وہ سرکاری جاسوس ہے تو اُسے ہمیں گرفتار کر دینا چاہئے تھا۔ اس
 طرح کے کھلیل کیوں کھلی رہا ہے!“
 ”تم نہیں سمجھے....!“ بوڑھا مسکرا کر بولا۔
 ”نہیں جناب....!“

”وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے تمہاری صفوں میں ابتری پھیلانے کی کوشش کر رہا
 ہے۔ کیا بھی کچھ دیر پہلے تم دونوں یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ میں نے ہی افشاۓ راز کے خدشے
 کے تحت اُن دونوں کو ٹھکانے لگایا ہے!“
 وہ دونوں بوکھلا کر ایک دوسرے کی ٹھلی دیکھنے لگے۔ پھر شہریار ہکلایا ”انسانی.... ذذہبیں
 ہے جناب عالی.... مجھے معاف کر دیجیے....!“

”میں جانتا ہوں۔“ بوڑھا تھجھ اٹھا کر بولا۔ ”شیطانی و سوسہ تھا....“ تم دونوں میرے جان
 شاروں میں سے ہو.... لیکن وہ مکارا عظیم یہی سمجھتا ہے کہ اس طرح تمہیں میری طرف سے
 ہبھن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا.... اور سنو.... میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اُس نے واجد کو
 بھی ٹھکانے لگا کر اُس کی لاش غائب کر دی ہے۔ پسول اسی لئے وہاں ڈال گیا تھا کہ پولیس اُس کے
 ذریعے واجد تک پہنچ اور اُسے عدم پتہ پا کر اُس کی ملاش شروع کر دے۔ پولیس تو یہی سوچے گی
 کہ قتل کے بعد فرار ہوتے وقت پسول گر گیا ہو گا جسے اٹھانے کے لئے اُس نے دوبارہ وہاں پہنچے
 کی ہمت نہیں کی!“

”درست فرمائے ہیں جناب! ایسا ہی ہوا ہو گا.... لیکن وہ ہم میں ابتری نہیں پھیلا سکتا!“
 ”یہ تمہاری مستقل مزاہی پر مختصر ہے!“
 ”اب ہم اور زیادہ مختار ہیں گے!“

”وہ تمہارے توسط سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرنے گا۔ بالکل اُسی طرح جیسے میں یہ
 معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مکمل خارجہ کی خصوصی فیلڈ سروس کا سربراہ کون ہے.... اگر مجھے اُس
 تک نہ پہنچانا ہوتا تو وہ بھی کا ختم ہو چکا ہوتا!“
 ”درست فرمایا جناب....!“

مکہ نہیں سن جا سکا...!

اس نے اسے انگلش میں مخاطب کیا تھا۔

”میں نے سایدیٹ میل پر رکھ دیا تھا۔ یور ہولی نس...!“

”جسے تم نے گوئی ماری تھی وہ لڑکی نے سکتی دیر تک گفتگو کرتا رہا تھا۔!“

”لاش تک پہنچ کے بعد میں نے ان پر نظر رکھی تھی۔ لڑکی کو لفاظ الحکم اُسی نے دیا تھا۔ پھر دونوں نے اُس خط کو پڑھا تھا۔ پندرہ یا میں منٹ تک وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں اردو نہیں جانتا ورنہ ان کی گفتگو سے بھی آپ کو آگاہ کر دیتا۔!“

”گوئی مار کر تم وہاں سکتی دیر ہھرے تھے۔!“

”میں نے والی میں ایک سینڈ کی گفتگو سے بھی آپ کو آگاہ کیا تھی۔!“

”کیا تم نے محوس کیا تھا کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی بھی موجود تھا۔!“

”نہیں یور ہولی نس قلمی نہیں۔!“

”تم نے اپنا کام بڑی صفائی سے انجام دیا ہے۔!“

”شکریہ! یور ہولی نس...!“

”اچھا ب میں تمہیں اثر نہیں کروں گا...!“ بوڑھا اٹھتا ہو بولا۔

بوئے کے دانت نکل پڑے اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے شونخی چک لہرانے لگی۔!

”شکریہ... یور ہولی نس...!“ اس نے چکارتی ہوئی سی آواز سے کہا۔

وہ اُس کمرے سے چلن پڑے۔ بوٹا بوڑھے کے پیچے چلن رہا تھا۔ ایک راہداری سے گذرتے ہوئے اورپی منزل کے زینوں تک پہنچ۔

”میرا اثر نہیں منٹ بدیل گیا ہے... یور ہولی نس...!“ دفعتاً بونا بولا۔

بوڑھا چلتے چلتے رک گیا... اور اس کی طرف مژکر پوچھا ”کیا چاہتے ہو۔!“

”مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔!“

”لڑکی...!“ بوڑھے نے حرمت سے کہا ”تمہارے قدکی ہے۔!“

”نہیں... مجھے اپنے قد سے نفرت ہے... مجھے سے بہت اوپنجی ہے... مجھے بڑی چیزوں سے دل چھوٹی ہے.....!“

”توون ہے....؟“

”عامرہ... یور ہولی نس...!“

”وہ تمہیں زندہ دفن کر دے گی۔!“

”پچھے بھی ہو یور ہولی نس! اب تو میری زندگی کا مقصد ہی عامرہ ہے۔!“

”میں تمہیں خالع نہیں کرنا چاہتا!“

”اُس کے لئے میں جان دے سکتا ہوں۔!“

”لچھا... میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن تم ہی انہمار عشق کر دے گے۔ میں اسے یہ اطلاع نہیں دے سکتا۔!“

”مجھے تو صرف اجازت درکار ہے۔!“

”جاوہ اجازت ہے۔!“

”بُونا! چھلتا کو دتا ہوا مخالف سمت میں دوڑتا چلا گیا...! بوڑھا زینے طے کر کے اورپی منزل پر آیا اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک آدمی آرام کری پر نیم دراز تھا لیکن اسے دیکھ کر اٹھ گیا.... بوڑھا تھا اٹھا کر بیرونی سے بولا۔ ”بیٹھے رہو... خالی خوب احترام مجھے خوش نہیں کر سکتا۔!“

”میں آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا...!“ وہ افسر دیگی سے بولا۔

”مجھے حرمت ہے کہ بُونس میں ہو کر اسی باتیں کر رہے ہو۔!“

”میں نے ہمیشہ صاف قسم کا بُونس کیا ہے۔ اس لئے معافی چاہتا ہوں گا۔“

”احقانہ باقی نہ کرو... ہر سال لاکھوں روپے تک کے بچاتے ہو اور پیدا سائی بھی چتائے ہو... حکومت کو دھوکہ دیتے ہو۔ یہ بڑا کام ہے۔!“

”آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے جگاب۔ اوہ اور بات ہے.... لیکن جرس...!“

”جرس شریف کہو۔ ادب سے نام لو۔!“

”وہ ہنسنے لگا اور بوڑھا یک بیک گزر کر بولا ”میں تمہیں خاک میں ملا سکتا ہوں سیٹھ غنی۔!“

”وہ کس طرح جناب عالی....!“

”تمہارا وہ اکاؤنٹنٹ میرے قبضے میں ہے جو پچھلے ہفتے اچاک غائب ہو گیا تھا۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حسابات کے رجسٹروں سمیت غائب ہوا تھا۔!“

دفعہ ایسٹھ غنی کے چہرے پر ہوا بیان اڑنے لگس۔

"جج... جی کیا مطلب....؟"

"میں صدیقی اکاؤنٹنٹ کی بات کر رہا ہوں۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حبابات کے رجistro
کا حوالہ دے رہا ہوں۔؟"

"اگر وہ آپ کے پاس ہے تو آپ نے ایک غبن کرنے والے کو پناہ دے رکھی ہے۔
یہ جرم ہے....؟"

"اگر یہ جرم ہے تو جاؤ پولیس کو اطلاع دے دو۔ مجھے کوئی اعزازی نہ ہوگا!"

سیٹھ غنی تھوک نگل کر رہا گیا... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اُس کے جسم کا سارا انون
پھوڑا یا ہو۔ بے لبی سے بوڑھے کی طرف دیکھ جا رہا تھا۔

"تم لوگ پتا نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔ اچرس سے اس طرح بد کتے ہو۔ ارے چرس کی تقسیم
میرا اُمن کا مخصوصہ ہے۔ مجھے جگ و جمال سے نفرت ہے۔ لیکن جب سے آدمی نے جنم لیا ہے یہ
دشوار مسئلہ دریش ہے۔ بڑے بڑے پیغمبر اور دھرماتھا دنیا میں آئے لیکن وقتی اُمن سے آگے نہ
بڑھ سکے۔ لیکن میرا مخصوصہ غیر قابل اُمن کو جنم دے گا!"

"لک... کیا مخصوصہ...؟"

"دنیا کے ایک ایک فرد کے ذہن کو غندگی طاری کر دینے والے نشوں کا عادی بنا دو۔ دنیا
جنت بن جائے گی!"

"بڑی عجیب بات ہے!..."

"عجیب نہیں ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔ اچھاتم نے کبھی کوئی خواب آوردہ اسلام
استعمال کی ہے!"

"جی ہاں... کبھی کبھی ضرورت پڑ جاتی ہے!..."

"میاں کے استعمال کے دوران میں کبھی تمہیں غصہ آیا...؟"

"جی نہیں... اعصاب اتنے سکون ہو جاتے ہیں کہ کوئی بھی جذبہ متحرک نہیں ہو پاتا!"

"بالکل ٹھیک! وہ انگلی اٹھا کر بولا" میں لوگوں کے اعصاب کو مستقل طور پر سکون بخدا چاہتا
ہوں میری چرس کی بیکی خصوصیت ہے!..."

"آپ بھی اپنے امن کے منصوبے سے فیض یاب ہوتے ہیں یا نہیں۔؟"

"مجھے تو نہ ہی نہیں ہوتا۔ خواہ کچھ بھی استعمال کر داں۔!

"یہ بھی عجیب بات ہے!..."

"لیکن اُس کے باوجود بھی نہ مجھے وہم گھیرتے ہیں اور نہ غصہ آتا ہے!..."

"آپ مجھے بلک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں!..."

"کیوں نہ کروں... اگر تم کوئی قانون پسند اور شریف آدمی ہوتے تو ہر گز نہ کر سکتا۔"

"اگر میں آپ کی بات ماننے سے انکار کر دوں تو!..."

"صدیقی اکاؤنٹنٹ اصل حبابات کے ساتھ متعلقہ آفسر کے پاس پہنچ جائے گا!"

"آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں!..."

"بکواس مت کرو... میرے تمہارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جس کی بناء پر تم سے
ذمہ دار کر سکوں...!"

سیٹھ غنی نے تختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پیشانی پر پہنچنے کے قطرات
نمودار ہوتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مجھے منظور ہے!"

"قانون کے محافظوں کی پرواہ مت کروں... اُن سے میں پہنچا ہی رہتا ہوں اور یہ میری
ذمہ داری ہوگی۔ مجھے صرف گاڑیوں کی ضرورت ہے۔ اگر کبھی کوئی پکڑی گئی تو اس کی پوری قیمت
اواگردوں کا۔ ڈرامیوں اگر پکڑا گیا تو اس کے کنہے کے اخراجات کی ذمہ داری بھی میری ہو گی!"

"میری گاڑی پکڑی گئی تو بدنای میری ہو گی۔ ڈرامیوں کا کوئی نام نک نہیں لے گا!"

"لیکن اگر نیکس کی چوری پکڑی گئی تو....؟"

"مم... میں تیار ہوں...!"



بونا دبے پاؤں جا کر اُس کے پیچے کھڑا ہو گیا۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک اسٹول پر بیٹھی باہر
پھیلے ہوئے اندھرے میں گھورے جا رہی تھی۔ بونا خاموش کھڑا رہا۔ عامرہ اُس سے بے خبر کسی

بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

دفعاتہ بونا کھکھرا تھا۔ وہ چونک کر مڑی اور آنکھیں سکوڑ کرنے دیکھنے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر احتراماً جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ ”اس طرح انجازت حاصل کئے بغیر اندر آنے کی معانی چاہتا ہوں۔“

”غیر ضروری باتیں مت کرو... مدعا میان کرو... کیوں آئے ہو۔“ وہ خشک لبجے میں بولی۔

”پھول اگر بھوزے سے یہ پوچھے تو اسے کیا کہنا چاہئے۔“

”پھول... بھوزا...!“ وہ آنکھیں پھاڑ کر بولی اور ان کی دیرینی کی پکھ اور زیادہ ہو گئی۔

”تم میرا منظکہ اڑاؤ۔“ لیکن میں اپنے دل کو کیا کروں۔!

”کیا کواس کر رہا ہے...! میں کچھ نہیں سمجھی۔“

”جب کوئی مجھ پر ترس کھاتا ہے تو میں اپنی توہین محسوس کرتا ہوں۔ لیکن تم سے درخواست کروں گا کہ مجھ پر ترس کھاؤ۔“

”اچھا کھاری ہوں ترس... پھر...!“

”میرے ساتھ چلو...!“

”کہاں چلوں...؟“ عامرہ کے لبجے میں حیرت تھی۔

”میرے کرے میں۔!“

”دہاں کیا ہے...؟“

”میرا مذاق مت اڑاؤ... مجھ پر رحم کرو...!“ بونا گلوگیر آواز میں بولا۔

”ارے...!“ عامرہ متھیر انداز میں اپنی کی طرف جھکتی ہوئی بولی۔ ”تم رو رہے ہو۔“

”ہاں میں تمہارے سامنے رہا ہوں... ورنہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بچپن سے اب تک کبھی رو تے دیکھا ہو۔“

”اوہ... میں سمجھ گئی... مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے!“

”کیوں نہیں... کیوں نہیں... میری زندگی تو تم ہو...!“

”اچھا... آؤ... تم میرے کرے میں چلو... میں تمہارے کرے میں نہیں جاؤں گی۔!“

”کہیں بھی نہ چلو... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا!“ بونے کی آواز میں چکار پیدا ہو گئی۔

”میری انگلی پکڑ لو...!“ عامرہ بڑے پیارے بولی۔
اس نے پہلے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ پھر انگلی پکڑ کر کسی نہیں سے بچے کی طرح اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

”یہ بھوٹ کس نے چڑھایا ہے تمہارے سر پر...!“ عامرہ نے سوال کیا۔
”جب سے تمہیں دیکھا ہے یہی حال ہے۔!“

”عامرہ اُسے پر تشویش نظرؤں سے دیکھتی ہوئی بولی“ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہوں۔!

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میری زندگی ہو...!“

”لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہاری موت ہوں۔!“

”کچھ بھی ہو...! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں زندہ سکتا۔!“

”تحوڑی دیر بعد اس قسم کا کوئی فیصلہ کرتا...!“ وہ اُس سیت ایک کرے میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔

”یہ ایک خاصا بڑا کرہ تھا۔ اور خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا...“ بونا حیرت سے چار بڑی طرف دیکھنے لگا۔ شائد پہلی بار یہاں تک رسائی ہوئی تھی۔

”بیٹھ جاؤ...!“ عامرہ ایک کری کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

”وہ سیٹ پر دونوں ہاتھ تیک کر اچھلا تھا اور بیٹھ گیا تھا۔ عامرہ اُسے پر تشویش نظرؤں سے دیکھتی رہی۔

”میں ہمیشہ تمہارا غلام رہوں گا!“ لکل فی بولا۔

”پہلے مجھے سمجھنے کی کوشش کرو!“

”کس طرح سمجھنے کی کوشش کروں... اور پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے اُتم جیسی بھی ہو... میں تمہیں قبول کرتا ہوں۔!“

”وہ مضمون انداز میں اُسے دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی... پھر انھی اور بستر کے قریب والے پردے کے پیچھے چل گئی... لکل فی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پردے کی طرف دیکھتا رہا۔

”تحوڑی دیر بعد وہ پھر دکھائی دی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک ٹوکری تھی جسے کرتے کے وسط میں رکھ کر وہ پھر اس کے قریب آکھڑی ہوئی۔

”تلن فی....!“ اُس نے نرم لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔
”اب کیا کہو گی....؟ اس نوکری میں کیا ہے!“
”میں جانتی ہوں کہ اجادت حاصل کے بغیر تم نے میرے پاس آنے کی جرأت ہرگز نہ کی
ہو گی!“

”ٹھیک ہے.... مجھے اجادت مل گئی ہے!“
”اچھا ٹھہر دو.... پہلے میں معلوم کرلوں کہ قصہ کیا ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم خواہ خواہ
ضائع ہو جاؤ!“

اس نے آگے بڑھ کر بیڈ سائینڈ نیبل والے فون پر ایک ہندسہ ڈائل کیا اور ریسیور کان سے
لگائے کھڑی رہی۔ پھر بولی ”یہاں تلن فی میرے کمرے میں موجود ہے!“
”کام کا آدمی ہے.... ضائع ہو گیا تو مجھے افسوس ہو گا!“ دوسری طرف سے بوڑھے کی
آواز آئی۔ ”تم ہی سمجھانے کی کوشش کرو!“

”اوکے....!“ کہہ کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور تلن فی کی طرف مڑی۔
”اب تو اطمینان ہو گی۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”ہاں اطمینان ہو گیا.... اب ایک تماشہ بھی دیکھ لو....!“ عمارہ نے کہا اور نوکری کے
قریب آگئی۔ جھک کر اُس کا ڈھکنا اٹھایا تھا۔ کمرے کی محدود غذا میں سانپ کی پھیپھی کار گونج کر رہ
گئی.... نوکری میں ایک بڑا سا کوڑا پھن اٹھائے آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا!

تلن فی بوکھلا کر کری پر کھرا ہو گیا۔ ادھر عمارہ دوزافو ہو کر نوکری کے قریب بیٹھ گئی تھی۔
”ارے.... ارے.... یہ کیا کہر ہی ہو!....!“ وہ کری پر پاگلوں کی طرح اچھلا ہوابول۔

مارہ آہستہ آہستہ اپنا چہرہ سانپ کے پھن کے قریب لے جا رہی تھی۔ سانپ نے جھپٹ
کر اُس کے گال پر پھن مارا اور وہ ”سی“ کر کے پیچھے ہٹ گئی اور ڈسے جانے والے گال کو دو ٹوں
ہاتھوں سے دبائے فرش کی طرف جھکتی چلی گئی۔ تلن فی حق چھڑا چھڑا کر چھینے جا رہا تھا۔

اچانک سانپ کا پھن ڈھیلا پڑنے لگا.... اور وہ نوکرے سے فرش پر پھیلتا جا رہا تھا.... اور
پھر وہ بالکل ہی ساکت ہو گیا۔

پھر تلن فی نے عمارہ کی نیلی ہنسی سنی.... وہ فرش سے اٹھ کر کھڑی جھوم رہی تھی۔

”تم نے دیکھا....!“ وہ تلن فی کی طرف انگلی اٹھا کر بولی ”مجھے ڈس کر خود مر گیا.... کیوں
مر گیا.... میرے زہر کی وجہ سے.... اور اُس کے زہر سے مجھے صرف نشہ ہوا ہے.... کیا
مجھے.... جاؤ بھاگ جاؤ.... مجھے تم پر حرم آ رہا ہے!“

”یہ.... یہ....!“ تلن فی بکلایا تھت.... تمہارے زہر سے مر رہا ہے!“

”ہاں.... میں اتنی زہر ملی ہوں.... اور نشہ کے لئے اس طرح سانپ کا زہر استعمال کرتی
ہوں.... سانپ کے زہر کے علاوہ مجھے اور کسی چیز سے نشہ نہیں ہوتا۔ ایک بار کاڈ ساجانا گھٹشوں
کے لئے کافی ہوتا ہے۔ بھاگ جاؤ!“

تلن فی نے کرسی سے چھلانگ لگائی تھی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ عمارہ کے نشے میں
ڈوبے ہوئے قہقہے کر کے میں گو نجھے رہے۔



وہ دو سوچے تک سوتی رہی تھی۔ لیکن عمارہ نے اُسے جگایا نہیں تھا۔ خود ہی بیدار ہوئی تھی
اور آنکھیں کھلتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔ عمارہ دوسرے کمرے سے اُس کی سنیکیاں ستارہا لیکن
دخل اندازی نہیں کی تھی۔ خود ہی خاموش ہوئی اور کمرے سے نکل آئی۔

”پچھے طبیعت منجلی!...!“ عمارہ نے پوچھا۔

”ہاں.... پہلے سے بہتر ہوں!...!“ اُس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔
”خود کو سنبھالائے!“

”نور اتوکسی کو بھی صبر نہیں آ جاتا۔“ وہ جھنگلا کر بولی۔ ”میرا تو اب زندہ رہنے ہی کوئی
نہیں چاہتا۔ مگر اُس ذلیل سے نپنے کے لئے زندہ رہوں گی جو ان حرکتوں کی پشت پر ہے۔؟“

”مجھے آپ سے ایسے ہی حوصلے کی توقع ہے!“

”اور کچھ معلوم ہوں!“

”بادہ بجے تک تفصیل معلوم ہو سکے گی! اُس آپ جلدی سے تیار ہو جائیے۔ گاڑی باہر کھڑی
ہے۔ وہیں چل کر ناشستہ کریں گے!“

"اب کہاں چنانے ہے۔!"

"کسی بہتر جگہ..... نہیں تو نہیں پڑے رہیں گے.....!"

"میرے لئے اس بے کوئی فرق نہیں پڑتا کہیں بھی رہوں.....!"

"وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ سیاہ رنگ کی مریضہ زیر کھڑی نظر آئی۔"

"اب پھر اندر چلے....!"

"کیوں؟ کیا گاڑی دکھانے کے لئے باہر لائے تھے۔!"

"بھول گیا تھا کہ ہمیں میک اپ کے بغیر باہر نہ نکلا چاہئے۔!"

"کیا وہ لوگ ایسے ہی ہیں کہ سنارے شہر میں لوگوں پر نظر رکھ سکیں۔!"

"فی الحال احتیاط۔ ہمیں یہی فرض کر لینا چاہئے۔!"

قریباً ایک گھنٹہ اس کام میں صرف ہوا تھا اور غزالہ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر محیر رہ گئی تھی۔

"تم تو واقعی بڑے باکمال آدمی ہو۔! اس نے نہ کہا"میں خود بھی اپنے آپ کو نہیں

پہچان سکتی اور تمہاری شکل بھی بالکل بدلتی ہے۔!"

"مجھے اسی حرکت سے وحشت ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کے بغیر کام بھی نہیں چلا۔"

"آن کے فرشتے بھی ہمیں سہ پہچان سکیں گے.... اور میں ایک کی بوئیاں نوچوں گی۔!"

جوش سرست سے اس کی آنکھیں چکنے لگیں۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے انہیں اشارت کیا۔ غزالہ اسکو بڑے غور سے دیکھ جادی تھی۔

"تم نے آخر مجھے یوریشن کیوں بنادیا ہے۔! اس نے تھوڑی دری بعد سوال کیا۔!

گاڑی سڑک پر نکل آئی تھی اور اس کا رخ شہر کی طرف تھا۔

"جہاں ہم چل رہے ہیں۔ وہاں بھی ایک سفید قام غیر ملکی عورت موجود ہے۔ آپ بے جوز

نہیں لگیں گی۔!"

"وہ کون ہے۔....؟"

"میری ایک جانے والی۔....!"

"اور تم کچھ کر چکنے نہیں ہو....!"

"آپ کا خیال درست ہے۔....!"

"تمہارا اصل نام کیا ہے۔!"

"مجھے یاد ہی نہیں کہ میرا اصل نام کیا تھا۔!"

"لیکن چہرے پر حباقہ کیوں طاری کئے رہتے ہو۔!"

"طاری کئے رہتا ہوں۔!" عمران نے حیرت سے حیرت سے کہا۔ "کمال کرتی ہیں آپ بھی اسے خدا نے شکل ہی ایسی بنائی ہے۔!"

"میں یقین نہیں کہ سکتی کیونکہ میں نے تمہیں جنگل والی عمارت میں ان لوگوں سے لڑتے بھی دیکھا تھا۔ اس وقت تمہاری شخصیت بالکل بدلتی گئی تھی۔!"

"غرتے وقت کتوں کی بھی بدلتی ہے۔!"

"تم بہت مذر ہو۔.... تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ مقابلہ کرنے آدمیوں سے ہے۔!"

"کوئی کتاب غصب ناک ہو جانے کے بعد یہ نہیں دیکھتا۔!"

"خود کو کتابیوں ٹابت کئے جادہ ہے ہو۔!"

"ٹابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں سب کچھ عیاں ہے۔!"

"یعنی آخر کار تم بھی دھوکہ دو گے۔....!"

"کتنے دھوکا نہیں دیا کرتے۔ لیکن دھوکے والی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!"

"کچھ نہیں۔.... یونہی زبان سے نکل گیا تھا۔ ایسے حالات میں خود اپنی ذات پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔....!"

"لیکن اس کتنے کی ذات پہچان لجھے ادھوکا اس کی بر شست میں نہیں ہے اگر آپ کے ڈیڑھ زندہ ہوتے تو حسپ و عده پورے خلوص کے ساتھ انہیں اس جگہ سے نکال لینے کی کوشش کرتا۔!"

یک بیک وہ پھر مضخل ہو گئی۔ شہر پہنچ کر گاڑی کا رخ اُس علاقے کی طرف ہو گیا تھا جہاں اور پری طبقے کے لوگ آباد تھے۔ لئے ودق لائن والی بڑی بڑی عمارتیں تھیں اور دن کے وقت بھی

ایسا سنا تھا کہ اسی تھا جیسے آدمی رات گزر گئی ہو۔ اگر بعض سڑکوں پر کچھ گاڑیاں دوڑتی ہوئی نظر نہ آتیں تو ایسا لگتا جیسے وہ کسی شہر کی تصویر کا کوئی جزو بن کر رہ گئے ہوں۔....!

ایک بڑی عمارت کی کمپاؤٹ میں ان کی گاڑی بھی داخل ہوئی اور سیدھی پورچہ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

کیونکہ ان نے بارے میں یہاں کے لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے!“

”نشیات کی اس گنگ کا شہر کیا جاتا ہے ان پر... لیکن پولیس آج تک ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکی!“

عمران نے ان دونوں ناموں پر نشان لگائے تھے!

”کتیا کے بچوں کا کیا قصہ تھا...!“ خاور بولا۔

”یاد تم بھر میرے جذبات کو ٹھیں، بچپنے کی کوشش کر رہے ہو...!“ عمران نے اسامنے بنا کر بولا۔

”مشر ایڈ مز عمران کے بچے کہو...!“ جولیا بول پڑی۔

”تم کیوں جلتی ہو... لاکھ مسلمان سہی دوسری شادی نہیں کر سکتا!“ عمران لڑاکی عورتوں کے سے انداز میں بولا۔

”شتاپ...!“ کہہ کر جولیا اس کمرے سے چل گئی۔

”یہ خواہ نخواہ سر ہو رہی ہے...! ہونہے...!“ عمران ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

”تو تم نہیں بتاؤ گے...!“ چوہاں نے کہا۔

”ابھی بچوں کو جوان ہونے دو...!“

”کہیں تمہارا نشان بابا سگ پرست تو نہیں!“ خاور بولا۔ ”یہ تیوں مرنے والے بھی اس کے عقیدت مددوں میں سے تھے!“

”بابا سگ پرست کے پاس ایک بھی دیسی کتیا نہیں ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ معاملہ دیسی کتیا کے بچوں کا ہے!“

”اور جنہے حب الوطنی کے تحت تمہیں بابا سگ پرست کی یہ حرکت ناگوار گزرا ہے کہ اس کے پاس دنی کتے نہیں ہیں!“

”جودوں چاہے سمجھ لو...!“

”خیر... دیکھیں گے... مجھے کا بجٹ کتابخی کی نذر ہو رہا ہے!“

عمران کے چہرے پر ایسا تاثر نظر آیا تھا جیسے کسی طرح بھی اصل بات بتادیے پر ہرگز آمادہ نہ ہو گا۔ وہ دونوں خاموشی سے اُسے دیکھتے ہے۔

”محکے کے بجٹ کی فکر ہے تمہیں اسی لئے گھر سے یہاں تک اتنا پڑوں پھونک دیا!“ عمران

برآمدے میں ایک سفید قام عورت نے ان کی پذیرائی کی تھی۔

”جو لیا نافردا ہے!“ عمران نے تعارف کرایا۔ ”اوہ یہ مس غزالہ جیلانی ہیں!“

جو لیا نے پہ تپاک خیر مقدم کیا تھا۔ غزالہ کی ٹریجڈی سے واقف تھی۔ اس لئے اُسے عمران کے ساتھ دیکھ کر نامناسب روایہ اختیار نہیں کیا تھا۔ وہ لباس کی حد تک اچھی

تک مددوں نہیں بن سکی تھی۔ شلوار سوت یا ساری استعمال کرتی تھی۔ لیکن اُس وقت بلاوز اور اسکرک پہننی پڑی تھی۔ سخت الجھن محسوس کر رہی تھی۔ پنڈلیاں نیکی تھیں۔

کھانے کی میز پر خاموشی نہیں رہی۔ قرباً ساڑھے بارہ بجے چوہاں اور خاور آئے تھے۔ غزالہ آرام کرنے دوسرے کمرے میں جا چکی تھی۔

”کیا خبر ہے...!“ عمران نے خاور سے پوچھا۔

”کوئی خاص نہیں! جس کاریو اور تھاوس کی تلاش جاری ہے.... سردار واحد نام ہے۔

”یہ تو بے حد خاص ہے!“ عمران نے کہا۔ ”یہ نام سینھ جیلانی کے قریبی دوستوں کی فہرست میں موجود ہے!“

”اور دوسری خبر یہ ہے کہ ابھی تک واضح طور پر یہ نہیں معلوم ہوا کہ خان ضر غام کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ علامات زہر کی ہیں۔ لیکن بعد میں زہر کا سراغ نہیں ملا۔ ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا کہ زہر جسم میں کس طرح داخل ہوا...!“

”اس کی فکرنا کرو... پولیس کس رقارے کام کر رہی ہے!“

”کام تو ٹھیک ٹھاک ہتی ہے۔ لیکن زیادہ بار یہ بی بی سے کام نہیں لیا جا رہا۔ تین دوست مختلف ذرائع سے مارے گئے۔ ایک غائب ہے... اب اُن سے پوچھ چکھ کی جا رہی ہے جو نزد یک یا دوسرے دوستوں کے ذمہ میں آتے ہیں!“

”میرے پاس بھی چھ سات نام ہیں!“ عمران بولا۔ چوہاں نے اپنی جیب سے ایک فہرست نکالی اور کئی نام لینے کے بعد بولا۔ ”پولیس اب تک ان لوگوں سے پوچھ چکھ کر چکی ہے!“

عمران نے بھی غزالہ کے لکھے ہوئے نام نکالے تھے۔

”یہ دونام... انھیں ان ایک بھگے انگلی رکھتا ہوا بولا۔ اس سلسلے میں اہم معلوم ہوتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بڑا لای۔

”ہمیں ایکس ٹو سے ہدایت مل چکی ہے کہ یہیں شہر ہے...!“

”اوہ مجھ پر رعب جمانے کی بھی ہدایت ضرور تی ہوگی!“

”نہیں... جناب کے احکامات بجا لائیں...!“ خاور آنکھ مار کر بولا۔

”آنکھ مارنے کا شکر یہ...!“ عمران نے بڑی لباہت سے کہا۔

”لہذا فرمائیے کہ کیا حکم ہے ہمارے لئے...!“

”فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ مجھے اپنی نگرانی میں رکھو...!“

”کیا مطلب....!“

”بے حد چالاک اور باخبر لوگ ہیں۔ ایکس ٹو کے بارے میں جانتا چاہتے ہیں۔ دو بار ان کے ہتھے چڑھ چکا ہوں۔ تیسرا بار نہیں بخشیں گے!“

”یعنی اب جناب کے باڑی گارڈز کے فرائض انجام دینے پریں گے ہم کو...!“

”یہی سمجھو لو... لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ انہیں تمہارے باڑی گارڈز ہونے کا شہر بھی نہ ہو سکے۔ ابھی تک تو وہ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ میں یہاں تھا ہوں۔ پہلی پار قابو میں کر کے چھوڑ دینے کا مطلب سی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے متعلق اندازہ لکھنا چاہتے تھے۔!“

”میں سمجھ گیا!“ چوہاں سر ہلا کر بولا ”ہمارے توسط سے ہمارے چیف تک پہنچنا چاہتے ہیں۔!“

”اسی طرح جیسے میں جیلانی کے توسط سے اصل آدمی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تم نے ان دونوں کو دیکھا بھی ہے یا نہیں۔!“

”کن دونوں کو....!“

”شہریار اور داؤ کو....!“

”نہیں... لیکن ان کی قیام گاہوں سے واقف ہیں۔!“

”اُرے شہرو...!“ خاور چوہاں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”وہ ہمارے چیف کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ حضرت کتوں کو پچھے جو ناتے پھر رہے ہیں۔ کیا بات ہوئی۔!“

”یہ اس پکر میں مت پڑو... جو کہہ رہا ہوں اُس پر دھیان دو... مجھ سے بھی جو کچھ کہا گیا تھا وہی کیا ہے۔ میں نے... میں نے اُس سے یہ تک نہیں پوچھا کہ اُس کے بعد کتنا سے کیا

سلوک ہوتا چاہئے۔!“

”خیر... خیر... تم یہ بتاؤ کیا اسی میک اپ میں مستقل طور پر رہو گے...!“

”کسی تبدیلی سے پہلے تمہیں مطلع کر دوں گا۔!“ عمران نے کہا۔

وہ دونوں اُس کرے سے چلے گئے تھے۔ عمران ویس بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جو لیا آئی اور

قریب ہی کھڑی اُسے گھوڑتی رہی۔

”اس لڑکی کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے۔!“ اُس نے تھوڑی ذیر بعد سوال کیا۔

”بُن یہی کہ ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔!“

”ایکس ٹو نے مجھے بھی یہیں رکے رہنے کو کہا ہے۔!“

”مجھے اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔!“

”اس لئے کہ مجھے تمہارا پابند رہنا پڑے گا۔!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی اور عمران نے مسکرا کر

کہا۔ ”کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے بھی ہوتا آیا ہے۔!“

”مجھے کیا کرنا ہو گا۔!“

”لوگ کی دلیچہ بھال... اسی عمارت تک مدد و درہ کر اعادت سے باہر قدم بھی نہیں نکالو گی۔!“

”لڑکی زیادہ تر تمہارا ہی ذکر کرتی رہی تھی۔!“

”دوسروں کی نالا نکتی کی ذمہ داری مجھ پر تو نہیں۔!“

”تم اس معاملے میں محتاط نہیں رہتے۔!“ وہ تیر لجھ میں یوں ”لوگ خواہ خواہ غلط فہمی میں

بتلا ہو جاتے ہیں۔!“

”پا نہیں کون لوگ ہیں۔ مجھ سے تو ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔!“

”جہنم میں جاؤ...!“ وہ پھر بھٹاکر وہاں سے چل گئی۔!

شام کو عمران وہاں سے تمہارا نہ ہوا تھا۔ مریضہ بیگم کاڑی اب بھی اُس کے پاس تھی۔ ذرا ہی

دیر میں اُس طویل و عریض عمارت کی طرف جا لگا جہاں بابا سگ پرست کا قیام تھا۔ کاڑی کی رفتار

کم کر دی تھی۔ کپاڈنڈ کے چھانک کے قریب بکھن کر کاڑی کے انجمن نے غیر معمولی شور مچیا تھا اور

بند ہو گیا تھا۔ وہ بیچے اتر اور بونٹ اٹھا کر انجمن کا جائزہ لیئے لگا۔ سڑک کی دوسری طرف ایک اعلیٰ

درجے کا رسیشور ان تھا جس کے قریب اُس نے خاور کی کاڑی رکتے دیکھی۔

میں گھس آیا تھا۔ اندر داخل ہو کر لڑکھرایا اور منہ کے مل فرش پر گر گیا۔
یہ ایک سرخ و سفید بونا تھا۔ قد تین فٹ سے زیادہ نہ رہا ہو گا! قریب کھڑے ہوئے ویژہ
نے اُسے دوبارہ اٹھنے میں مددوی تھی۔ لوگ کرسیوں سے اٹھ کر اُسے دیکھنے لگے تھے۔
”ارے.... یہ تو لعل فی ہے....!“ قریب کی میزو والے نوجوان نے کہا۔
”کیا تم اُسے جانتے ہو۔!“ لڑکی نے پوچھا۔
”وہ بھی مجھے جانتا ہے....!“ نوجوان بولا۔
ویژہ نے اُسے اٹھا کر کاؤنٹر کے قریب والے اشلوں میں سے ایک پر ٹھاڈا یا تھا۔
”کیا اس حد تک جانتے ہو کہ تمہارے مدعا کرنے پر ہماری میزو پر آجائے!“ لڑکی نے
کہا ”میں نے آج تک بونے کو بولتے نہیں سن۔!“
”غلط کہہ رہی ہو۔ ابھی پچھلے ہی دنوں سر کس میں....!“
”میرا مطلب ہاخدوں میں نے کبھی کسی بونے سے گفتگو نہیں کی!“
”ذرا سے اشدار پر چلا آئے گا۔ کیونکہ تم اس میزو پر موجود ہو۔!
”میں نہیں سمجھی۔!“
”عورتوں کا رسیا ہے.... فراشی ہے نا....!“
”فراشی....!“ لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔
”اور یورپ کی کئی زبانیں بول سکتا ہے۔!
”تو پھر اسے بلاو۔!“
نوجوان اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ بونے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنی طرف
 متوجہ کیا تھا۔ کچھ کہتا رہا تھا پھر اپنی میزو کی طرف اشدار کیا تھا۔ وہ مز کر دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے
 میں وہ اشلوں پر سے کوڈ پڑا تھا۔ عجیب ساتھ تھا اُس کے چہرے پر۔۔۔ دونوں تیزی سے میزو کے
 قریب آئے تھے۔
نوجوان نے تعارف کرایا۔ ”من روزی.... اور موسیو لعل فی....!“
اُس نے لڑکی سے مصافحہ کیا اور بولا ”لعل فی نام نہیں ہے.... خواہ جوہا کہلاتا ہوں.... اب
اتنا چھوٹا بھی نہیں ہوں.... ریٹکی رو لان نام ہے۔!“

پندرہ منٹ تک وہ ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا جیسے انہن کی خرابی دور کر دینے کی سعی کر رہا ہو۔
لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ سلاخوں دار چھانک سے کپاڈ تک کے اندر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ کپاڈ تک میں
کوئی نہ دھائی دیا۔ حقیقت کو کوئی سنا بھی نہیں۔ ویسے اُس کی معلومات کے مطابق اُس عمارت میں
درجنوں کے موجود تھے۔ ایک آدمی کو تو کپاڈ تک میں ہوتا چاہئے تھا۔ پندرہ منٹ کے عرصے میں
اُس نے کسی کے کو بھوکتے بھی نہیں سنائا۔ یہاں کی دوسری عمارتوں کی طرح یہ عمارت بھی
بسنان معلوم ہوتی تھی۔

وہ گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا۔ اب ان اطراف میں رکنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ انہیں اچھیل جانے
کے بعد اُس نے گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ اور پیدل اُسی عمارت کی طرف پلٹ پڑا۔ اب تو اصر
کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ چھانک کے آس پاس پندرہ میں گاڑیاں کھڑی نظر آئیں۔ کچھ گاڑیوں میں
ڈرائیور بھی موجود تھے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ سوچا تھا اُس پر عمل کرتا فی الحال دشوار ہو گیا
تھا۔ جس جگہ سے کپاڈ تک دال پر چڑھ کر ایک گھنے درخت تک پہنچتا ہوا ہاں ہی دو گاڑیاں کھڑی
تھیں۔ اور ان کے ڈرائیور اوچی آوازوں میں نہ صرف گفتگو تھے۔ عمران نے ٹھہڈی سانس لی۔ اور
سڑک پار کر کے ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ تاد قیکل گاڑیاں وہاں سے ہٹتے جاتیں وہ اپنی اسکیم
کے مطابق آغاز کارناہ کر پاتا۔ لہذا اُسے حالات کے بدلنے کا انتظار تو کرتا ہی تھا۔
ریستوران میں داخل ہوا۔ بہتری میزوں خالی پڑی تھیں.... ایک کھڑکی کے قریب والی
میز منتخب کی۔ یہاں سے سالمے والی عمارت کے چھانک پر تو نظر رکھی۔ سکتا تھا کہ کب کوئی نی
گاڑی آئی اور کون سی رخصت ہو گئی۔

ریستوران کا ماحول خوش گوار اور طہانیت بخش تھا۔ مدھم مدھم سی روشنی میں بلکی مو سیقی
بڑی خوش گوار لگ رہی تھی۔ مو سیقی کا آہنگ اتنا بھی بلند نہیں تھا کہ آس پاس کی دوسری آوازیں
نہ سن سکتا.... قریب ہی کی میزو ایک خوبصورت جوڑے کے قبضے میں تھی۔ دونوں ہی جو ان اور
زندگی سے بھر پور نظر آتے تھے۔ لڑکی بات بات پر تھبٹے لگا رہی تھی.... عمران کبھی مو سیقی کی
طرف توجہ دیتا اور کبھی ان کی باتیں سننے لگتا۔ ویژہ نے جلد ہی اُس کی میزو کا رخ کیا تھا۔ اپنا آرڈر
پیش کر کے عمران نے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور سکھیوں سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔
اچانک ایک چھوٹا سا آدمی چھانک سے برآمد ہوا تھا۔ اور دوڑ کر سڑک پار کر تاہو اور ریستوران

پھر وہ اچھل کر اس کرنی پر بیٹھ گیا جس سے نوجوان اٹھا تھا۔ نوجوان دوسری کرنی پر بیٹھ گیا۔ بونا بڑی ندیدی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ پھر وہ لڑکی سے بولا۔ ”مس روزی! میں اس وقت بہت بد حواس ہوں۔۔۔ ورنہ بڑے خوش گوار انداز میں ہماری یہ ملاقات ہوتی!“

”تم بد حواس کیوں ہو موسیور والاں...!“ نوجوان نے پوچھا۔

”تم بھی بد حواس ہو جاؤ گے مسٹر ندیم اگر کسی عورت کو موت کے روپ میں دیکھ لو!“

”زارے واہ... بڑی عجیب بات کہی تم نے...!“ لڑکی ہنس کر بولی۔

”میں نے دیکھا ہے۔ قسم کھا سکتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ ایک ایک کاماتھ پکڑ کر اُس کے بارے میں بتاتا پھر وہ...!“

”ضرور بتاؤ... ہم سنیں گے...!“ نوجوان نے کہا۔

”سانپ نے اُسے ڈسا اور خود مر گیا!“

”شاعری کر رہے ہو۔!“ لڑکی پھر ہنس پڑی۔

”حقیقت بیان کر رہا ہوں ماموزیں...!“

”کہاں ہے اسکی عورت...!“ نوجوان نے پوچھا۔

”وہیں جہاں میں رہتا ہوں۔!“

”تمہارا مطلب ہے اُس بھٹی بوڑھے کی کوئی لڑکی بھی ہے۔!“

”لڑکی نہیں ہے۔ اُس کی ایک سیکریٹری ہے۔ خدا کی پناہ! کہی راتیں ڈراؤنے خواب دیکھ کر گزارنی پڑیں گی۔!“

”تو سانپ نے اُسے ڈسا اور خود مر گیا!“

ویٹھ عمران کی طلب کردہ اشیاء لے آیا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بونا کہہ رہا تھا۔ ”یقین کرو... سانپ مر گیا... لیکن وہ زندہ ہے۔!“

”ہو سکتا ہے سانپ مر نے ہی والا رہا ہو۔!“

”اس طرح وہ چو میں گھنٹوں میں دو سانپ مار ڈالتی ہے۔!“ لڑکی نے بلند آہنگ قہقهہ لگایا۔

”میں بونا نہیں کر رہا ماموزیں... سانپ کا زہر اُس کا نشر ہے۔!“

”اوہ...!“ وہ خوف زدہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہا گئی۔

”مجھے یہ سب کچھ نہیں کہنا چاہئے تھا۔!“ بونا بھرا کی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مگر میں کیا کروں۔“

میرے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا ہے۔!

”میں نہیں سمجھا!“ نوجوان کے لمحے میں حیرت تھی۔

”میں اسے چاہتا تھا۔ چکے چکے محبت کرتا تھا۔ آج انہمار عشق کیا تو نہ پڑی کہنے لگی تم مرا جاؤ گے۔ اور تب اُس نے خود کو سانپ سے ڈسوایا تھا!“

”پھر تمہاری کیا حالت ہوئی تھی!“

”میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔!“ وہ بھٹھ دی سانپ لے کر بولا۔ ”مجھے وہاں کی کوئی بات باہر نہ کہنی چاہئے۔ لیکن اس ناکامی نے مجھے پا گل کر دیا ہے۔!“

”عجیب عجیب چیزیں پال رکھی ہیں اُس بھٹھی نے بھی...!“ نوجوان بولا۔

”وہ حیرت انگیز تو توں کاما لک ہے۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں یہاں بیٹھا کہہ رہا ہوں اُسے وہ سن رہا ہو۔!“

”اتقی دوڑ بیٹھ کر...!“

”ہاں وہ ایسا ہی ہے۔ اُس سے بہت ڈرتا ہوں۔!“

”آخروہ ہے کیا چیز...!“

”خدانے اُسے کسی خاص مشن پر دنیا مش بھجا ہے۔!“

”میں اُس عورت کو دیکھنا چاہتی ہوں۔!“ لڑکی نے پر اشتیاق لمحے میں کھا۔

”وہ مجھے میں نہیں آتی۔ الگ تھلک رہتی ہے۔!“

”بوڑھے کی محبوبہ ہے۔!“ نوجوان نے پوچھا۔

”اُس کی محبوبہ ہوتی تو میں انہمار عشق کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔ وہ حسن سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔ ساری دنیا میں اُسیں قائم کرنے کے لئے ایک بہت بڑا منصوبہ رکھتا ہے۔!“

”اچھا...!“ نوجوان نے حیرت سے کہل کیا ہے وہ منصوبہ۔!

”مجھے دنیا کے امن سے کوئی دل جسمی نہیں۔“ بونا برا اسمانہ بناتا کر بولا۔ ”اُس لئے یہ جانتے کی کوشش نہیں کی کہ منصوبہ کیا ہے۔!“

”تم شادی کیوں نہیں کر لیتے...!“

”تم بالکل نیری ہی طرح فرانسیسی بول سکتے ہو!“

”بہت دن گزارے ہیں فرانس میں پھین سے لے کر جوانی تک ... تم شاکد کسی زہریلی عورت کی بات کر رہے تھے تمہیں اس پر حیرت ہے! لیکن میرے لئے یہ قطبی حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں زمانہ قدیم میں بھی یہ فن موجود تھا!“

”فن....؟ کیسا فن....!“

”زہریلی عورتیں بنانے کا فن... وہ وش کنیا میں کہلاتی تھی اور ان کا کام بھی ہوتا تھا کہ وہ دشمن کے کیپ کے اہم ترین آدمیوں کی اموات کا باعث بنیں۔!“

”اوہ.... مجھے علم نہیں تھا!“

”تم نے کہاں دیکھیں ایسی عورتیں۔!“

”مجھے افسوس ہے کہ میں نہ بتاسکوں گا!“

”تمہاری اپنی مصلحت.... میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو سرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسی طرح زہریلے مرد بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اور میرے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔!“

”زہریلے مرد بنائے جاسکتے ہیں!“ مغل فی نے اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں.... میں نے ان تدیروں کے بارے میں بھی پڑھا ہے۔!“

”مجھے بتاؤ....!“

”زبانی یاد نہیں! اس کے لئے تمہیں میرے گھر تک چلتا پڑے گا۔!“

”مجھے اس ریسٹوران سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔!“

”کسی کے ملازم ہو۔?“

”وہ.... اوھ.... اُس عمارت میں رہتا ہوں۔!“ اُس نے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا۔

”ہاں.... وہاں تو شاکد وہ رہتا ہے جس کے پاس درجنوں کتے ہیں.... باباگ سپرست۔!“

”ہاں.... ہاں میں اُسی حیرت انگیز آدمی کا ملازم ہوں۔!“

”وہاں کیا کام کرتے ہو۔!“

”کتوں کے امراض کا ہماہر ہوں۔!“

”تب تو اُس کے لئے خاصی اہمیت رکھتے ہو گے۔ لیکن آخر اُس نے تم پر اتنی یہودہ پاپندی

”میں محبت کرنا چاہتا ہوں۔!“

”تو پھر تمہارے جیسی کوئی تلاش کی جائے۔!“

”کیا مطلب....!“ وہ کرسی سے کوڈ پڑا۔ شاکد طیش میں آگیا تھا۔

”اُرے اُرے.... بیٹھو بیٹھو....!“

”ہرگز نہیں.... تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں اپنے ذہن میں بہت بلند ہوں۔ تم سب چھپھورے اور ذلیل ہو۔!“

”اُرے.... اُرے....!“

”کن احمقوں سے بات کر رہے ہو۔!“ وقت عمران فرانسیسی میں بولا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔ مجھے تو ذہنی دیو معلوم ہوتے ہو....!“

”وہ چوک کر عمران کی طرف پڑا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھتا ہا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔“

”میں تمہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتا ہو۔ ہم خوبصورت عورتوں کی باشن کریں گے....!“ عمران نے کہا۔

”بہت دنوں بعد اپنی زبان سنی ہے ادل تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔!“ بوناپر مسرت لجھے میں بولا۔

”تو پھر آجائو۔... مجھے فرانس اور فرانسیسی زبان سے عشق ہے۔!“

”وہ جوڑا ہو نقوں کی طرح منہ پھاڑے کبھی لملن فی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی عمران کی طرف۔ وہ اُن کے پاس سے ہٹ کر عمران کی میز پر آگیا۔“

”میرا نام عبداللطیان ہے۔!“ عمران مصافی کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”میں ریٹکی رو لاں.... کچھ لوگ لملن فی بھی کہتے ہیں۔!“ اُس نے گرم جوشی سے مصافی کرتے ہوئے کہا۔

”کافی میں شریک ہو جاؤ.... یا پھر کہو تو بار کی طرف چلیں۔!“ عمران نے کہا۔

”نہیں.... میں گھر سے باہر شراب نہیں پیتا۔!“

”یہ ہوئی شانگی کی بات۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

کیوں لگا کھی ہے۔!

”آنس کی اپنی کوئی مصلحت ہوگی۔!

”خیر چھوڑو... اب ہم خوبصورت عورتوں کی باتیں کریں گے۔ عورت میری بھی کمزوری ہے...! مجھے یہ مرض فرانسیسی سے ملا تھا۔!

”میں نہ جانے کب سے اُس کے لئے ترپ رہا تھا۔ لیکن وہ زہریلی لٹکی۔!

”اچھا... اچھا... میں سمجھ گیا... وہ بھی وہیں رہتی ہے جہاں تم ہو...!

”اب تم سمجھنی گئے ہو تو ہاں تھیں بات ہے۔!

”اس کے زہر سے نچکے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ تم بھی زہریلے ہو جاؤ۔!

”اس کے لئے لکنا عرصہ درکار ہو گا۔؟

”کم از کم چہ ماہ... میں تمہیں وہ کتاب دے دوں گا۔ لیکن کیا فائدہ تمہیں فارسی تو آتی نہ ہوگی۔!

”کیا تم میرے لئے اُسی موضوع کے اہم ترین حصوں کا ترجمہ نہیں کر سکو گے۔!

”ممکن ہے.... لیکن کیا چوری پھرے بھی وہاں سے نہیں نکل سکتے۔!

”آسے کسی نہ کسی طرح خبر ہو جائے گی۔!

”کیا میں آکر تم سے مل سکتا ہوں...!

”وہاں جس کادل چاہے آسکتا ہے.... لیکن ملاقات صرف بیباۓ ہو گی۔ مجھ سے نہیں مل سکو گے۔!

”تب پھر کل نیمیں ملاقات ہو گی۔ جتنا ترجمہ کر سکا لیتا آؤں گا۔!

”یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔ اپنی گرل فرینڈ کو بھی لانا میں تم دونوں کو انتہیں کروں گا۔!

”لعل فی نے کہا۔

”مگر یہ کتنی بڑی بد نصیبی ہے کہ تم کہیں نہیں جا سکتے! میں تمہارے ہی ملک کی ایک ایسی عورت سے واقف ہوں جو تمہیں دیکھتے ہی پاگل ہو جائے گی۔!

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!

”تمہیں دیکھ کر پاگل ہو جائے گی۔ اور اس وقت تک پاگل رہے گی جب تک کہ تم اسے

حاصل نہ ہو جاؤ۔!

”کیا میر انداز اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔!

”اُبھی تک تو تم ذہانت کی باتیں کرتے رہے تھے۔ عمران نے بھی ناخوٹگوار لجھے میں کہا۔

”کیا وہ عورت میرے ہی چیزی ہے۔!

”نہیں میرے چیزی ہے....!

”مجھے یقین نہیں آتا۔!

”میں تمہیں یقین دلانے کے سکوں گا۔ کیونکہ تم میرے ساتھ چل نہیں چل سکو گے۔!

”تب پھر وہ اتنی ہی بد صورت ہو گی کہ کوئی اس کی طرف توجہ نہ دیتا ہو گا۔!

”اتھی خوبصورت ہے کہ اُس کے قریب پہنچ کر تمہاری زبان بند ہو جائے گی اُسے عرصہ سے کسی سفید فام بونے کی تلاش ہے۔!

”کیا وہ یہاں اس ریستوران میں نہیں آسکتی۔!

”یعنی وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گی۔ نہیں دوست.... وہ ایسی بھی نہیں ہے۔!

”بوتا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا ”اگر تم کل مجھ سے یہاں ملو تو میں تمہیں بتاؤں گا.... کہ....!

”شاکر اندازہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ میں سچا ہوں یا مجھوں۔!

”میرے تمہاری گرل فرینڈ ہے۔!

”نہیں، یہ بات نہیں! میں کل تمہیں بتاؤں گا کہ چل سکوں گا یا نہیں....!

”تم بتاؤ یا نہ بتاؤ کل تو مجھے آتا ہی ہے۔ میں نے تم سے وحدہ کیا ہے ترجمہ کر لانے کا۔ اس

عورت کی بات تو یو نی نکل آئی تھی۔!

”کیا وہ تمہاری گرل فرینڈ ہے۔!

”نہیں ہم ایک ہی لا بھر بری سے اپنی پسند کی کتابیں لیا کرتے ہیں۔ اور بس۔ کبھی کبھار کسی

موضوع پر گفتگو بھی ہو جاتی ہے.... ایک بار اس نے اپنے اس کو مپلکس کا بھی ذکر کیا تھا۔!

”میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ساتھ چل سکوں۔ غامرہ کے زہر یا پن کی وجہ سے

نمبر اول ٹوٹ گیا ہے۔!

”مجھے یقین ہے کہ وہ اُسی کا بدلت ثابت ہو گی۔!

”عمران نے کہا۔ لیکن تم اس کا تذکرہ کسی

سے نہیں کر دے گے۔!

”اگر تذکرہ کر دیا تو پھر وہاں سے نکل آنے کی کوئی سنبھال نہ ہو گی۔“ بونا کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”میرا مالک میر کی نگرانی شروع کرادے گا۔“

”آخر دھو جھیں کہیں جانے کیوں نہیں دیتا۔!“

”میں نے کچھی جانتے کی کوشش ہی نہیں کی۔ یوں کہ مجھے ابھی تک اس پابندی پر غصہ نہیں آیا۔“

کافی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ انہوں نے باتوں کی رو میں اس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

عمران نے دیش کو دوبارہ طلب کرتا چاہا۔ لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا ”نہیں اب مجھے جانا چاہئے۔

تمہاری اس مہربانی کا ایک بار پھر شکریہ... تو میں کل کس وقت بہاں تمہارا انتظار کروں۔!“

”میں تو شام ہی کو آسکوں گا...!“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے... سات بجے میں تمہارا منتظر رہوں گا!“

وہ اٹھا اور ریستوران سے نکل گیا۔ پھر عمران نے کھڑکی سے اُسے دیکھا تھا۔ وہ سڑک پار

کر کے سامنے والی عمارت کی کپاؤنڈ میں داخل ہو گیا تھا۔

عمران سوچ کر آیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔

لیکن اس ملاقات کے بعد اُس نے اپنا ارادہ متوجی کر دیا۔



لعل فی نے سیدھے اپنے کمرے کی طرف نکل چانا چاہا تھا لیکن عقب سے بوڑھے کی آواز

آئی۔ ”پہلے ادھر۔!“

وہ چوک کر مڑا۔ بوڑھا ابداری کے وسط میں کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا۔ وہ خوف زدہ سے

انداز میں اُس طرف بڑھا۔ بوڑھا بابائیں جانب مڑ کر ایک کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ لعل فی کسی

پال توکتے کی طرح اُس کے پیچے پہنچ گیا۔

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری فرانسیسی مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔!“ بوڑھا اُسے گھورتا ہوا

بولا۔... لعل فی تھوک نگل کر رہا گیا۔

”جواب دو... تم نے اجنبیوں سے عامرہ کا ذکر کیوں کیا۔!“

”میرے حواس بجانہ تھے۔!“

”اس صورت میں تمہیں میرے پاس آنا چاہئے تھا۔ تم باہر کیوں نکل پھاگے تھے۔!“

”میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔!“

”کتوں کیسا تھا بند ہو ادھوں گا اگر بکواس کی... تمہیں میری روحانی قوت پر یقین نہیں ہے۔!“

”یقین ہے یور ہولی نس...!“

”وہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا۔!“

”یہ نہیں بتایا اُس نے۔!“

”اچھا وہ اپنے جاؤ... اگر اب بھی وہاں موجود ہو تو اُس سے کہنا کہ باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔!“

”اوہ.... تو کیا.... میں اُس کے ساتھ جاؤں گا۔!“

”اُبھی اور اسی وقت....!“

”بہت بہت شکریہ.... ہولی نس...!“

بوڑھا مسکرا کر بولا ”میں چاہتا ہوں کہ تمہاراٹھا ہو ادھوں پھر سے جڑ جائے۔!“

لعل فی اچھتا کو دتا ہوا بھاگ ٹکلا تھا۔

ریستوران میں داخل ہوا... لیکن وہ میز خالی تھی۔ دیش سے پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ بس ابھی ابھی باہر نکلا ہے۔

وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے اُس سے پوچھا ”کیا اُسے تلاش کر رہے ہو جس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔!“

”ہاں... ہاں...!“

”وہ بیچارہ دھر گڑھے میں بیٹھا تھے کر رہا ہے۔ باہر نکلتے ہی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔!“

”اوہ....!“ وہ تیزی سے اُس گڑھے کی طرف بڑھا جو ریستوران کے باہمی بازو میں تھوڑے

ہی فاصلے پر تھا۔

ادھر انہیں میرا تھا۔ وہ بے دھڑک گڑھے میں اترتا چلا گیا تھا۔ اپھر اچاک کسی نے اُسے دیوچ

لیا۔ ساتھ ہی اوپر سے فارسیوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

یہ کیا ہو گیا؟...! اُس نے سوچا اور پھر کنپیوں پر پڑنے والے دباؤ نے اُسے کچھ سوچنے کے قابل بھی نہ رہنے دی۔ ذہن باتیکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا اور فارسیوں کی آوازیں بھی اندر ہیرے میں مد غم ہو گئی تھیں۔

پھر ہوش آیا تو فوری طور پر یاد نہ آسکا کہ اُس پر کیا گذری تھی۔ ایک آرام دہ بستر پر پڑا جھپٹت کو سکتارہا... لیکن پھر احساس ہوتے ہی کہ وہ اس کا کمرہ نہیں ہے ذہن نے اُس تاریکی میں حست لگائی جو کچھ دیر پہلے اُس کے حواسوں پر طاری ہوئی تھی۔ گڑھے میں اتنا یاد آیا... پھر کسی کا حملہ... پھر کنپیوں پر دباؤ... اور وہ فارسیوں کی آوازیں... لعل فی اچھل کراٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا... پتا نہیں کہاں آپنچا تھا۔ وہ آدمی کون تھا؟ جس نے اُسے گڑھے میں بھیجا تھا؟ تو کیا اُس کے ساتھ سازش ہوئی تھی لیکن کیوں؟ کہیں وہ تیمور کے آدمیوں کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا تھا جسے اُس نے خان والا میں بوڑھے کے حکم سے گولی مار دی تھی۔

بستر سے اتر ہی رہا تھا کہ دروازے کا ہینڈل گھوما اور کوئی اندر داخل ہوا۔ بوئے کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں وہ ایسا ہی حسین چہرہ تھا۔

”تم ہوش میں آگئے!“ آنے والی نے فرانسیسی میں سوال کیا۔

”لل... لیکن... کیوں...؟“ یونا ہکلا کر رہ گیا۔

”میں اپنی پسندیدہ چیزیں ہر حال میں حاصل کر لیتی ہوں!“ عورت نے کہا۔ اس کی آواز بوئے کے کافوں میں رس گھول رہی تھی۔

”اوہ... اوہ... خدیا... تو تم وہ ہو جس کا ذکر اُس نے کیا تھا!“

”ہاں... وہ میرا سکریٹری ہے۔ میں نے کئی دن ہوئے تھیں اُسی ریسٹوران میں دیکھا تھا!“

”اوہ... اچھا...!“

”میرے سکریٹری نے غلط نہیں کہا تھا کہ میں تم جیسے لوگوں کے لئے پاگل ہو جاتی ہوں!“

”م... میری خوش قسمتی...!“

”میرے آدمیوں کو خاصی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ تھیں یہاں سک لانے کے لئے تمہارے باس کے آدمی تمہاری مگر انی کر رہے تھے! نہیں روکے رکھنے کے لئے میرے آدمیوں

کو فائزگ بھی کرنی پڑی۔... اُن کا خیال ہے کہ انہوں نے کم از کم تین آدمیوں کو زخمی کیا ہے!“

”م... میرے لئے!...! لعل فی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے... سو جاؤ!...!“

”بہت اچھا... بہت اچھا...!“ وہ لجاجت سے بولا۔

”اگر رات کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اُس گھنٹی کا میں دبادینا...!“

”ضرور... ضرور!...!“

”شب بخیر... اُس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔... لعل فی کے چہرے پر سینے کی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں... دھم سے بستر پر گرا اور کسی تھکے ہوئے چوپائے کی طرح ہانپئے گا۔



بوڑھا مصطفیٰ بانہ انداز میں مسلسل ٹھلے جا رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں گہرے تھکر کی پر چھایاں تھیں۔ اتنے میں ایک آدمی اُس کی اجازت حاصل کر کے کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا ہوا!...!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”کوئی سراغ نہیں ملا جاتا... کون تھے... کہاں سے آئے تھے اور کہہ چلے گئے...“

ہمارے دو آدمی زخمی ہیں... وہی دونوں جو لعل فی کی مگر انی کر رہے تھے۔ جیسے ہی لعل فی ریسٹوران سے نکل کر باہمیں طرف بڑھا۔ صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے مگر انی کرنے والوں پر فائزگ کر دیا۔ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو سرک کی دوسری جانب سے بھی کسی نے فائزگ کیا۔ ہمارے دوسراے آدمی بھی بوڑھ پڑے... لیکن ذرا ہی سی دیر میں نہ کہیں لعل فی کا پتا تھا اور نہ ان لوگوں کا جنہوں نے فائزگ کی تھی!“

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ آہستہ آہستہ اُس کے چہرے سے فائزگ کے سارے آثار غالب ہو گئے وردہ مکرا کر بولا۔ ”مجھے سے فتح کر کہاں جائیں گے!“

”ہم اپنی اس کو تاہی پر شرمندہ ہیں جتاب! ہم سمجھتے تھے شائد ایک ہی آدمی سے سابقہ ہے ہذا میں نے دو آدمیوں کو لعل فی کی مگر انی پر لگادیا تھا!“

تھی۔ اُسے سرچ چھلایا تھا!“

”اچھی بات.... تو جتنی جلد ممکن ہو وہ سب کچھ وہاں سے ہٹادو۔ نمبر سات میں لے جاؤ۔“

”اس وقت....؟“ دوسری طرف سے متین لجھے میں پوچھا گیا۔

”ہاں اسی وقت.... ورنہ دشواری میں پڑو گے.... وہ جگہ بالکل خالی کرو....!“

”لل... لیکن جناب عالی!“

”یہ بے حد ضروری ہے۔ لکل فی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور تم جانتے ہی ہو کہ فی الحال ہم کن دشواریوں میں پڑے ہوئے ہیں!“

”مجھے علم ہے جناب....!“

”بس تو پھر حلہلی کرو....! ابھی اور اسی وقت!“

”بہت بہتر جناب....!“

بوڑھے نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر ٹھلنے لگ۔ دو تین منٹ بعد اُس نے پھر فون کا رسیور اٹھایا تھا۔ پھر کسی کے نمبر ڈائل کے اور جواب مٹے پر بولا۔ ”شہریار اور داؤد سے کہو کہ جتنی جلد ممکن ہو۔ نمبر گیارہ میں پہنچ جائیں... ایک بار پھر سنوا نہیں نمبر گیارہ میں پہنچتا ہے۔“ کنجی صدر دروازے کی بائیں جانب والے پام کے گلے کے یچے ملے گی... رسیور رکھ کر تیزی سے اُس رابداری میں داخل ہوا تھا۔ جہاں اور پری منزل کے زینے تھے۔ زینے ملے کر کے اوپری منزل پر پہنچا تھا۔

ایک کربے میں داخل ہوا دروازہ بند کیا اور روشنی کا سوچ آن کر دیا۔ کمرہ کیا تھا اچھا خاصاً اسلوب خانہ تھا۔ جو لباس پہن رکھا تھا اسے اتار کر جسم پر بلٹ پروف لگانے شروع کئے اور ذرا ہی سی دیر میں از منہ و سلطی کا کوئی ٹنگوں نظر آنے لگا۔ پھر سیارہ رنگ کا سوٹ پہنا تھا اور سر پر کچھ ایسی وضع کا جری خود چھلایا تھا کہ آنکھوں، ناک اور دہانے کے علاوہ چہرے کے بقیہ حصے چپ گئے تھے۔ اس بیت میں آکر کوئی اُسے دیکھ پاتا تو آسانی سے نہ پہچان سکتا۔

وہاں سے وہ عقی پارک میں آیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد واٹر کول انہن والی ایک موڑ سائیکل عقی پارک سے نکلی اور پکڑ کاث کر سڑک پر آگئی۔ پھر وہ طوفانی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ بوڑھا کسی فولادی مجھے کی طرح اُس کی سیٹ پر جما ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد موڑ سائیکل جیلانی کے بنگلے کے سامنے والی زیر تعمیر بستی میں داخل ہوئی تھی۔ ایک جگہ اُس نے

”فکر مت کرو.... اس وقت جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اچھا ہی ہوا ہے۔ اب اندازہ ہو گیا کہ وہ تھا نہیں ہے.... اس کے کچھ اور ساتھی بھی آگئے ہیں!“

”اب ہمارے لئے کیا حکم ہے....؟“

”آرام کرو.... صبح بتاؤں گا کہ اب کیا کرتا ہے!“

وہ چلا گیا اور بوڑھے نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے.... دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

”کون ہے....؟“ بوڑھے نے پوچھا۔

”اشرف جناب....!“

”درانی کہاں ہے؟“

”آرام کر رہے ہیں جناب!“

”اُسے فون پر بیلو۔“

”بہت بہتر جناب....!“

بوڑھا رسیور کاں سے لگائے کھڑا رہا۔.... تھوڑی دیر بعد نیند میں ہی ڈوبی ہوئی سی آواز آئی۔ ”لیں سر....!“

”اتنی جلدی سو گئے تھے!“

”طبعیت کچھ خراب ہو گئی ہے جناب.... تم پر بچھے ہے!“

”اچھا یہ بتاؤ.... کبھی لکل فی بھی آیا تھا تمہاری طرف....!“

”جی ہاں.... بس کیا عرض کروں!“

”کیا بات ہے....؟“

”کبھی کبھی آتا رہا ہے یہاں.... میری ایک لیبارٹری اسٹنٹ کے چیچھے پر گیا تھا۔ بس یہاں والوں کے لئے دل چھمی کا ایک موضوع ہاتھ آگیا تھا۔ وہ خود ہی اُسے بلواتے تھے اور یہاں آکر اس لیبارٹری اسٹنٹ کے چیچھے دوڑتا رہتا تھا!“

”حالانکہ ایسا نہ ہوتا چاہئے تھا!“ بوڑھے نے سرد لجھے میں کہا۔

”میں نے بہت کوشش کی تھی کہ ایسا نہ ہو لیکن وہ لیبارٹری اسٹنٹ خود ہی مزے لیتا

”ہاں....! میں یہی کہنا چاہتا ہوں!“

”کس کے طلب کرنے پر!“

”خدا جانے.... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دس منٹ اور انتظار کروں گا۔ پھر اُس کے بعد ہم یہاں نہیں رکیں گے!“

بوزھے نے جیب سے پستول نکالا۔ اُس پر سائنس فٹ کیا۔ نیلیز کو اپنے کہ شہریار کی کپی کا نشانہ لیا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ فوری طور پر داؤ کو بھی نشانہ بناسکتا۔... ہلکی سی آواز ہوئی اور شہریار حصکے سے دوسرا طرف اللہ گیا۔ داؤ بوكلا کراٹھھی رہا تھا کہ دوسرا آواز ہوئی اور زدہ اچھل کر شہریار سے کمی قدر فاصلے پر جا گز کرے سے ہاتھ پر پختنے کی آوازیں آرہی تھیں اور بوزھا دوسرا جیب ٹول رہا تھا۔ اُس نے سیاہ رنگ کا ایک پرس نکالا اور روشن دان سے کمرے میں پھینک دیا۔ پھر وہ بڑے اطمینان سے ہاں سے رخصت ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مرغایوں کا شکار کر کے واپس جادہ ہو۔ جس راستے سے اندر آیا تھا اُس سے واپس ہوا۔



دوسری صبح ہونے کو پر تکلف ناشستہ کرایا گیا۔ عمران کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ سامنے جو لیٹا ففر واثر تھی۔

”تمہارا باب اس آخر کس قسم کا آدمی ہے! جو لیانے ہونے سے پوچھا۔

”خدا جانے.... کہتا ہے کہ کتے کا پچاری ہوں۔ اور میری روحانی قوت کا یہ عالم ہے کہ میں ہزاروں میں کی باتیں گھر بیٹھے دیکھ لیتا ہوں!“

”پیشہ کیا ہے!“

”کہتے پاتا ہے.... اور منتیات کے بیوپاریوں سے اُس کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ ساری دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک عظیم اثاثاً منصوبہ بنایا ہے اُس نے!“

”کیا منصوبہ؟“

”چس کے بیوپاریوں میں اُس کی تبلیغ کرتا ہے!“

مودر سائیکل روکی۔.... انہیں بند کیا اور اتر کر ایک جانب پیدل چل پڑا۔ کچھ دیر بعد ایک اسکی عمارت کی پشت پر پہنچ کر رک گیا جو دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ واقع ہوئی تھی۔.... چند لمحے اور ہر اندر ہر ہر میں آنکھیں پھٹا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دیوار کے قریب پہنچا یہاں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اس کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہ ایک بکمل عمارت تھی۔ اور اس کے ایک کمرے میں روشنی بھی نظر آرہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ زینوں کی طرف بڑھتا رہا۔.... بڑی احتیاط سے چھٹ پر پہنچا تھا۔ اوز روشن دان سے اُس کمرے میں مجاہنے لگا تھا جس میں روشنی نظر آرہی تھی۔

شہریار اور داؤ ایک میز کے گرد ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے نظر آئے اور ان کے رخ بڑا راست روشن دان کی طرف نہیں تھے۔ دونوں کسی مسئلے پر بڑی سرگرمی سے گفتگو کر رہے تھے۔ اُس نے روشن دان کو تھوڑا سا اٹھا کر اپنایا۔ کان اُس سے لگادیا۔ اور ان کی آوازیں بخوبی اُسکے چینچے لگیں۔ داؤ کہہ رہا تھا ”اُس نے میں کہتا ہوں کہ ہمیں کچھ دونوں کے لئے شاہدار اچھوڑ ہی دینا چاہئے!“

”ہم دونوں ایک ہی کشتی پر سوار ہیں!“ شہریار بولا۔ ”لیکن میں یہاں سے ہٹ جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو اسے علم نہ ہو گا کہ ہم کہاں ہیں!“

”اگر ہم بھاڑاں ہیں تو علم نہیں ہونے پائے گا!“

”خیال ہے تمہارا.... اُس کے وسائل محدود نہیں ہیں! شاہدار امیں بیٹھے بیٹھے ہر طرف کی خبر رکھتا ہے۔ دردناکے کیے معلوم ہو سکتا کہ سر سلطان نے اپنے طور پر کوئی یا مجکھ ترتیب دیا ہے جبکہ سر سلطان کے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں۔!“

”سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم یہاں کیوں طلب کے گئے ہیں!“

”اوہ...!“ شہریار کی آواز آئی ”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اپنی کوئی ہی پر کیوں نہیں بلایا!“

”کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی ہے۔!“

”سنو.... مجھے تو حشمت ہو رہی ہے۔ وہ براہ راست خود بھی تو ہمیں فون کر سکتا تھا۔ کسی کے ذریعے سے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔!“

”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم کسی اور کے طلب کرنے پر یہاں آئے ہیں!“

”مخصوصہ بھی تو تباو۔“

”وہ کہتا ہے کہ نہ رہا سال کے جابر ان نظاموں کے دباؤ کی وجہ سے انسانی ذہن بہت زیادہ مختل ہو گیا ہے اور ساتھ ہی ان نظاموں سے لفکنے کی تدبیریں بھی سوچتا ہا ہے۔ اس طرح اُس کے اعصاب بہت تمترک ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر انہیں کسی طرح پر سکون کر دیا جائے تو دنیا جنت بن جائے گی لوگ فرشتوں کی طرح زندگی ببر کریں گے۔“

”اہ تو کیا اُس نے ایسا کوئی طریقہ دریافت کر لیا ہے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”کیوں نہیں... نہایت آسان طریقہ... اُس کا کہنا ہے کہ چرس کو معمولی تباکو کی طرح ساری دنیا میں عام کر دیا جائے۔ معمولی سگر ٹوں کی جگہ چرس کے سگریٹ فروخت کے جائیں۔ وہ چرس کا اسی طرح احترام کرتا ہے۔ جیسے ہم باخمل کرتے ہیں۔!“

”خود بھی چرس پیتا ہو گا۔!“

”نہیں اُسے کسی چیز سے بھی نشہ نہیں ہوتا۔!“

”مگر مجھے اُس سے ایک شکایت ہے۔!“ عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”تمہیں کیا شکایت ہے۔!“

”اس میں حب الوطی کی کمی ہے۔ غیر ملکی اقسام کے کئے بھر رکھے ہیں۔ ان میں ایک بھی کتابی نہیں ہے۔!“

”بونا زدر سے نہ کر بولا“ بھی تو تم نہیں جانتے... کوئی بھی نہیں جانتا!“

”میں کیا نہیں جانتا۔!“

”اُسکے پاس سارے کتب دیکی ہیں! ایک بھی حقیقت کی غیر ملکی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔!“

”شاکر تم نے بھی چرس پی رکھی ہے۔!“ عمران برا مان جانے کی ایک لگ کرتا ہوا بولا۔

”نہیں دوست! میں حقیقت بیان کر رہا ہوں.... دیکی کتوں کے نئے نئے پلے غیر ملکی نسلوں میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔!“

”ناممکن....!“ عمران میز پر باتھ مار کر بولا۔

”یقین کرو میرے دوست! بہت بڑی تجربہ گاہ ہے۔ سانچی آلات سے لیس کتوں کے پلے تجرباتی دور سے گذارے جاتے ہیں۔ بتدرعی ان کی قسم تبدیل ہوتی رہتی ہے اور وہ کسی دوسری

نسل کے کتوں کی شکل میں جوان ہو جاتے ہیں۔!“

”کیا میں واقعی اس پر یقین کرلوں ما موز نیل...!“ عمران نے جو لیا کیلفر دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں آدمی کے چہرے سے اس کے کردار کا اندازہ لگا سکتی ہوں۔! مو سیور والی جھوٹے نہیں ہیں۔!“ جولیا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور یونے کی آنکھیں فرط سمرت سے چکنے لگیں۔

”کیا میں اُس تجربہ گاہ کو دیکھ سکتا ہوں مو سیور والی۔“ عمران بولا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ باس اس سلسلے میں خاصی رازداری برقرار ہے۔ اُسے علم نہیں ہے کہ میری رسائی کس طرح تجربہ گاہ تک ہو گئی تھی۔!“

”اگر تم مجھے اُس جگہ کا پتا بتا دو تو میں اپنے طور پر دیکھ لوں گا۔!“

”کیا ترجیح ہے۔!“ جولیا یونے کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”تم کہتی ہو تو ضرور بتا دوں گا۔“ یونا سر ہلا کر بولا۔

عمران نے اس کا بتایا ہوا پاٹا نوٹ کیا تھا۔

”اب یہ کتنی بڑی دشواری ہے کہ تم میرے ساتھ باہر نہیں جا سکتے۔“ جولیا نے یونے سے کہا!

”مجھے خود بھی افسوس ہے! لیکن میرا بہر نکلنا مناسب نہ ہو گا۔ باس کے آدمی میری تلاش میں ہوں گے۔!“

”تو کیا وہ تمہیں مجھ سے چھین لے جائیں گے اگر دیکھ لیا۔!“

”مجھے گولی مار دیں گے۔ جن حالات میں تم تک پہنچا ہوں وہ باس کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُسے خوف ہو گا کہ کہیں میں اُس کے اندر وہی معاملات کی اطلاع دوسروں تک پہنچنے کا باعث نہ بن جاؤں۔!“

”تو وہ غیر قانونی حرکات کا مر تکب ہو تارہتا ہے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ یہاں کون سی حرکت قانونی ہے اور کون سی غیر قانونی...!...!“

”اچھی بات ہے تو تمہاری خاطر میں بھی گھر ہی تک محدود ہو کر رہ جاؤں گی۔!“

”میری سبھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اپنی خوش قسمی پر بڑا کروں۔!“

”اُوہ... مجھے خوشی ہے کہ تم بھی فرانسیسی ہو۔!“

استمن فون کی گھنٹی بھی اور عمران اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا آیا تھا۔

چوہاں کی کال تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ”واو اور شہر یار بھی مار ڈالے گئے!“

”کب... اور کہاں...؟“ عمران نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

”نور بستی کی ایک عمارت میں.... آج صبح.... وہ عمارت مغل تھی.... آج صحیح پانچ بجے بستی کے چوکیدار نے دروازہ کھلا دیکھا.... اسے شک ہوا... اندر پہنچا تو دونوں کی لاشیں میں... سیاہ رنگ کا ایک پرس بھی لاشوں کے قریب ملا ہے۔ اس پرس میں سردار واحد کا شانتی کا رذپا گیا ہے!“

”umarat کس کی ملکیت ہے!“

”واوڈ کے نام پر کرائے پر حاصل کی گئی تھی.... الک سردار گڑھ میں رہتا ہے!“

”وہاں پا کے جانے والے پرس سے متعلق پولیس کی کیارائے ہے!“

”اکھی معلوم نہیں ہو سکا! معلوم کرنے کی کوشش کرو ہی ہے کہ پرس دونوں مقتولوں میں سے کس کا ہے۔ یا اسی کا ہے جس کا شانتی کا رذپا میں موجود ہے!“

”مجھے باخبر رکھنا...!“ کہہ کر عمران نے رسیور کریٹل پر کھدیا۔

واپس آیا تو دیکھا کہ بوناٹا شتے کی میز تھی پر سر رکھ کر سو گیا ہے۔ اور جو لیا اس کے سامنے نیٹھی اخبار دیکھ رہی ہے!

”عمران نے سختی سے ہونٹ سمجھ لئے پھر جو لیا کو گھورتا ہوا بولا“ یہ کیا ہوا...؟“

”بس باتیں کرتے کرتے سو گیا...!“ جو لیا خبر سے نظر ہٹائے بغیر بولی۔

”کافی میں کیا تھا!“

”سونف بیو شی...!“

”کیا بیو قوئی ہے...!“

”جو لیا نے اخبار میز پر رکھ دیا۔ اور دانت پیس کر بولی“ اس مضجع کیلئے میں ہی رہ گئی تھی۔“

”سب چوبٹ کر دیا۔ ابھی اس سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔!“

”اسے بیہاں سے لے جاؤ، ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔!“

”یہ بیہل رہے گا.... اگر تم اسے اپنی فراست سے بیہل نہ کر سکیں تو پھر کس مرض کی دوا ہو ایکس ٹوکی ٹیم میں... برکت کے لئے تو رکھی نہیں گئی ہو۔!“

”تمہیں شرم آئی چاہئے!“

”تمہارا مزاج نیشن کی... عورتوں کا سا ہوتا جا رہا ہے۔ لہذا امیر امشورہ ہے کہ ریٹائرمنٹ کی درخواست دے کر کسی مقامی سیٹھے سے منکنی کرلو!“

”جہنم میں جاؤ...!“ کہتی ہوئی وہ کری سے اٹھ گئی۔ لیکن عمران راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔! ”ہٹو سامنے سے.... ورنہ تھپٹر مار دوں گی....!“ جو لیا نے کہا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گئی کیونکہ غزالہ دروازے کے قریب کھڑی نظر آئی تھی اور اس کی آنکھوں میں حرث کے آثار تھے! جو لیا تیزی سے مڑی اور اسکے قریب ہی سے ٹکلی چل گئی۔ غزالہ عمران کی طرف بڑھ آئی۔

”یہ عورت تم سے بہت بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔!“

”خالہ ہے تا....!“

”کیا مطلب....!“

”اس قدر مقامی رنگ چڑھ گیا ہے اس پر کہ خالہ معلوم ہونے گی ہے۔!“

”پھر بھی میں سمجھ نہیں سکتی...!... تمہارے منہ پر تھپٹر مارنے کو کہہ رہی تھی....!“

”تم نہ آجائیں تو مار بھی دیتی۔!“

”اور تم بروادشت کرتے ہو....!“

”ہمارے چیف کی سرچڑھی ہے۔ اس لئے سمجھی بروادشت کرتے ہیں۔!“

”یہ جانور کہاں سے پکڑ لائے ہوں؟“ وہ یونے کی طرف دیکھ کر بولی۔

”بس ہاتھ آگیا.... ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتا ہے.... دشواری یہ ہے کہ باتیں کرتے کرتے گھری نیند سو جاتا ہے۔!“

”مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے قانون کے محافظ ان کے آگے بے بس ہو گئے ہوں۔!“

”میرے احساسات بھی اس سے مختلف نہیں ہیں۔ آج ان دونوں کی لاشیں بھی ملی ہیں۔“

”کن کی....!“ وہ بو کھلا گئی۔

”شہر یار اور داؤ کی لاشیں پولیس کو ملی ہیں.... تمہارے بیگنے کے سامنے والی آبادی نور پور بستی کی کسی عمارت میں....!“

”اور.... وہ سردار واحد....!“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔
”تمہارے قریب کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھ سکتی۔ میں نے یہی محسوس کیا ہے۔!
”آپ عورت کی بات کرتی ہیں۔ پچھلے سال اُس نے میری بھین کے ساتھ بہت برا بر تا
کیا تھا۔ رات کو پچھلے سے رسی کھول دی۔ اور وہ نہ جانے کس طرف نکل گئی۔ آج تک پتہ نہیں
چل سکا!“

”بھیں کام تم کرتے ہی کیا۔“ غزال نے مضمحل سی ہنسی کے ساتھ کہا۔
”بھیں ہی کچھ نہ کچھ کرتی میرا....!“ عمران مایوس سے بولا۔
”پھر دیوالگی طاری ہونے لگی۔ ابھی تو اچھی خاصی باتیں کر رہے تھے۔!
”اوہ... اب میں اس کا کیا کروں! اُس نے لعل فی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اسی طرح پڑا
رہنے والی اٹھا کر بستر پر نشادوں!“

”تمہارا درود سر ہے! میں کیا جاؤں....!“ غزال نے کہا اور وہاں سے چل گئی۔
اُس کے جاتے ہی عمران نے اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کر دیں تھیں۔ جو لیا
پھر آگئی۔ عمران اُسے گھوڑتا ہوا بولا ”تم نے اچھا نہیں کیا!“

”تمہارے جاتے ہی وہ میرے حسن کی تعریف کرنے لگا تھا!“
”اس پر تو تمہیں نشہ ہو جانا چاہئے تھا!“

”ضفول باتیں نہ کرو... یہ مجھے اتنا ہم نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے توسط سے تم اُس بوڑھے
کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکو گے!“
”میں عموماً بخوبی زمینوں پر کاشت کرتا ہوں اور کچھ نہیں تو کافی نہیں دار پودے ہی اگا لیتا
ہوں.... اور وہ کافی نہیں میرے لئے خون کی بوندیں فراہم کر دیتے ہیں۔!
”بکواس کرنے کے علاوہ اور کسی قابل نہیں ہو!“

”میں اسے جلد از جلد ہوش میں لانا چاہتا ہوں.... تم سیاہ کافی تیار کر دو!“
”وقت ضائع کر رہے ہو...!“ کہتی ہوئی وہ کمزے سے نکل گئی تھی۔
وہ پندرہ منٹ کی جدو جہد کے بعد عمران اُسے جگا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جو لیا کافی
تیار کر لائی تھی۔

”سردار واحد.... معتمہ بن گیا ہے.... اگر وہی قاتل ہے تو حد درجہ دیدہ دلیر ہے کہ ہر
موقع واردات پر اپنی کوئی نشانی ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ خان دلا میں پتوں چھوڑ گیا تھا۔ اور
یہاں ان دونوں لاشوں کے قریب ایک ایسا پرس پڑا تھا ہے جس میں سردار واحد کا شناختی کا رد
موجود تھا!“

”میرا خیال ہے کہ تمہارا ہی نظریہ درست ہے.... کوئی اور ہی سردار واحد کو اصل مجرم بنا
کر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہو سکتا ہے اسے ختم بھی کر دیا گیا ہو!“

”بہر حال جو کوئی بھی ہے۔ نبڑی طرح بوكھلایا ہوا ہے۔ اور عقریب کوئی ایسی غلطی کرے گا
کہ پوری طرح ہماری گرفت میں آجائے گا۔ فی الحال وہ چن چن کرایے لوگوں کو مٹھکانے لگائے
وے رہا ہے جن کی وجہ سے اُس کی نشان دھی ہو جانے کا امکان ہو!“

”تم کیا کر رہے ہو!“

”میں فی الحال اس بونے کو اسنڈی کر رہا ہوں۔ ایسے کتوں کے امراض کا ماہر ہے اور ملازم ہے
باباگ سپرست کا!“

”پتا نہیں کیوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان ساری حرکتوں کی پشت پروہی ہے۔ نہ جانے کس
طرح ڈیڈی ملوث ہوئے ہوں گے!“

”عمران کچھ نہ بولا“ ڈیڈی ”کا ذکر زبان پر لاتے ہی وہ کچھ مضمحل سی ہو گئی تھی۔
”اب دیکھو کب جاتا ہے!“ عمران یونے کی طرف پر تشویش نظر دوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”تم اس سے کیا معلوم کر سکو گے...! میری دانست میں یہ کسی ایسی حیثیت کا حامل نہیں
ہو سکتا!“

”ویکھیں گے.... ابھی اس سے گفتگو ہی نہیں کر سکا!“

”نہ جانے کیوں وہ عورت.... جو لیا اتا.... مجھے تمہاری طرف سے برگشتہ کردینے کی
کوشش کرتی رہتی ہے!“

”ارے اس کی بات نہ کجھے.... وہ تو خود مجھے میری طرف سے برگشتہ کردینے پر تلی بیٹھی
ہے۔ بچپن میں اپنے والدین کے درمیان جھگڑا کرتی رہتی تھی!“

”بیکار باتیں نہ کرو...! میں پنجی نہیں ہوں! پتا نہیں مجھے کس طرح بروادشت کر رہی ہے!“

”انتے پلے کہاں سے فراہم ہوتے ہیں!“

”خصوصاً اس موسم میں کتیاں میں جگہ جگہ پچھے دیتی پھرتی ہیں۔ وہی انہوں نے جاتے ہیں!“

”آف فو... میں بھی کتنا یہ قوف ہوں۔ اتنے سامنے کی بات نہ سو جھی!“

”کوئی بات نہیں... کبھی کبھی ہم بہت سیدھی سادھی باشیں بھی بڑے گھماڑ پھراؤ کے ساتھ سوچتے ہیں!“

”جب تمہارا باس اُس تجربہ گاہ کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے تو تم وہاں تک کیسے پہنچے ہو گے!“

”مجھے بانو وہاں لے گئی تھی!“

”بانو کون ہے...؟“

”ڈاکٹر اُنی کی لمبارٹری اسٹافت ہے!“

”کیا مجھے اُس کا پتا نہیں بتاؤ گے... شائد وہی مجھے وہاں کی سیر کر رکے...!“

”پتہ ضرور بتاؤں گا۔ لیکن وہ تمہیں وہاں نہیں لے جائے گی۔ میری اور بات تھی۔ سب کے لئے جانا پیچانا تھا!“

”میں کوئی صورت نکال لوں گا۔ تم پتا بتاؤ!“

لعل فی نے اس کا پتا بھی عمران کو لکھوادیا تھا۔

بانو کبکب باہر جانے کے لئے اپنے فلیٹ سے نکلی تھی۔ خاصی خوش شکل اور اسارت لڑکی تھی۔ پڑوسیوں میں خوش مراج اور زندہ دل سمجھی جاتی تھی۔ خصوصیت سے بچے اُسے گھرے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ انہی کی سلسلہ پر آکر ان کے مشاغل میں حصہ لیتی تھی۔

اس وقت بھی باہر نکلی تو اس پاس کے بچے گھر کر کھڑے ہو گئے۔ اگر وہ شاپنگ کے لئے جاری تھی تو وہ بھی اس کے ساتھ جانا چاہتے تھے۔

”اپنی میموں سے اجازت لے آؤ... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“ بانو نے کہا۔

”مم... مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔“ لعل فی شرمندگی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ اور اس طرح رہ رہ کر آنکھیں چھاڑنے لگا جیسے خود بھی جاگتے رہنے کی جدوجہد میں مصروف ہو!“

عمران نے کپ میں کافی اندھی تھی اور اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا ”فکر نہ کرو... کبھی بھی ہو جاتا ہے ایسا بھی!“

”پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں باشیں کرتے کرتے سو گیا ہوں!“

”جسم انسانی میں تبدیلیاں ہوتی ہیں رہتی ہیں۔ یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں!“

”پھر بھی تشویش ہو گئی ہے۔“ لعل فی نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا ”مجھے ان خاتون سے ندامت ہے! پتا نہیں انہوں نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو!“

”پچھے بھی نہیں۔“ جولیا نہیں کر بولی ”کبھی کبھی میری بھی بی بی کیفیت ہو جاتی ہے اگر بور کرنے والی باتیں کر رہی ہوں!“

عمران نے جولیا کو وہاں سے چلے جانے کا اشارة کیا تھا۔ اور لعل فی کیلئے مزید کافی اندھی تھی۔

”کیا تم فرانس واپس جانا چاہتے ہو؟“ اُس نے پچھہ دری بعد سوال کیا اور لعل فی چوک کرائے دیکھنے لگا۔

”کیا تمہیں میری اس بات سے صدمہ پہنچا!“ عمران نے خفت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”عن... نہیں صدمہ کیوں؟ لیکن وہاں میری کیا حیثیت ہو گی۔ میرے پاس باقاعدہ طور پر میڈیا کی ڈگری ہے۔ لیکن فرانس میں مجھے پیٹ پالنے کے لئے سرکس میں نوکری کرنی پڑی تھی۔ یہاں میں معاف ہوں۔ کتوں کیا کا سکیں!“

”مادام میوری کے ساتھ گئے تو اب تمہاری دوسری حیثیت ہو گی!“

”اوہ... مادام کے ساتھ تو میں جنم میں بھی جانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاسپورٹ کی حال ہی میں تجدید ہوئی ہے۔ مادام میوری جب چاہیں مجھے اپنے ساتھ فرانس لے جائیں ہیں!“

”میں انہیں یہ خوشخبری سنادوں گا!“ عمران نے کہا اور پہنچتے نظر وہ اُسے دیکھا رہا۔

”اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو!“

”ای سوچ میں ہوں کہ آخر دیسی کتے کے پلے غیر ملکی اقسام میں کیسے تبدیل ہو جاتے ہوں گے!“

”میرے لئے بھی جیزت انگریز ہے لیکن ایسا ہو نا ضرور ہے!“

اُس کا فلیٹ عمارت کے گراؤنڈ فلور پر تھا۔ وہ دروازے کے پاس سے بہت کر کھلے میں بکل آئی اور بچوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ ان بچوں کے گھروالے اپنی اپنی کھڑکیوں میں کھڑے ہیں رہے تھے کہ اچانک اُسی دوسرا سکپنی کی ایک گاڑی سامنے آر کی جس میں باول ملازم تھی۔ پیچے گاڑی کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ وہ روزانہ صبح کو وہاں آتی تھی اور پانوں کو سکپنی کی لیب تک پہنچاتی تھی۔ آج اتوار تھا۔ لہذا اس کا آتا بھی خلاف معمول ہی تھا۔ لیکن بچوں نے شور چاہنا شروع کر دیا کہ اب تو کوئی دشواری ہی نہیں رہی وہ اُسی گاڑی پر انہیں بازار تک لے جائے گی۔
بانو نے گاڑی کی آمد پر حیرت ظاہر کی تھی۔ ڈرائیور گاڑی سے اتر کر اُس کے قریب آیا اور اطلاع دی کہ ڈاکٹر دارانی نے طلب کیا ہے۔ لیکن یہ نہ بتا سکا کہ اس خلاف معمول باوے کا مقصد کیا ہے۔

بچوں کو سمجھا جھا کر وہ گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ ڈرائیور کی سیٹ کے برابر ایک اجنبی بھان نظر آیا۔ بانو نے اسے پہلے سمجھی نہیں دیکھا تھا۔

”یہ کون ہے؟“ اُس نے آہستہ سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

”میرا نھائی ہے جی..... گاؤں سے آیا ہے۔“ ڈرائیور بولا ”میں نے کہا اس بھان سے شہر میں بھی گھما دوں۔“

”تم نے اچھا کیا۔ لیکن اپنی طلبی میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا.....؟“ ڈرائیور سر ہلا کر بولا ”مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا جی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا تھا جی..... کہ آپ کو لے آؤں!“

کچھلی سیٹوں میں سے ایک پر بیٹھنے ہوئے ایک بار پھر اُس نے اجنبی کے چہرے کا جائزہ لیا..... خدوخال کی بناؤث کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں لگتا تھا۔ لیکن وہ بہر حال تن بہ تقدیر پیٹھی رہی۔

گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔ لیکن بانو نے جلد ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہ مقررہ راست پر نہیں جا رہی! اُس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

”جی بس.....! شارٹ کٹ! جلدی بچپنیں گے.....!“

وہ خاموش ہو رہی لیکن پھر جب وہ گاڑی کو کچھ میں اتار کر جنگل کی طرف موڑنے لگا تو

وہ بول ہی پڑی۔ ”یہ کہڑ لے چلے....!“

و غتنا! اگلی سیٹ والا اجنبی غایا۔ ”چپ چاپ پیٹھی رہو۔!“

پھر چا تو چلنے کی کر کر اہم انجن کے شور کے باوجود بھی اُس کے کافوں تک پہنچی تھی۔ گھنکھنی بندھ گئی بیچاری کی.... زبان گلگ ہو گئی تھی.... کچھ دور چلنے کے بعد ڈرائیور نے عتب نہ آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”ایک موڑ سائیکل بھی پیچھے آ رہی ہے۔!“
”فرمات کرو۔.... آنے دو۔....!“ اجنبی بولا۔

خوناک قسم کے اندیشے باؤ کے ذہن پر سراہدار ہے تھے اور اُس کے جسم سے مختن اٹھدا پسند چھوٹ رہا تھا۔!

گاڑی جنگل میں داخل ہو گئی تھی اور اب سڑک نظر نہیں آ رہی تھی۔ بانو نے غیر ارادی طور پر مڑ کر پیچھے دیکھا۔ لیکن اُس نے جس موڑ سائیکل کاڑ کر سنا تھا وہ کہیں نہ دکھائی دی۔

”خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔.... کیا بات ہے۔!“ وہ روہا نی ہو کر بولی۔

”آپ بات بڑھا رہی ہیں بی بی۔....!“ ڈرائیور نے نرم لمحے میں کہا۔ ”مجھ سے جو کہا گیا ہے کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔!“

”تمہارے بھائی نے چا تو کیوں کھولا ہے۔!“

”اس لئے کہ آپ سورنہ چاہیں۔!“

”خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔.... میری بوڑھی ماں۔....؟“

”وہ آرام سے رہے گی!“ اجنبی بات کاٹ کر بولا۔ ”تمہیں بھی کوئی تقصیان نہیں پہنچ گا۔!“

”تو پھر یہ کہاں۔!“

”کچھ دنوں کے لئے دوسروں سے الگ کی جا رہی ہو۔!“

”آخر کیوں۔?“

”ڈاکٹر صاحب نے یہ نہیں بتا لیا۔....!“

و غتنا! ائمدادی اطراف سے فائزوں کی آواریں آئی تھیں۔ اور گاڑی کا ایک ٹاگزدھا کے کے ساتھ برست ہوا تھا۔... بانو نہ یانی انداز میں پیٹھنے لگی۔ گاڑی رک گئی تھی۔... دنوں گاڑی سے اتر کر بھاگے اور جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔... فائزاب بھی ہو رہے تھے۔... باؤ سیٹ سے پھسل کر

نیچے آری... سہم کر سیٹوں کے درمیان دیکھ گئی۔
فارزوں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے برابر آری تھیں... ایک گولی گاڑی کے
کی حصے سے پھر تکرائی تھی... بانو پردہشت کے مارے غشی کی طاری ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ
اپنے ذہن سے لٹتی رہی۔ کوشش کرنے تھی کہ ہوش و حواس قائم رہیں۔
ڈراموں اور اُن کامیابی بھائی سے جانے کدھر نکل بھاگے تھے۔ پھر سننا چاہیا اور جگل صرف
پرندوں کے شور سے گوچاہر ہے۔ فارزوں کی آوازیں اب نہیں آری تھیں لیکن بانو سر اٹھانے کی
ہمت سے کر رہی۔ سیٹوں کے درمیان اُسی طرح دیکھ رہی۔
سورج غروب ہونے والا تھا۔ سننا چھانے کے بعد بھی دس پندرہ منٹ گذر گئے۔ لیکن بانو
اپنی پوزیشن میں تبدیلی کرنے کی ہمت نہ کر سکی! ।

پھر ایسا لگتا ہے کہیں نے گاڑی کی بادی پر باٹھ مارا ہو۔ وہ اچھل پڑی اور دل ایک بار پھر
حلق سے دھڑکنے لگا اور ٹھیک اُسی وقت تیز قسم کی سرگوشی بھی سنائی دی۔ ”بانو... کیا آپ گاڑی
میں موجود ہیں!“

”ہاں“ بے سانگی میں عجیب سی آواز اُس کے حلق سے نکلی تھی۔ جھاڑیاں سر سر ایں اور
گاڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف سمت گئی۔ دروازہ کھونے والا یونچے گھاس پر اونڈھا پڑا اُس کی
آنکھوں میں دیکھے جادہ تھا۔ اُس کے لئے قلعی انجینی تھا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں اُسے ایسا کوئی
تاثر نہ دکھائی دیا۔ جس کی بناء پر وہ مزید خائف ہو جاتی۔ اس کے برخلاف تحفظ کا احساس ہوا تھا۔

”آپ زخمی تو نہیں ہوئیں!“ اُس نے نرم لمحہ میں پوچھا۔
بانو نے سر کو منقی جبکش دی اور تھوک نگل کر رہا گئی۔

”چپ چاپ اتر آئیے... اور میرے ساتھ نکل چلے۔ ابھی خطرہ دور نہیں ہوا۔“
وہ گھنٹوں کے بل کھکتی ہوئی آگے بڑھی۔ انجینی پیچھے سرک گیا تھا۔ پھر دو نوں جھاڑیوں
میں گھستے چلے گئے!

بانو نے کچھ بولنا چاہا تھا لیکن انجینی نے ہونتوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
جھاڑیوں کے درمیان اختیاط سے چلتا ہے حد و شوار معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح
اُس کے ساتھ چلتی رہی۔

ایک جگہ انجینی رکا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ پھر طویل سانس لے کر بولا۔ ”یہاں ہم کسی
قدر محفوظ ہیں!“
وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اُس کی دھنڈی دھنڈی سی شکل لکھتی رہی۔ آہستہ آہستہ دھنڈ کا
گمراہ ہو تا جارہا تھا۔
”کیا آپ مجھ پر اعتماد کر سکیں گی؟“ انجینی نے سوال کیا۔
”اس نے غیر ارادی طور پر ابشار میں سر ہلا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔“
”کچھ دیر تیکیں نہ ہیں گے۔ حالات کا اندازہ بھی تو لگانا ہے۔ پہاں اس پھر پر بیٹھ
جائیے...!“ انجینی نے کہا۔
اس نے خاموشی سے تھیل کی اوڑا جنی کھڑا ہی رہا۔ کئی منٹ گذر گئے۔
”آپ کون ہیں... اور مجھے کہاں لے جائیں گے...!“ وہ بالآخر بولی تھی۔
”کسی محفوظ جگہ پر... نہ گھر جانا آپ کے لئے مناسب ہو گا اور نہ کسی ایسی جگہ جہاں وہ پیش
کیں:... آئیے، اٹھئے راستہ صاف ہے۔!“
وہ پھر چل پڑے... لیکن اس بار انجینی بہت زیادہ بہت سکون نظر آ رہا تھا۔ جیسے سر پر
منڈلانے والا خطرہ مل گیا ہو۔
ایک جگہ وہ پھر رکا... اور یہاں بانو نے ایک موڑ سائیکل کھڑی دیکھی۔
”تت... تو موڑ... سائیکل پر آپ ہی تھے...!“ وہ ہکلائی۔
”جی ہاں! میں ہی تھا!“
”انہیں بھی شبہ ہوا تھا کہ آپ شاکہ تعاقب کر رہے ہیں!“
”مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اسی لئے جلدی کی گئی تھی:... لیکن وہ پھر
بھی ہاتھ نہ آسکے!“
”فائزگ آپ نے کی تھی!“
”جی ہاں... ایک ناٹر پیٹھے بغیر گاڑی ہرگز نہ رکتی! اگر وہ وہاں پہنچ جاتے جہاں آپ کو لے
جانا چاہتے تھے تو پھر میں کچھ نہ کر سکتا۔ اس لئے یہیں اس قصے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہی!“
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا اور کیوں ہوا۔?“

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس وقت یہاں موڑ سائکل اسٹارٹ کرنا مناسب نہ ہوگا۔" وہ کچھ نہ بولی۔ کہتی بھی کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اجنبی نے کہا "وہ گاڑی تو آپ کی سکبیں کی تھیں۔"

"جی ہاں... ڈرائیور بھی جانا بوجھا آدمی تھا۔ قریباً دو سال سے وہ مجھے دفتر پہنچایا کرتا تھا۔ اور وابسی بھی اس کے بھما تھے ہوتی تھی... میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے نوار دبھائی نے اُسے بہکایا ہو۔"

"تو وہ دوسرا آدمی ڈرائیور کا بھائی تھا!"

"خدا ہی جانے... اُس نے مجھے بھی بتایا تھا۔"

"کیا آپ اتوار کی شام کو بھی آفس جاتی ہیں۔"

"بکھی نہیں... یہ میرے لئے قطعی غلاف معقول تھا۔ ڈرائیور نے بتایا کہ ڈاکٹر ربانی نے مجھے کسی اشد ضروری کام کے لئے طلب کیا ہے۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی دھوکہ ہو گا۔"

"آپ کی لیب میں دوازدھی کے علاوہ بھی اور کیا ہوتا ہے؟"

"جی....! وہ چونک کر انہیں میں آنکھیں چھاڑنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی "وو.... دیکھئے! یہاں ساپ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ.... ٹھیک ہے.... لیکن ہمیں سڑک تک پیدل ہی چلانا پڑے گا۔ میں موڑ سائکل اسٹارٹ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"چچ... چلے...!"

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ سڑک تک پہنچ کے تھے۔ اور یہاں اس وقت یا تو کوئی شریف آدمی انہیں لفت دے سکتا تھا یا پھر معاشرات کی طرف سے آنے والی کسی بس کا انتظار کرتے رہتے۔

"ایسے حالات میں کسی سے لفت لینا بھی مناسب نہیں.... ممکن ہے انہی لوگوں میں سے کسی مرد سے مذہبیز ہو جائے؟"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔ آپ کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہیں۔"

"شام کے آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس وقت کی حرکت کا بانی وہ بچارہ ڈرائیور ہو گا۔"

"پھر کیا سمجھوں...؟" بانو جیرت سے بولی۔
 "وہ اگر ذاتی طور پر اتنا ہی براہوتا تو دو سال کیوں انتظار کرتا...؟"
 "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں!?"
 "ڈاکٹر ربانی!?"
 "نمکن... وہ بے حد شریف آدمی ہیں!?"
 "میں نے پوچھا تھا کہ آپ کی لیب میں اور کیا ہوتا ہے؟"
 "اوہ... ہاں... کچھ بھی نہیں... دوازدھی اور بعض مخصوص ادویات کے سلسلے میں تجربے کے جانتے ہیں!?"
 "یہ تجربات کے کپلوں پر ہوتے ہیں؟" اجنبی نے سوال کیا۔
 "جی ہاں...! لیب میں ذر جنوں پلے موجود ہیں۔"
 "کس قسم کے تجربات کے جانتے ہیں ان پر؟"
 "ڈاکٹر ربانی کا خیال ہے کہ وہ پونڈ کارڈی کے ذریعے کتوں کی اقسام بدل سکتے ہیں۔! نہیں اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے کئی دسی پلوں کو ڈیکھنے اور آرڈیل ٹریسر بنا کر ہے۔"
 "جیرت انگریز...! اور یہ سب کچھ بڑی رازداری سے ہوتا ہا۔!"
 "جی ہاں... وہ سر پر اندوزنا چاہتے ہیں! جب کمل طور پر یقین ہو جائے گا کہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا ہے تو اس کا اعلان بھی کر دیا جائے گا! اس اتنی پر ڈاکٹر ربانی پلٹی نہیں چاہتے۔!
 "دانش مندانہ رویہ ہے!"
 اتنے میں ایک بس آئی تھی اور اجنبی نے ہاتھ اٹھا کر اُسے رکو یا تھا۔
 وہ بس میں بیٹھے تھے اور دوسرے مسافروں نے انہیں نہ اعتماد نظریوں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر دست کوئی جگل میں یہ دونوں مہذب قوم کے افراد کیا کر رہے تھے۔ اجنبی نے شہر تک کا کرایہ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں شہر میں داخل ہونے سے قبل ہی بس رکو کر اتر گئے۔ اور اجنبی نے بانو سے کہا "بیں ڈراؤر اور پیدل چلانا پڑے گا!?"
 "آپ مجھے میرے گھری کیوں نہیں پہنچا دیتے؟! بانو بولی۔
 "اگر اُسے مناسب سمجھتا تو سب سے پہلے آپ کو پہلی یہ ایشیاں لے جا کر ان لوگوں کے

خلاف روپرث درج کرائے۔!
”تو پھر بھی سمجھے۔!

”کوئی توجہ نہیں نکلے گا۔! ذاکر درانی علمی ظاہر کرے گا۔ اور پولیس ڈرائیور کو تلاش نہیں کر پائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میری انہدھادھند فارنگڈ کی نذر ہو گئے ہوں۔ وہ دونوں... یا پھر ذاکر درانی انہیں روپوش ہو جانے پر آمادہ کرنے گا۔!

وہ کچھ نہ بولی۔ کوئی نکتہ بھی اُس کے ذہن میں صاف نہیں تھا۔

بالآخر وہ ایک چھوٹی سی عمارت میں پہنچے تھے۔ ابھی نے کیروسین لیپ روشن کر دیا۔
بانو کے دل کی دھمکنیں پھر تیز ہو گئی تھیں... ایک بار پھر خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔
احبی نے نرم لمحہ میں کہا ”میں آپ کو خطرے سے نکال لایا ہوں، مجھ پر اعتماد سمجھے۔!

”کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہے....!

”ان دو تین دنوں میں یہاں کئی قتل ہوئے ہیں! مثال کے طور پر خان ضرغام تیمور، شہریار اور داؤد یہ چاڑوں آپس میں دوست اور شہر کے متول تاجر تھے۔!

”جج... جی ہاں.... میں نے یہ نام سنے ہیں۔!

”ذاتی طور پر بھی کسی سے واقف تھیں....!

”بھی نہیں۔!

”طلل فی کو توجہ نہیں ہوں گی۔!

”ہاں! کیوں؟ جانتی ہوں۔!

”وہ آپ ہی کی وجہ سے لیب تک پہنچا تھا۔!

”جی ہاں! میں لے گئی تھی۔ یونہی تفریحات۔!

”وہ باباگ پرست کا ملازم ہے۔!

”جی ہاں مجھے علم ہے۔!

”باباگ پرست کا آپ کی لیب سے کیا تعلق ہے۔!

”صرف اتنا کہ ذاکر درانی ان کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ اور یہ تجربہ انہوں نے بابا

ہی کے کہنے پر شروع کیا ہے۔!

”آپ کو بھی بابا سے عقیدت ہے۔!

”جی ہاں...! بڑی فلسفیانہ باتیں کرتے ہیں۔ میں بھی بھی ان کی خدمت میں حاضری دیتی ہوں۔ وہیں طلل فی سے ملاقات ہوئی تھی۔!

”بہر حال طلل فی قانون کے مخاذتوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسی سے آپ کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ ورش آج یہ لوگ آپ کو بھی نکالنے لگا تھے۔!

”میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔!

”طلل فی نے اپ کا پتا تیا تھا۔ لیکن وہاں درجنوں کتے کے پلے نہیں ملے ایک بھی نہیں ملا۔!
”مجھے اس پر تحریت ہے۔ وہ وہیں رکھے جاتے ہیں۔ کہیں اور نہیں۔ گلی کوچوں سے اٹھوکر وہیں پہنچا رہے جاتے ہیں۔!

”جیسے ہی بابا کو یہ یقین ہوا کہ طلل فی ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس نے کتے کے پلوں کو وہاں سے ہٹوادیا۔!

”میرے لئے یہ سب کچھ تحریت انگیز ہے۔ آخر پیوند کاری کے ذریعے ان کی قسم بدل دینا جرم کیسے کہلاتے گا۔!

”اسی لئے ہمیں یقین ہے کہ بات محض پیوند کاری کی حد تک نہیں ہے۔!
”میں نہیں سمجھی۔!

”اس کے پردے میں کچھ اور ہور ہاہے۔ ورنہ اتنی رازداری کی کیا ضرورت تھی۔ اتنے قتل کیوں ہوئے۔ اور سیٹھ جیلانی کا بلکہ دھماکے سے کیوں اڑ گیا۔?

”یعنی کہ.... وہ بھی....!

”ہاں یہ سب باباگ پرست کے شریک کا تھا۔ پولیس کی نظروں میں آگئے تھا۔ اس لئے ختم کر دیئے گئے اور شانکہ آپ کا بھی یہی خشر ہوتا۔... اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس سلسلے میں کوئی بہت ہی اہم بات جانتی ہیں۔!

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ بدی ہوئی اقسام کے کچھ کتے ملک سے باہر بھی بیجھے گئے ہیں۔!

”اہم ترین بات ہے۔!

کر بولا۔

غزال اب بھی اسی میک اپ میں تھی جس میں عمران اُسے بیہاں لایا تھا۔
”ہو سکتا ہے....!“ اُس نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری آواز میں عجیب سی کیفیت ہے۔! کیوں ناموز نیل۔!“ اُس نے جولیا سے سوال کیا۔
”میں نے محسوس نہیں کیا۔ تم اپنی شانہ بازی کی بات کر رہے تھے۔“ جولیا بولی۔

”اگر کبھی کسی کو قتل کرنا ہو تو میری خدمات ضرور حاصل کرنا!“
”تو.... تم قاتل بھی ہو۔!“

”اب تک ستائیں آدمیوں کو موت کی گھاث اتار چکا ہوں۔ یہ سب تن و تو ش والے
تھے.... لیے چوڑے آدمیوں کا دشمن ہوں۔!“

غزال جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اسکی تعیونی سے محظوظ ہو رہی ہو۔!
”آخری قتل کب کیا تھا۔!“ جولیا نے پس کر پوچھا۔

”ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا.....!“
”تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو۔!“

”اس لئے کہ تم مجھے اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں تمہیں یقین دلا دوں
کہ میں ناکارہ آدی نہیں ہوں.... فرانس سے ہاگ تو آیا تھا۔ لیکن فرانس کے علاوہ اور کہیں دل
نہیں لگتا۔!“

”یہ تم نے آخری قتل کیا تھا۔!“ غزال نے سوال کیا۔
”تمہیں ہر گز نہیں بتاؤں گا کیونکہ تم ایک مقامی خاتون ہو۔!“

”تمہاری مرضی....!“ غزال نے لاپرواہی سے کہا۔
ٹھیک اسی وقت لعل فی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی اور وہ اچھل کر میز پر چڑھ گیا تھا۔
جولیا اور غزال دروازے کی طرف مڑیں۔ وہاں ایک قد آور اور جسم سماں کھڑا نظر آیا۔ بڑی
خوف تک شکل والا تھا۔!

”تم لوگ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی رہو۔!“ لعل فی کا پتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اس
بکھت نے بالآخر مجھے تلاش کر رہی لیا۔!“

”اس کا علم میرے اور ڈاکٹر درانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔!“

”یہ ہوئی نبات۔!“ اجنبی سر ہلا کر بولا۔

”لیکن.... اب کیا ہو گا۔!“ وہ روہانی ہو کر بولی ”میری بوڑھی ماں.... میرا بیتھم ویسر
بھانجج.... اتنی کفارت میرے ذمے ہے۔!“

”وقت طور پر یہ پریشانی برداشت کر لجھ جاوے دوسری صورت میں وہ دونوں آپ ہی سے
ہاتھ دھو میں چھیس گے۔!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ غیر قانونی حرکت ہے۔ ارادہ داری کو صرف احتیاطی
الدام سمجھتی رہی ہوں۔!“



رات کے نوبجے تھے! لعل فی ڈرائیگ رومن میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جولیا نے پوری بوٹل
اُس کے سامنے رکھ دی تھی۔ غزال بھی وہیں موجود تھی اور وہ دونوں ہی لعل فی کی اوٹ پلائگ
باتوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ نشے میں ہونے کے باوجود بھی اُسے احساس تھا کہ غزال
فرانسی سی نہیں سمجھ سکے گی۔ اس لئے اس کی بکواس انگلش ہی میں جاری تھی۔

”میں میڈیکل سائنس میں انقلاب لاتا لیکن فرانس نے میری قدر نہ کی۔ مجھے سر کس کا
سمختہ بننے پر مجبور کر دیا۔ یہاں کتوں کی تیارداری حصے میں آئی.... میں ذہنی پہاڑ ہوں۔... یہ
کوئی نہیں دیکھتا.... ساری دنیا کو فنا کر دوں گا.... میرے ذہن میں ایسے بنا کن منصوبے موجود
ہیں جن کا جواب نہیں۔ دنیا ایک دن دیکھے ہی لے گی۔!“

”کوئی ایک منصوبہ ہمیں بھی بتاؤ....!“ غزال نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں ہواؤں کو زبرہ آکوڈ کر سکتا ہوں.... میں پانی کو موت کا ہر کارہ بنا سکتا ہوں میں کیا نہیں
کر سکتا.... بس موقعے کا منتظر ہوں.... اور میری قادر اندازی کا کیا کہنا انہیں ہیرے میں آواز پر
نشانہ لگ سکتا ہوں۔!“

”دفعتا وہ خاموش ہو کر غزال کو غور سے دیکھنے لگا اور وہ گزر بڑا کر رہ گئی۔

”مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہاری آواز کہیں اور بھی سنی ہو۔“ وہ اس کی طرف انگلی اٹھا

جو لیا نے بڑی پھرتی سے پستول کالا تھا لیکن کتے کے عقب سے آواز آئی۔ ”پستول فرش پر ڈال دو۔ میں نے تمہیں اشین گن سے کور کر رکھا ہے۔“

جو لیا کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا۔ بولنے والا سامنے آگیا تھا۔ چست قسم کے سیاہ ملبوس میں تھا۔ اور سر پر ایسا خود پڑھا ہوا تھا کہ چہرے کا پیشتر حصہ اُس میں چھپ گیا تھا۔۔۔ ہاتھوں میں اشین گن تھی!

”یو۔۔۔ یو۔۔۔ یور ہوئی نس۔۔۔!“ کہتا ہوا بونا میز پر اونڈھائیٹ گیا۔

”تم دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو جاؤ!“ سیاہ پوش نے للٹل فی کی طرف دھیان دیے بغیر کہا۔

”تم کون ہو۔۔۔ اور اس طرح بغیر اجازت!“ جو لیا اٹھتی ہوئی غرائی۔

”خاموش رہو۔۔۔ چلو۔۔۔ ادھر کھڑی ہو جاؤ!“ اُس نے اشین گن کو جنبش دی تھی وہ دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو گئیں۔ للٹل فی بدستور میز پر اونڈھا پڑا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے بے خبر سورہ ہو۔!

”عمران کہاں ہے۔۔۔؟“ سیاہ پوش نے جو لیا سے پوچھا۔

”کون! کہاں ہے۔۔۔؟“ جو لیا نے چڑپا ہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”میا تم جو لیا فراہم نہیں ہو۔۔۔؟“

”مادام میوری کہلاتی ہوں۔!“

”اس کے لئے مادام میوری ہی ہوگی۔!“ سیاہ پوش نے للٹل فی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”میں نہیں جانتی! تم کیا کہہ رہے ہو۔!“

”میا میں یہاں اس کی موجودگی کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں۔!“ سیاہ پوش نے پھر للٹل فی کی طرف اشارہ کیا۔

”ایسے پوچھ لو۔۔۔ میں نہیں جانتی۔!“

”ایسے زبردستی انوغاء کیا گیا تھا۔!“

”لیکن یہاں تو آج صح ناشتے کی بھیک مانگتا ہوا آیا تھا۔ پھر خو شامد کر کے بیٹیں نک گیا۔“

جو لیا نے کہا۔

”اگر تم جو لیا فراہم نہ ہو تو میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا!“

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے یہاں سے لے جاؤ۔ ہمیں کیوں ہر اس کر رہے ہو۔!“

”بڑی عجیب بات ہے کہ تم بھکاریوں کے سامنے اسکا حق کی بوقت رکھ دیتی ہو۔!“

”یہ میرا اپنا خیالی معاملہ ہے۔!“

”خیر! میں یقین کر دیوں گا کہ تم ایسی ہی خدا ترسر ہو۔ لیکن تمہیں عمران کا پہاڑتا ناپڑے گا۔!“

”میں کسی عمران کو نہیں جانتی۔!“

”حالانکہ وہی تمہیں ہماری قید سے نکال لے گیا تھا۔!“

”اوہ۔۔۔ تو تم ان لوگوں میں سے ہو۔!“

”سبھنے میں بہت دیر لگائی تم نے۔۔۔ خیر اعتراف تو کر لیا کہ تم عمران کو جانتی ہو۔!“

”میں اس کے نام سے واقع نہیں! یہاں اُس نے مجھے تم لوگوں کی قید سے رہائی دلائی تھی۔“

”یہ کون ہے؟“ اُس نے غزال کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”کوئی بھی ہو۔۔۔ تم سے مطلب۔۔۔!“

”تم کون ہو لڑکی۔!“

”تم کون ہو۔۔۔؟“ غزال نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ تو اُس نے تم پر میک اپ کافن آزمایا ہے۔!“

”کیا تم مجھے جانتے ہو۔!“

”شاکر۔۔۔!“ اُس نے کہا اور پھر جو لیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”اب تم کسی طرح بھی اس سے انکار نہیں کر سکتیں کہ عمران کو نہیں جانتی ہو۔!“

جو لیا کچھ نہ بولی۔ للٹل فی بدستور آنکھیں بند کئے اونڈھا پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسی پوزیشن میں روح قفس مضمری سے پرواز کر گئی ہو۔!

”دفعتی سیاہ پوش نے اوپری آواز میں کہا ”اندر آ جاؤ۔۔۔ اور ان تینوں کو یہاں سے لے جاؤ۔!“

”فضول باشیں نہ کرو۔۔۔“ جو لیا سخت لمحے میں بولی ”اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے لے جاؤ۔ ہم کہیں نہ جائیں گے۔!“

تین آدمی کرے میں داخل ہوئے تھے! ان کے ہاتھوں میں ریو اور تھے۔ وہ جولیا اور غزال کی طرف بڑھے ہی تھے کہ لٹل فی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”نہیں یور ہولی نس! اس عورت کو اس کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں لے جایا جاسکتا!“
”خاموش رہ... ورنہ اٹھا کر تھج دوں گا۔“ سیاہ پوش غریا۔

”مرکستا ہوں.... لیکن یہ نہیں ہونے دوں گا!“ کہتے ہوئے اُس نے میز سے چھالاگ لگائی تھی اور جولیا کے پستول پر جاپڑا تھا! سیاہ پوش کو شائد وہ پستول یاد نہیں رہا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ سنبھالتا لعل فی نے پے درپے تین فائران تینوں کی ناگوں پر جھوک بارے جو عورتوں کی طرف بڑھے تھے.... اور پھر کتابیہ پوش کے اشارے پر لعل فی کی طرف جھپٹا تھا۔ کہتے پر فائز کرنے کی مہلت اُسے نہ مل سکی۔ کہتے نے اُس کی گردان اپنے بڑے بڑے جبڑوں میں دبوچ کر جھکتا دیا تھا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ نبڑی طرح پیچے جا رہا تھا گردن پر جبڑوں کی گرفت بہت سخت تھی۔

اوہر وہ تینوں اپنی ناگوں پر گولیاں کھانے کے بعد کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ سیاہ پوش نہیں پر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ ایک ایک کر کے فرش پر گرتے جا رہے تھے۔ کہتے نے دیکھتے ہی دیکھتے لعل فی کا بکام تمام کر دیا۔ غزالہ نبڑی طرح کاپ رہی تھی.... لیکن جولیا اپنے اعصاب سے لڑتی رہی۔ کتابیل فی کو چھوڑ کر پھر سیاہ پوش کے قریب آکھڑا ہوا۔
”کیا اُس نے اُسے مار ڈالا۔“ جولیا نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”گردن پکڑ لینے کے بعد زندہ چھوڑتا جاتا ہی نہیں۔“ سیاہ پوش نے پر سکون لجھے میں کہا۔ ”اگر تم بھی اپنی خیریت چاہتی ہو تو عمران کا پاماتا دو ورنہ میں رحم نہیں کروں گا!“
”ہمارا خون ضائع ہو رہا ہے.... جناب!“ دفعتاً ایک زخمی گردا۔
”کیا تم تینوں اپنے بیڑوں سے چل کر زگڑی تک پہنچ سکو گے؟“ سیاہ پوش نے پوچھا۔
”میں تو چلنے کے قابل نہیں ہوں جناب!“ اُس نے جواب دیا۔ صرف وہی ہوش میں تھا۔
اُس کے دونوں ساتھی یہوش ہو گئے تھے۔

”اب تم دونوں اس طرف آ جاؤ!“ سیاہ پوش نے اشین گن کو جبڑش دیکھ جولیا اور غزالہ سے کہا۔
”یہ کیا اوہر لگاڑ کھی ہے؟“ جولیا بھنا کر یوں۔

”بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔!“

”میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے؟“

”ٹھیک! اب تم نے ڈھنک کی بات کی ہے۔ اگر تم میرے دوسرے سوال کا صحیح جواب دے سکیں تو میں واپس چلا جاؤں گا!“

”جلدی پوچھو...! جو کچھ پوچھنا ہے! میں زیادہ دیرکٹ کھڑی نہیں رہ سکتی!“

”تم لوگ یہاں کس چکر میں آئے ہو؟“

”تم بھول رہے ہو کہ میں خود نہیں آئی تھی۔ لائی گئی تھی!“

”چلو...! میں نے تسلیم کر دیا۔ تمہارے اور عمران کے علاوہ یہاں اور کتنے آدمی موجود ہیں!“

”مجھے اس کا علم نہیں۔ جتنے بھی ہوں گے۔ براور است احکامات حاصل کر رہے ہوں گے!“

”کس کے احکامات...!“

”چیف کے...!“

”چیف کون ہے؟“

”اس کا جواب میرے فرشتے بھی نہ دے سکیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔! چیف کی شخصیت سے متعلق خارج کے سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی بھی واقعہ نہیں!“

”عمران بھی واقعہ نہیں ہے!“

”میرا خیال ہے کہ وہ بھی نہیں جانتا!“

”میری حالات بہت خراب ہو رہی ہے جناب...!“ زخمی پھر کردا۔

”ٹھہر دو...! صبر کرو...!“ سیاہ پوش بولا۔ چند لمحے خاموش رہ کر جولیا سے کہا۔ ”تم دونوں کسی ایسے کرے میں چلو جس میں صرف ایک ہی دروازہ ہو۔!“

”یہاں ایسا کوئی کرہ نہیں ہے۔!“ جولیا نے سخت لجھ میں کہا۔

”ویکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا! چلو...!“ دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

ٹھوٹا کرہا جو لیا دروازے کی طرف مڑی تھی اور غزالہ کا بازو پکڑا یا تھا.... وہ آگے چل رہی تھیں اور سیاہ پوش ان کے پیچھے تھا۔ پوری عمارت کا چکر لگا کر وہ بالآخر کچکن کے سامنے رکا تھا۔!

”صرف نہیں ایک دروازہ ہے۔ اور اسے باہر سے بھی بند کیا جاسکتا ہے۔!“ اس نے کہا۔

”چلو... اندر چلو...!“
”آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو۔!“ جولیا بھنا کر بولی۔

”تم دونوں کو بند کر کے عمران کی واپسی کا انتظار کروں گا۔!“
”وہ بہاں نہیں رہتا۔ آتا بھی نہیں فون پر گفتگو ہوتی ہے۔!“

”اچھا تو اس کا فون نہز تباو۔!“

”فون نبراس نے نہیں بتایا۔ خود ہی کال کرتا ہے۔ اگر اسے کچھ کہنا ہوتا ہے۔!“

”ملل فی سے تم لوگ کیا معلوم کر سکے ہو۔!“

”اُس سے کیا معلوم کرتے۔ میں قلعی نہیں جانتی تھی کہ وہ تم لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔!“

”فضل باتیں مت کرو۔... اُسے عمران پکڑ لایا تھا۔!“

”تو پھر اُسی سے معلوم کرنا۔ بہاں تو وہ بس آگیا تھا۔ بھوکا تھا۔ کھانے کو مانگا تھا۔!“

”اچھا پلواندر چلو۔!“

وہ دونوں پکن میں داخل ہوئی تھیں اور سیاہ پوش نے دروازہ بند کر کے باہر سے بول کر دیا۔



عمران نے ملل فی سے بانو کا پتا معلوم کرنے کے بعد فوراً اُس کی طرف توجہ دی تھی ورنہ وہ بھی شامد ماری ہی جاتی۔

لیکن اُس سے گفتگو کرنے کے بعد بھی یہ بات ابھی تک ذہن میں صاف نہیں ہو سکی تھی کہ صرف بانو ہی کیوں؟ لیب سے تعلق رکھنے والوں میں صرف وہی محروم راز نہ رہی ہو گی۔... تجربہ گاہوں کے کام ایک یاد و افراد ہی پر منحصر نہیں ہوتے۔

قریبادس بجے وہ پھر اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں بانو گھنوں میں سردیے بیٹھی تھی۔!

”پہلے ہی وہیں کیوں نہیں لے گئے تھے۔... میرا سر نبڑی طرح چکرا رہا ہے۔!“

”بہاں رکنا ضروری تھا۔ یہ بھی دیکھنا تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔!“

”پتا نہیں کس جھوال میں پھنس گئی ہوں۔!“

”بہت جلد آپ دشواریوں سے نکل جائیں گی۔ اگر میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہیں۔... کیا آپ سائیکل کے ڈنٹے پر بیٹھے سکیں گی۔!“

”ایسی جگہوں سے نہیں گذر سکوں گی جہاں دوسرے ہمیں اس حال میں دیکھ لیں۔!“

”سائیکل کا ڈنٹا اتنی بُری چیز نہیں ہے۔...“

”میں نے تو ابھی تک نہیں دیکھا کہ کوئی مرد کسی عورت کو سائیکل کے ڈنٹے پر بیٹھا کر چلتا ہو۔!“

”چلتا چاہئے۔... کم از کم اس طرح عورت محفوظ تور ہتی ہے۔... کئی دن ہوئے میں نے ایک خاتون کو موڑ سائیکل کے کیریہ سے گرتے دیکھا تھا۔ صاحب کچھ بھی نہ کر سکے۔... وہ پہت سے سڑک پر آرہیں۔...!“

”پھر بھی عجیب سالگتھے۔!“

”تو پھر قریب پاچ میل پینڈل چلتا پڑے گا۔!“

”بُری مصیبت ہے۔...!“

”تو پھر دوسری صورت بھی ہے۔...!“ مصنوعی ڈاڑھی مونچیں لگادوں گا بُش شرٹ اور پتلوں میں ہیں ہی۔ بال بھی تراشیدہ ہیں کام چل جائے گا۔!

”کیا بآپ میرا مٹھکہ اڑائیں گے۔!“

”بھی نہیں۔... بھی مناسب ہے۔... اگر بحیثیت بانو پہچانی گئیں تو دونوں مارنے جائیں گے۔... آپ ابھی خطرناک لوگوں کے درمیان رہی ہیں اور ان کے ہاتھ بہت لے ہیں۔!“

”میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!“

”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر صرف آپ ہی کیوں؟ کیا یہ تجربہ صرف آپ دونوں کی ذات تک محدود تھا۔!“

”میں نے تیار کر کتوں کے ایکسپورٹ کے بارے میں صرف میں ہی جانتی ہوں۔ یا اذکر درانی جانتے ہیں۔!“

”یہ بات بھی معمولی سی ہے..... اگر آپ سارے شہر میں کہتی پھر میں کہتے ایک پورٹ کے جاتے ہیں تو قانون کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے!“
”بھی تو میں بھی سوچتی ہوں۔ آخر اس میں کوئی ایسی بات ہے جس کے لئے اتنی رازداری برقرار ہے!“

”اس لئے میری گزارش ہے کہ پھر ذہن پر زور دیجئے۔ تجربات کا کوئی مرحلہ جہاں ڈاکٹر کو استث کرنے کے لئے صرف آپ ہی رہ جاتی ہوں!“
”اوہ...!“ وہ یک اچھل پڑی۔
”دیکھئے... کچھ یاد آیا۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔
”آپ جیسا پوچھتے والا ہو تو وقت پیدائش تک یاد آجائے گا۔!“

”چلے... آپ کا موڈ توبلا کسی صورت سے... ہاں... کیا یاد آیا تھا!“
”آخری مرحلے کے بعد کام مرحلہ جس نسلیے دو افراد درکار ہوتے ہیں.... اور مجھے یقین ہے کہ اس مرحلے میں ڈاکٹر کے ساتھ صرف میں ہی ہوتی ہوں۔ یہ مرحلہ ہے کہ تو غسل دینے کا!“
”اچھا... کیا اس کے لئے کوئی مخصوص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے!“

”خدا کی پناہ! کیا اسی میں کوئی نکتہ پوشیدہ ہے...!“
”کہئے... کہئے... جلدی کہجئے... ابھی پانچ میل کی مسافت طے کرنی ہے!“ عمران نے کہا۔
”جی ہاں.... طریقہ مخصوص ہی ہے۔ تجربے کی تجھیں کے بعد کہتے کو پہلا غسل اس طرح دیا جاتا ہے کہ غسل دینے والے کیس ماسک استعمال کرتے ہیں.... کیونکہ پانی پڑتے ہی اب اس کے جسم سے نکلتے والے انجرات زہر لیلے ہوتے ہیں.... میں نے قریب کھڑے ہوئے دوسرا کتوں کو ان کے اثر سے بیہوش ہوتے دیکھا ہے!“

”اب ہوئی ہے بات تکمیل...!“ عمران ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا۔
”تو یہ بات...!“ وہ سچھ کہتے کہتے رُگ گئی۔ پھر چھوٹی دیر بعد بولی۔
”آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے میں اس پورے تجربے میں صرف یہی بات راز کی ہے کہ کہتے کا پہلا غسل تباہ کن ہوتا ہے...!“
”شامک... شامک! یہی بات ہو...!“ عمران پر تکفیر لجھے میں بولا۔

”ای بنا پر وہ مجھے مارڈا لانا چاہتے ہیں۔ کہیں میں یہ بات دوسروں تک نہ پہنچاؤں!“
”میری داشت میں اس کے علاوہ اور کوئی نکتہ نہیں ہو سکتا!“
”تل لیکن آپ کون ہیں!“
”ابھی جب میں آپ کے مصنوعی ڈائرٹی موج چھین لگاؤں گا تو آپ مجھ جائیں گی!“
”میں خیہ پولیس...!“
”بھی سمجھ لججے! آپ بہت ذہن معلوم ہوتی ہیں!“
”میں کسی قانونی دشواری میں تو نہیں پڑوں گی!“
”باعزت طور پر... آپ سرکاری گواہ بنیں گی!“
”خداؤندہ... کس چکر میں پڑیں!“ اس نے کراہ کر کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد آئینے میں اپنی شکل دیکھ دیکھ کر بڑی طرح بنس رہی تھی۔
”واقعی! اب مجھے کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا!“ اس نے کہا۔ سائکل کی بھی پرداہ نہیں.... چلے...!
لیکن عمران تشویش میں جلتا ہو گیا تھا۔ خاور اور چوہاں سے ابھی تک رابطہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے بانو کے گھر سے اس کا تعاقب کیا ہوا۔ لیکن جنگل میں بھی اس پاس رہ کر ہی گرانی کی ہو گی۔ اور پھر انہیں وہاں سے بھی اس کے پیچھے ہی اوہر آتا تھا۔ کہیں وہ جنگل ہی میں تو نہیں پھنسنے رہ گئے جیا پھر ہو سکتا تھا کہ وہاں سے وہ سیدھے وہیں چلے گئے ہوں۔ جہاں جو لیا مقیم تھی۔ اگر انہوں نے اوہر کا رخ کیا ہو اور لا علی میں سگ پرست کے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا گئے ہوں تو؟
اس خیال کے تحت اس نے بانو کو وہاں لے جانے کا ارادہ ملتی کر دیا۔ اس کی بجائے کہیں اور۔ ہوٹل انٹر نیشنل کا کرہ۔ بھی ابھی اس کے قبضے ہی میں تھا۔
پانچ چھ میل کی مارا مار سائیکلگاں کے بعد ہوٹل تک پہنچا اور بانو کو کمرے ہی تک محدود رہنے کا مشورہ دے کر جو لیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کے ساری گیارہ بجے تھے۔ سائکل اس نے ہوٹل کے گیراج میں چھوٹی اور وہاں سے تیکھی پر جو لیا کی اقامت گاہ تک پہنچا۔
کپاؤڈا کا چھانک اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن برآمدے کی روشنی بھائی جا بھکی تھی۔
البتہ کچھ کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔

وہ برآمدے میں پہنچا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے... پھاٹک کو اندر سے بند کئے بغیر برآمدے کی روشنی بجھادیا اُس کی ہدایت کے مطابق نہیں تھا۔ تو پھر کیا کوئی گزبر ہوئی ہے.... اُس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا جسے اُس نے بے آہنگی دوبارہ بند کر دیا۔ دل کھوپڑی میں دھڑکنے لگا تھا۔ ضرور کوئی بات ہوئی ہے! اگر پھاٹک بند کرنا سہوارہ گیا تھا۔ تو برآمدے کی تی بجھ جانے کے بعد صدر دروازے کا مقفل کر دیا جانا ضروری تھا۔ جولیا سے ایسی فروگذشت کا امکان نہیں تھا!

وہ چپ چاپ برآمدے سے اتر آیا۔ اور دیوار سے لگا گا عمارت کے دامیں بازو کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر ذرا ہی کی دیر میں وہ پاپ کے سہارنے دیوار پر چڑھ رہا تھا۔ چھٹ پر پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی!

اس عمارت میں رہداری کی چھتیں پیچی تھیں اور کمروں کی چھتیں ان سے قریباً ساڑھے تین یا چار فٹ اونچی تھیں اور اسی اونچائی کے درمیان وینی لیٹر لگائے گئے تھے۔ کوئی کمرہ ایسا کنڈ بیٹھنے نہیں تھا!

وینی لیٹر کے دریے ایک ایک کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کمرے کے فرش پر لکل فی اونچا پڑا نظر آیا۔ اُس کی قمیض کا کارخون میں ڈوبا ہوا تھا۔

عمران نے خچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ شکاری کتے والی حس بیدار ہو چکی تھی! بغلی ہو لشتر سے ریو اور نکال کر چیبرز چیک کئے اور دوسرے وینی لیٹر کی طرف بڑھنے لگا۔

اس کمرے کا منظر غیر متوقع نہیں تھا۔! یہاں کمی افراد کے ساتھ ایک بہت بڑا کتا بھی موجود تھا۔ خاور، چہاں، جولیا اور غزالہ کر سیوں پر بندھے بیٹھے تھے!

پانچ مسلخ آدمی ان کے سروں پر مسلط نظر آئے۔ ان میں سے ایک سرتاپا سیاہ پوش تھا!

عمران کی تمام توجہ کتے کیطرف تھی۔ ان کے ساتھ بھی ایک بتا تھا! اگر ایک آدھ بابر بھی چھوڑ دیا گیا ہوتا۔ تو عمران چھٹ مکن نہ پہنچ سکتا! عمران نے ریو اور سیدھا کیا اور وینی لیٹر کو کسی قدر اٹھا کر پے در پے دو قاتر کتے پر کر دیئے.... وہ بہت زور سے گر جاتا اور فرش پر قلبازیاں کھانے لگتا تھا!

”زینوب کی طرف....!“ سیاہ پوش دھاڑا۔

عمران نے اُس کی آواز ہی سنی تھی.... یہ نہیں دیکھا تھا کہ اُس کا رد عمل کیا ہوا تھا۔ بڑی بھرتی سے زینوب کی جانب لپکا.... اور قل اس کے وہ لوگ اوپر پہنچتے۔ زینوب کی بائیں جانب سینے کے بل لیٹ گیا۔ لیکن زینوب پر قدموں کی چاپ نہ سنائی دی! شائد وہ اُسے سنانے کے لئے ”زینوب کی طرف“ کی ہاٹک لگائی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی اُسی طرح اوپر پہنچنے کی کوشش کریں جیسے وہ خود پہنچا تھا۔ وہ لیٹھے ہی لیٹھے سینے کے بل کھلکھلتا ہوا اُس جگہ تک پہنچا جہاں پاپ کا اختتام ہوا تھا۔ اندازہ غلط نہ لکا ذرا سی بھی دیر ہوئی ہوتی..... تو دشواری میں پڑ جاتا.... کیونکہ اُس جگہ پہنچنے ہی دوسری جانب سے کسی کا سر ابھرا تھا۔ عمران نے پوری وقت سے ریو اور کادستہ اُس کی کنٹی پر رسید کر دیا!

دوسرے ہی لمحے میں کسی کے بلندی سے گرنے کی آواز آئی تھی۔ پھر اُس نے ایک چیز بھی سن۔ اپھر معلوم ہوا جیسے نیچے بھگلڈر پڑ گئی ہو۔ اُس نے سراہمار کر نیچے دیکھا اور ایک بھاگتے ہوئے سائے پر فائر کر دیا۔ دوسری چیز سنائے میں گوئی اور پھر سکوت چھا گیا۔ گویا اُس نے دو آدمیوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ اب وہ دوبارہ زینوب کی طرف پلتا۔ یہاں بالکل سناتا تھا۔ اور زینے تاریک پڑے تھے۔ آس پاس نقل و حرکت کی کوئی علامت محسوس نہ ہوئی۔ بہت احتیاط سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

یہ رہداری بھی تاریک پڑی تھی۔ ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔... سن گن لئے بغیر آگے بڑھنا خطرناک ہوتا۔ کچھ ہی دیر پہلے اگر ذرا سا بھی چوکا ہوتا تو مار کھا گیا تھا۔ سیاہ پوش بے حد چالاک آدمی ثابت ہوا تھا۔ عمران نے اُس کی آواز بھی پہچان لی تھی۔ سگ پرست کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا!

کیا وہ نیکوں فریبہ ہون گئے؟ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا! اُس کمرے کے برادر والے کمرے میں پہنچا چھاتا تھا جہاں اُس کے ساتھی بندھے بیٹھے تھے۔ اور پر ہی سے اندازہ لگایا تھا کہ برادر والے کمرے میں اندر ہیرا ہے اور اس کا ایک دروازہ بھی دوسرے کمرے کرے میں کھلتا تھا!

وہ بے آہنگی اُس تاریک کمرے میں داخل ہوا.... اور سامنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک باریک سی جھری دروازے میں روشن نظر آری تھی۔ لیکن اس گھپ اندر ہر کمرے کی نھا پر اس حد تک اڑا انداز نہیں ہو سکتی تھی کہ کوئی اُسے رہداری سے دیکھ لیتا!

دفتارکرے میں روشنی بھیل گئی۔ اور عمران جس پوزیشن میں تھا۔ اُسی میں رہ گیا۔!
”ریو اور زمین پر ڈال دو...!“ عقب سے آواز آئی۔

عمران نے خاموشی سے ریو اور فرش پر ڈال دیا۔ اور دونوں ہاتھ اور اٹھائے کھڑا رہا۔

”اب ادھر مڑو...!“ کہا گیا اور عمران نے اس بار بھی بے چون و چرا تعالیٰ کی۔ سیاہ پوش سوچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا اور اس کے ریو اور کی نال عمران کے سینے کی طرف انھی تھی۔
سیاہ پوش نے اپنی آواز میں کہا ”اب تم لوگ بھی اندر آجائو!“

دونوں مسلح آدمی اندر آئے۔ اور ایک نے جھپٹ کر عمران کا روپ اور اٹھا لیا۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں میں مسلل آنسو ہے رہے تھے۔

”بیمارے بھائی...! جھین کیا تکلیف ہے؟“ عمران نے اس سے بڑے ہمدردانہ لمحے میں پوچھا۔
”سور کے بچے تو نے میرے بھائی کو مار ڈالا!“ وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”خاموش پر ہوا اور پیچھے ہٹ جاؤ!“ سیاہ پوش نے سخت لمحے میں کہا۔
اور وہ اُسے گھوستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

”یہ دروازہ کھول کر اسے بھی دیں لے چلو...!“ سیاہ پوش نے دوسرے آدمی سے کہا۔
”للن... لیکن میں نے کسے مار ڈالا۔ میں تو ابھی آیا ہوں!“ عمران بولا۔

”چلو...!“ وہ ریو اور کو جنپش دے کر دھاڑا۔
پھر عمران کو بھی دیں لایا گیا تھا۔ جہاں اُس کے ساتھی بھالت تباہ پہنچتے ہوئے تھے۔

”یہ کون ہے؟“ سیاہ پوش نے جو لیا سے پوچھا۔
”میں نہیں جانتی!“

”واہ...!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”تو یہ لوگ بھی سیئیں چوری کرنے آئے تھے اور مجھ سے پہلے ہی دھر لئے گئے!“

”بکواس مت کرو...!“ سیاہ پوش نے کہا ”تم عمران کے علاوہ اود کوئی نہیں ہو سکتے۔
 بلاسٹک میک اپ کی خاصی مہارت بھم پہنچائی ہے!“

”ہاں... میں عمران ہوں!“ دفتار اس کا لمحہ بدلتا گیا۔ ہاںکل ایسا ہی لگا جیسے کوئی خون خوار کتاب غرایا ہو۔

”بہت خوب...! کچھ نقصان ضرور ہوا... مگر تم ہاتھ آہی گئے!“

”اور میں نے خوبیوں کا معہ حل کر لیا!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا ”تمہارے ایران والے ایجنت بہت مضطرب تھے! اور انہوں نے ہاگ کا گنگ والی خفیہ میں مدد طلب کی تھی!“

”تم پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو!“ وہ مصکنہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ ”دہلڑی کی بانو...!
کچھ بھی نہیں جانتی... پتا نہیں تم نے اُس کی کس بات سے کیا متعجب اخذ کیا ہے!“

”تم بھی تو اپنے طور پر متعجب اخذ کرتے رہے ہو! اور وہ درست ثابت ہوتے رہے ہیں۔ جیسے ہی تمہارے ایران والے اججت بنے تمہیں مطلع کیا کہ ہمارے کسی آدمی کے مشورے پر وہاں کی پولیس نے بیہو ش کر دیئے والی خوبیوں کا ذکر عام نہیں ہونے دیا، تمہارا خیال ہمارے ہی محکمے کی طرف گیا تھا...!“

”اچھا تو پھر...؟“

”پھر کیا...!“ تم نے اپنی چرس کے ایسے مہکتے محافظتیار کر لئے ہیں کہ ان کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جاسکتا!“

”شامک تم نئے میں ہو...!“

”سرحد پر تمہاری جو گاڑی روکی تھی اُس میں ایک کتا بھی تھا! جیسے ہی ایرانی سرحد کے محافظوں نے پوچھ گئے شروع کی۔ تمہارے ایک آدمی نے کتے پر پانی انڈیلیں دیا تھا۔ کیونکہ اُس کے جسم سے اُس وقت تک خوبیوں نکلی جب تک کہ اُسے بھگوٹہ دیا جاتا۔ اس قسم کے کچھ کتنے تم نے باقاعدہ طور پر ایکسپورٹ بھی کئے ہیں۔ میں ہاگ کا گنگ والی کھیپ کے بارے میں جانتا ہوں....! ہمہ حال اُس خوبیوں کی بناء پر ایرانی سرحدی محافظتیہو ش ہو گئے تھے۔ اور تمہارے آدمی گاڑی صاف نکال لے گئے تھے!“

”کتنی مصکنہ خیز بات ہے!“ سیاہ پوش نہ کر بولا ”میرے آدمی کیوں نہ بیہو ش ہوئے۔ کیا انہوں نے گیس ماسک لگا کر کھے تھے...“ تم نے اپنے انفادرم سے یہ نہیں معلوم کیا...!“

”اس قسم کی معمولی ٹوٹکے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مجھ پر بھی وہی خوبی آزماؤ گے تو ہرگز اس میں کامیاب نہ ہو سکتے اور میں گیس ماسک بھی استعمال نہ کرتا!“

”پھر کیا کرتے!“

بولا۔ ”اب ایک سے دس تک گون گا اگر اس دوران میں تم نے اپنے چیف کا صحیح نام اور پہنچ بتایا تو فائز کر دوں گا۔!“

”میرے بیان کی تقدیریق کر لینے سے پہلے فائز کرو گے یاد ہے!“

”تم اسے گولی مار دو....!“ وفتا خاور بولا ”نام اور پہنچ میں بتا دوں گا!“

”کیا...؟“ سیاہ پوش نے غیر ارادی طور پر سر گھمایا تھا کہ عمران نے اچھل کر اس کے پستول والے ہاتھ پر ٹھوک ر سیدھے کر دی۔ پستول اچھل کر جو لیا کے پیچھے جا گرا۔ پھر عمران کہاں مہلت دینے والا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ ہو لشتر سے روپ اور نکالتا اس پر ٹوٹ پڑا۔

”اوہ.... بلٹ پروف پینر رکھے ہیں میرے یار نے....!“ وہ ٹھس کر بولا تھا۔

لیکن سیاہ پوش نے اسے اچھال پھیکا۔ دروازہ کے قریب جا پڑا تھا اور اس بار اسے روپ اور نکال لینے کا موقع مل گیا۔ اور پھر شائد وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ آس پاس ہی پولیس والے بھی موجود ہیں۔ فائز جھوٹکئے شروع کر دیے۔ غزالہ نبڑی طرح جنح رہی تھی۔ اور عمران سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس وقت اسے کجھ تکوار کی دخانی پر چلانا پڑا تھا۔ تھوڑی سی جگہ میں اچھل کو دھاپی تھی۔ خدشہ تھا کہ دائیہ عمل وسیع کرنے میں کہیں کوئی گولی ان پر بھی نہ جا پڑے جو کہ سیوں سے بندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس وقت حقیقتاً اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگادی تھی۔!

روپ اور خالی ہو گیا۔ اور ساتھ ہی کئی پولیس والے بھی کمرے میں در آئے۔

”روپ اور زمین پر ڈال دو!“ پولیس انپکٹر نے اپنا سروس روپ اور تان کر کہا۔

ویسے بھی اب روپ اور میں کیا رہا تھا۔ عمران فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ سیاہ پوش پولیس کی گرفت میں آچکا تھا۔

پھر انپکٹر شاہد عمران کی طرف متوجہ ہوا۔ جھک کر شائد دیکھنے لگا تھا کہ زندہ ہے یا مر گیا۔

”سب خیریت ہے!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”فون دوسرے کمرے میں ہے۔ ایس پی۔ شی کو مطلع کر دو کہ ملکہ خارجہ کے جس کیس کے بارے میں اسے ہدایات ملی میں اس کے لئے سیدھا بینک چلا آئے ہیں سیاہ پوش یہاں کی ایک اہم شخصیت بابا سگ پرست ہے!“

”اوہ....!“ وہ سیدھا کھڑا ہو کر سیاہ پوش کو گھورنے لگا۔

”جاو.... جلدی کرو....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ سیاہ پوش سر جھکائے خاموش کھڑا۔

”اس فتح کی دو گولیاں دونوں نھنوں میں رکھ لیتا۔ کیا اب ان ادویات کا نام لینا بھی ضروری ہے جن کے محلوں میں وہ گولیاں ترکر کے خلک کری جاتی ہیں۔ بہت پرانا نسخہ ہے مائی ڈیزیر سگ پرست۔ افریقہ کے ان دلدار علاقوں میں جہاں دلدل سے گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ قدیم سے اس کا استعمال ہوتا آیا ہے!“

سیاہ پوش کھکھار کر رہا گیا۔ خاور اور صدر، عزان کو اس طرح گھورے جا رہے تھے جیسے اس سے کوئی بڑی حادثہ سرزد ہو رہی ہے۔

”تم واقعی الحق ہو!“ سیاہ پوش نہیں کر بولا۔ ”اب یہ بھی بتا دو کہ تمہارا چیف کون ہے!“ اور اس کے بعد ہمارا خاتمہ کر دو۔!“ عمران نے کہا اور جو لیا سے انگلش میں بولا ”کیوں چیف.... آخر آج گردن کو ہاں دیتا....!“

”کیا بک رہے ہو....!“ وہ بول کھلا کر بولی۔

”یہ چیف ہے....!“ سیاہ پوش نے حرمت سے کہا۔ ”عورت کے میک اپ میں۔“ عمران سر ہلاکر بولا ”ورنہ اصل ہام بنن خان را مپوری ہے۔“ دفعتائ پولیس کی گاڑیوں کے سامنے سنائی دیتے تھے۔ شائد فائزوں کی آوازوں نے بستی کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ اور انہوں نے پولیس کو مطلع کر دیا تھا!

”اوہ....!“ سیاہ پوش چونک کر اپنے آدمیوں سے بولا۔ ”ہو لشتر اتار کر رکھ دو۔ اور باہر چاٹک پر جاؤ....!“ اگر وہ ادھر پوچھ گئے کے لئے آئیں تو کہہ دینا کہ تم بھی فائزوں کی آوازوں سے باہر نکل آئے تھے۔ یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہاں نہیں رہتے!“

وہ دونوں چلے گئے۔ عمران نے مسکرا کر جو لیا کو آنکھ ماری۔ اور اس نے دوسرا طرف منہ پھیر لیا۔

انتے میں سیاہ پوش نے اپنے دوسرے ہو لشتر سے سائیلنسٹر لگا ہوا پستول نکالا۔ اور روپ اور کو اسی ہو لشتر میں رکھتا ہوا بولا۔ ”اب تم ادھر سے ہٹ کر اس دروازے کے قریب آ جاؤ!“

”بہت بہتر جناب عالی.... آج سے تو آپ کا بندہ بے دام ہوا۔ واقعی آپ بہت پیچے ہوئے ہیں۔ روحانی قوتوں کا یہ عالم ہے میرے چیف کا پا معلوم کرنے کیلئے اتنے پا پڑتیل ڈالے!“

عمران مسکراتا ہوا بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا تھا۔ سیاہ پوش پستول سے اس کے دل کا نشانہ لیتا ہوا

تحا.... عمران اپنے ساتھیوں کو کھولنے لگا۔ غزالہ اب بھی روئے جارہی تھی! انپکٹر فون کرنے کے لئے بتائے ہوئے کمرے میں چلا گیا تھا۔

"نت... تم... زخمی تو نہیں ہوئے...!" جو لیا ہکلائی۔

"اس سے زیادہ پہنچا ہوا ہوں!" عمران سگ پرست کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور غزالہ سے

کہا۔ "وہ مرد و د جو تمہارے باپ کا قاتل تھا جہنم رسید ہونے جا رہا ہے۔ اب آنسو پوچھ ڈالو...!" لیکن وہ... برابر سکیاں لیتی رہی۔

تن نج رہے تھے جب بیا سگ پرست کی اقامت گاہ پر چھپا پڑا۔ اُس وقت عمارت میں قریباً ڈریٹھ درجن افراد موجود تھے۔ عمران کو اُس زہریلی عورت کی تلاش تھی جس کا ذکر لعل فی نے کیا تھا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں سورہی تھی۔ جگائی گئی۔ لیکن جیسے ہی اُسے پھویشن کا علم ہوا۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ ویران نظر آنے لگیں۔ لیکن وہ بنس رہی تھی۔ عجیب سی لگ رہی تھی وہ بُنی اُن ویران آنکھوں کے تھے۔ دفعتاً اُس نے سکنے کے نیچے سے روپوز نکال لیا۔ اور اُسے پولیس والوں کی طرف اٹھاتی ہوئی بولی "اپنے ہاتھ اٹھاؤ...!" کیونکہ تم لوگوں کی وجہ سے مجھے آسمان سے زمین پر آنا پڑا ہے۔"

آن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ان میں عمران بھی شامل تھا۔

پھر اچانک اُس نے روپوز کی نال اپنی کنٹی پر رکھ کر ٹریکر ڈیکھ دیا۔ آن واحد میں بستر پر ڈھیر ہو گئی تھی۔

اور یہ اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ کوئی کچھ بھی نہ کرسکا!

❖ ختم شد ❖